www.KitaboSunnat.com

ہندوستان

کی سیاسی تاریخ کا مذہبی پہلو

جلد دوم

ازقلم

پروفیسر محمد ایوب قادری
شیخ محمد اکرام
حکیم فیض عالم صدیقی شہید

جمع وتدوین محمد فہد حارث

حارث پبلی کیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان

کی سیاسی تاریخ کا مذہبی پہلو

جلد دوم

از قلم:

- پروفیسر محمد ایوب قادری
- محترم شیخ محمد اکرام
- حکیم فیض عالم صدیقی

جمع وتدوین: محمد فہد حارث

پبلشر: حارث پبلی کیشنز

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان

کی سیاسی تاریخ کا مذہبی پہلو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حارث پبلی کیشنز

جملہ حقوق اشاعت برائے حارث پبلی کیشنز محفوظ ہیں

ہندوستان
کی سیاسی تاریخ کا مذہبی پہلو جلد دوم

ازقلم: .... • پروفیسر محمد ایوب قادری
.... • محترم شیخ محمد اکرام
.... • حکیم فیض عالم صدیقی
جمع وتدوین: .... محمد فہد حارث

اشاعت اوّل: .... اگست 2019ء
تعداد کتاب: 250
کمپوزنگ: .... مسز محمد عمران
قیمت: 500

پبلشر: حارث پبلی کیشنز

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست

نمبرشمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	حرفے چند: از محمد فہد حارث	9
۲	ہندوستان پر محمود غزنوی کے حملے	10
۳	ایران اور شیعیت	13
۴	ہندوستانی معاشرت پر ایرانی اور شیعہ اثرات	15
۵	تفضیلیت	18
۶	بری امام سرکار	22
۷	شاہ عبداللطیف بھٹائی	24
۸	علاء الدین خلجی اور رانی پدماوتی	26
۹	کچھ زیر نظر کتاب سے متعلق	34
۱۰	انتساب	37
۱۱	برصغیر میں رفض و تشیع کا فروغ وارتقا: از پروفیسر محمد ایوب قادری	38
۱۲	اردو شاعری کے اساطین شعراء	50
۱۳	شیعہ فرقہ کا فروغ: از محترم شیخ محمد اکرام	121

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۴	اٹھارہویں صدی میں شیعیت کا فروغ	121
۱۵	حاجی محمد محسن	126
۱۶	دکن کے شیعہ علماء	129
۱۷	مرشد آباد	131
۱۸	عظیم آباد	136
۱۹	لکھنو کے اکابر شیعہ علماء	141
۲۰	مجتہد العصر مولانا دلدار علی صاحب	141
۲۱	سلطان العلماء سید محمد صاحب مجتہد العصر	143
۲۲	لکھنوی شیعیت کی خصوصیات	147
۲۳	دوسرے علماء شیعہ	149
۲۴	علامہ تفضّل حسین کاشمیری	150
۲۵	اسماعیلی فرقے	152
۲۶	مغلیہ دور میں شیعہ: از حکیم فیض عالم صدیقی	153
۲۷	شیعیت نے جاہل سنیوں پر کیا اثر ڈالا؟	153
۲۸	فتنہ مکرر	163
۲۹	شجرہ نوابانِ اودھ	169
۳۰	۱۔ برہان الملک	170
۳۱	۲۔ صفدر جنگ	172

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۳۲	۳۔شجاع الدولہ	173
۳۳	مزید چند بدکرداریاں	175
۳۴	۴۔آصف الدولہ	175
۳۵	۵۔نواب یمین الدولہ مرزا سعادت علی خاں	180
۳۶	۶۔غازی الدین حیدر بادشاہ	180
۳۷	بادشاہ بیگم	181
۳۸	۷۔نصیر الدین حیدر بادشاہ	183
۳۹	۸۔محمد علی پسر سعادت علی خاں	185
۴۰	۹۔امجد علی شاہ	185
۴۱	۱۰۔واجد علی شاہ	185
۴۲	سابقین کا پابند	193
۴۳	رمضان میں	193
۴۴	بے وفائی	193
۴۵	خفقان	194
۴۶	سر بگریبان	194
۴۷	سنگ تفرقہ	194
۴۸	ربنا وقنا عذاب النار	194
۴۹	برصغیر میں شیعیت کی مختلف شکلیں	196

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۵۰	چند مثالیں	203
۵۱	امام شاہی پنتھ	204
۵۲	پیر مشائخ کے پیروکار	205
۵۳	سُورت میں	206

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرفِ چند

یہ بات تو مسلمہ ہے کہ اہل سنت میں فرقہ بندی کی ابتداء سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اواخر میں جا کر شروع ہوئی۔ جب شیعہ، خوارج اور کچھ عرصہ بعد قدریہ وجود میں آ گئے۔ تاہم اس وقت تک بھی جمہور مسلمانوں کا مسلک قال اللہ و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ برصغیر کے جنوبی علاقوں جن میں مالابار اور سیلون وغیرہ شامل تھے، وہاں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمان تاجروں کے ذریعے اسلام کے قدم پہنچ چکے تھے۔ کچھ سالوں بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مکران فتح ہوا۔ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں عبیداللہ بن مہان اور بدمل نے سندھ کا کچھ حصہ فتح کیا۔ ۷۱۲ میں محمد بن قاسم نے ملتان تک کا علاقہ فتح کیا، اس تمام دور میں جتنے مسلمان سندھ میں آئے وہ کسی مخصوص مسلک کے پیروکار نہ تھے۔ اس کے بعد ۹۷۷ سے ۱۰۳۰ تک محمود غزنوی نے برصغیر پر ۱۷ حملہ کئے۔

محمود غزنوی کا پہلا حملہ ملتان پر ہوا اور انہوں نے حاکم ملتان ابوالفتح کو شکست دے کر ملتان پر قبضہ کیا۔ گویا محمود غزنوی کا پہلا حملہ باطنیوں یا قرامطی شیعیوں پر ہوا۔ تمام تاریخیں گواہ ہیں کہ محمود نے ابوالفتح پر اس لئے حملہ کیا تھا کہ اس نے یہاں مسلمانوں کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا ہوا تھا جو مصر کے فاطمین نے اہلسنت کے ساتھ، حسن بن صباح نے تمام عالم اسلام کے ساتھ یا بعد میں اودھ کے حکمرانوں نے اہلسنت کے ساتھ روا رکھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان پر محمود غزنوی کے حملے:

محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملے کسی مادی مقاصد کے لئے نہیں کئے بلکہ ان کے پیچھے دینی و مذہبی جذبہ کارفرما تھا۔ محمود غزنوی عباسی خلافت کے عامل تھے اور ان کی یہ ذمہ داری تھی کہ پوری مملکت اسلامیہ اور اس سے باہر جہاں بھی عباسی خلافت کے خلاف کوئی ریشہ دوانی ہورہی ہو وہ اسکا قلع قمع کریں اور انہوں نے یہی کیا۔

دراصل سلطان محمود غزنوی جس زمانے میں ہندوستان پر حملہ آور ہوئے وہ عباسی خلیفہ امیر القادر باللہ رحمہ اللہ کا دورِ خلافت تھا۔ امیر القادر باللہ رحمہ اللہ خلیفہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے پائے کے عالم و فقیہہ اور صاحبِ تصنیف تھے۔

علامہ ابن کثیر البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ صفحہ ۳۰۸ میں خلیفہ موصوف کی بابت لکھتے ہیں کہ

> ''خلیفہ القادر باللہ نیک سیرت خلفاء اور اس زمانے کے سادات العلماء میں سے تھے، بہت زیادہ صدقہ وخیرات کرتے تھے اور احسن عقائد کے مالک تھے کان کثیر الصدقة حسن الاعتقاد۔ انہوں نے فضائل صحابہ وغیرہ میں قصیدہ بھی تصنیف کیا تھا و صنف قصيدة فيها فضائل الصحابة و غير ذلک''۔

انہیں خلیفہ القادر باللہ رحمہ اللہ کے بارے میں البدایہ والنہایہ کی اگلی جلد، جلد ۱۲ میں ۴۰۸ ہجری کے واقعات کے ضمن میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ

> ''۴۰۸ ہجری میں خلیفہ القادر باللہ رحمہ اللہ نے معتزلی فقہاء سے توبہ کروائی جس پر ان فقہاء نے عقائد اعتزال و رفض اور مخالف اسلام مقالات سے بیزاری کا اظہار کرکے رجوع کیا۔ خلیفہ نے ان سے تحریراً اقرار لیا کہ اگر

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وہ کبھی اس توبہ کی مخالفت کریں گے تو وہ ایسی سزا اور عقوبت کے مستوجب ہوں گے جو دوسروں کے لئے عبرت ہو''۔①

انہیں متقی و پابند سنت خلیفہ کے دور میں سندھ و ملتان کے علاقوں میں قرامطہ اور اسماعیلیہ کو کچھ عرصے کے لئے سیاسی اقتدار حاصل ہوگیا تھا، یہاں تک کہ بقول علامہ ابن کثیر پوری مملکت اسلامیہ سے جدا یہاں مصر کے عبیدی فاطمی حکمرانوں جو کہ مذہباً رافضی تھے کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ یہ قرامطی مسلسل خلافت اسلامیہ کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے تھے جس پر امیر المومنین القادر باللہ رحمہ اللہ نے سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کو فرمان بھیجا کہ اپنے زیر نگیں علاقوں میں روافض و اسماعیلیہ و باطنیہ وقرامطہ وجہمیہ والمشبہ گمراہ فرقوں کی تحریکات کا قلع قمع کرنے کے انتظام کریں۔ چنانچہ سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ نے امیر المومنین کے حکم کی تعمیل میں ہندوستان کے مختلف علاقوں یعنی سندھ و گجرات سے لے کر خراسان تک میں ان تمام فرقوں کی سرکوبی کی۔②

چونکہ یہ فرقے بار بار اپنا سر اٹھاتے تھے سو سلطان محمود غزنوی کو ان کے مستقل استیصال کے لئے بار بار ملتان، سندھ اور گجرات کے علاقوں پر حملہ آور ہونا پڑتا۔ علامہ ابن کثیر اس متعلق لکھتے ہیں کہ

''سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ نے اپنی زیر حکومت سب مملکتوں میں امیر المومنین القادر باللہ کے نام کے خطبے دوبارہ پڑھوائے بلکہ جب مصر کے فاطمی عبیدی حکمرانوں نے اپنے سفیروں کے ذریعے سلطان کو لالچ دینے کے لئے ان کی خدمت میں ہدیئے اور مکتوبات بھیجے کہ سلطان محمود غزنوی

① صفحہ ۶.
② البدایہ والنہایہ جلد ۱۲ صفحہ ۶.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عباسی خلیفہ کو چھوڑ کر مصر کے عبیدی حکمرانوں کے طرفدار ہو جائیں اور قرامطیوں کے خلاف ہندوستان پر ان یورشوں کا سلسلہ بند کر دیں تو سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ نے وہ تمام ہدایا اور مکتوبات آگ میں جلوا دیئے اور ایسا ایک بار نہیں بلکہ کئی بار ہوا۔①

آج بھی کراچی سے تیس چالیس میل کے فاصلے پر کئی پختہ اور منقش قبریں دیکھی جاسکتی ہیں جو کہ قرامطیوں کی ہیں اور اس بات پر دال ہیں کہ کراچی اور اس کے گردونواح میں قرامطیوں کی سکونت اور ان کو اقتدار حاصل رہا تھا جس کا قلع قمع کرنے کے لئے سلطان محمود غزنوی کو خلیفہ القادر باللہ رحمہ اللہ کے حکم پر بار بار ہندوستان پر حملہ آور ہونا پڑا۔

المختصر سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کے دور میں ملتان اسماعیلیوں کا سب سے بڑا گڑھ تھا جہاں آئے دن عباسی حکومتوں کے خلاف ریشہ دوانیاں اور بغاوتیں پلان ہوتی تھیں۔ جتنے لوگ بھی مملکت اسلامیہ میں اسماعیلی داعی بن کر حکومت وقت کے خلاف بغاوت کرتے، پسپا ہونے پر روپوش ہونے کے لئے وہ ہندوستان کا ہی رخ کرتے اور یہی ایک جائے پناہ ان کو ملتی۔ اور یہاں اپنی طاقت پھر سے جمع کر کے وہ عباسی خلافت کے خلاف اقدامات کرتے رہتے، اسی لئے عباسی خلفاء محمود غزنوی کو ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے بھیجتے رہتے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محمود غزنوی رحمہ اللہ سے بہت پہلے اہل تشیع کے یہ فرقے برصغیر میں پہنچ کر اپنے قدم مضبوط کر چکے تھے۔

محمود غزنوی کے بعد ۱۱۷۵ سے ۱۲۰۶ تک شہاب الدین محمد غوری نے

① البدایہ والنہایہ جلد ۱۲ صفحہ ۲۹.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان پر گیارہ بار حملہ کیا۔ ۱۲۰۶ میں قطب الدین کو دہلی کی گورنری ملی۔ اس کے بعد دمیک ضلع جہلم کے مقام پر شہاب الدین محمد غوری بھی باطنیوں کے ہاتھ سے شہید ہوا۔ سلطان رضیہ کے زمانے میں ہزار ہا باطنیوں نے اکٹھے ہو کر عین جمعہ کی نماز میں مشغول ہزار ہا اہلسنت کو تلوار کی دھار پر رکھ لیا مگر چند سربرآوردہ امراء نے پہنچ کر حالات کو سنبھال لیا اور ان کا خاتمہ کیا۔①

ہندوستان میں شیعیت کا مزید فروغ ایران کے راستے ہوا سو مناسب خیال ہوتا ہے کہ اس متعلق بھی کچھ تفصیلات نہایت اختصار کے ساتھ ہدیۂ قارئین کر دی جائیں۔

ایران اور شیعیت:

اسلام کے پرچم کے زیرنگین آنے کے بعد سے ایران ہمیشہ سے ایک سنی المذہب و اہلسنت اکثریتی علاقہ تھا جہاں اہل تشیع کی حیثیت اقلیتی تھی۔ ملک میں زیادہ تر اہلسنت کا تعلق شافعی اور حنفی مذہب سے تھا۔ ایران میں شیعیت کا زور صفوی خاندان کے برسراقتدار آنے کے بعد سے ہوا۔ تاہم یہ یاد رہے کہ صفوی خاندان شروع میں شافعی مسلک اہلسنت تھا جس نے بعد میں صوفیت کے زیر اثر شیعیت کو قبول کر لیا تھا۔ صفویوں کے مورث اعلیٰ جناب شیخ صفی الدین تھے جو کہ مسلکاً شافعی صوفی تھے اور شیخ زاہد گیلانی کی خانقاہ میں شیخ کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے تھے۔

شیخ صفی الدین کے صاحبزادے شیخ صدر الدین تھے اور ان کے صاحبزادے جناب خواجہ علی (المتوفی ۸۳۰ ہجری) تھے جنہوں نے صفوی خاندان میں سب سے پہلے مذہب اثنا عشری قبول کرنے کا اعلان کیا، خواجہ علی صاحب نے نا صرف مذہب اثنا عشریہ قبول کیا بلکہ اس کے متعصب داعی و مبلغ بھی تھے۔ خواجہ علی کے مذہب شیعیت کو

① تاریخ مبارک شاہی.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قبول کرنے کے بعد ہی صفوی خاندان رافضیت کا پیروکار بنا۔ تاہم اس وقت تک یہ خاندان ملک گیری اور سیاست میں کچھ خاص مقام نہ رکھتا تھا یہاں تک کہ خواجہ علی کے بعد ان کے جانشین شیخ شاہ ہوئے اور شیخ شاہ کے جانشین ان کے صاحبزادے شیخ ضبید ہوئے جنہوں نے شروان شاہ سے اقتدار چھیننے کی اول کوشش کی۔ تاہم نہ شیخ ضبید اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوسکے اور نہ ہی ان کے صاحبزادے شیخ حیدر جنہوں نے اپنے مقلدین کو ۱۲ کونوں والی سرخ ٹوپی پہننے کا حکم دیا۔ یہ لوگ قزلباش کہلاتے تھے اور ٹوپی کے ۱۲ کونے اثنا عشری مذہب کے بارہ اماموں کی یادگار کے طور پر تھے۔ یہ سب حضرات مذہب شیعیت میں سخت غلو رکھتے تھے، تاہم اقتدار ہاتھ میں نہ ہونے کے سبب کچھ کر نہ سکتے تھے۔

یہاں تک کہ ۹۰۷ ہجری میں شیخ حیدر کے بیٹے شاہ اسماعیل صفوی اول کے ہاتھ میں اقتدار آ گیا، جس نے مذہب شیعیت کی تبلیغ میں بڑی سرگرمی دکھائی اور لوگوں کو زبردستی شیعیت قبول کرنے پر مجبور کیا۔ جن لوگوں نے شیعیت قبول کی ان کو بڑے بڑے عہدوں اور خلعتوں سے نوازا گیا جبکہ جنھوں نے اس بابت فرمان شاہی ماننے سے انکار کر دیا، ان کی جاگیریں ضبط کر لی گئیں اور ان کو صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ شاہ اسماعیل کے بعد اقتدار طہماسپ کے ہاتھ میں آیا، یاد رہے یہ وہی طہماسپ ہے جس کے پاس مغل بادشاہ ہمایوں نے شیر شاہ سوری سے ہزیمت وشکست کھا کر پناہ لی تھی، اور اسی پناہ کے نتیجے میں ہندوستان میں ایرانیوں اور اہل تشیع کی پہنچ ایوان اقتدار تک ہوسکی تھی ۔ طہماسپ صفوی کے مورث اعلیٰ سنی المذہب تھے یہ اتنی عام ومشہور بات تھی کہ عبید خان ازبک جیسے بندے نے اپنے ایک خط میں طہماسپ صفوی کو اس متعلق اشارہ کیا تھا کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''پدر کلاں شما جناب شیخ صفی را ہمچنیں شنیدہ ایم کہ مردے عزیز اہل سنت وجماعت بودہ''۔

اب اس سے آگے کی داستان شیخ محمد اکرام سے سینیے۔

اپنی کتاب رود کوثر جو کہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی مذہبی، ثقافتی اور علمی تاریخ اوران کے کارناموں پر مشتمل ایک اہم دستاویز کا درجہ رکھتی ہے، میں شیخ محمد اکرام رقم طراز ہیں:

ہندوستانی معاشرت پر ایرانی اورشیعہ اثرات:

ہمایوں نے ۱۵۴۰ء میں شیر شاہ سے شکست کھائی اور راجپوتانہ اور سندھ کے ریگستان میں پریشان پھرتا رہا۔ یہاں عمرکوٹ کے مقام پر اکبر پیدا ہوا۔ جب ہمایوں ہندوستان کی طرف سے بالکل مایوس ہوگیا اوراس کے بھائیوں نے اس کی کوئی مدد نہ کی تو اس نے ایران کا رخ کیا۔ ایران کا بادشاہ طہماسپ صفوی اس کے ساتھ بڑے حسنِ سلوک سے پیش آیا اور جب ایک عرصہ قیام کے بعد ہمایوں نے واپسی کا ارادہ ظاہر کیا تو اسے فوج دی جس کی مدد سے اس نے ۱۵۴۵ء میں قندھار اور ۱۵۵۰ء میں کابل فتح کرلیا۔

۱۵۵۵ء میں ہندوستان آیا اور دہلی اور آگرے پر قابض ہوگیا۔لیکن ابھی اپنی حکومت مستحکم کرنے کا موقع نہ ملا تھا کہ وہ اپنے کتب خانے کی سیڑھیوں سے پھسلا اور گر کر مرگیا۔حکومت کے استحکام کا کام اکبراوراس کے لائق اتالیق بیرم خاں کو کرنا پڑا۔جنہوں نے عادل شاہ سُور کے ہندو وزیر ہیمو بقال کوشکست دے کر خاندانِ سُور کا خاتمہ کردیا۔

جب ہمایوں سفر ایران کے بعد ہندوستان واپس آیا تو اس کے ساتھ بے شمار

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایرانی سپاہی، امراء اور علماء تھے اور اس وقت سے ایران اور ہندوستان کے زیادہ قریبی تعلقات کا آغاز ہوا۔ جن کی وجہ سے ہندوستان کی اسلامی تہذیب میں ایرانی اثرات تورانی اور عرب اثرات سے زیادہ نمایاں ہو گئے ہیں۔ اس سے پہلے بھی غزنویہ خاندان کے وقت سے ہندوستانی مسلمانوں کی ادبی اور درباری زبان فارسی تھی اور ایران سے قابل اور بہادر قسمت آزما ہندوستان آتے رہتے تھے لیکن ہمایوں کے بعد یہ سلسلہ بہت وسیع ہو گیا۔

ایران کے بڑے بڑے شاعر عرفی، نظیری، مشہور مصور مثلاً خواجہ عبدالصمد، میر علی فرخ اور قابل مدبر مردان، آصف خان وغیرہ ہمایوں کے جانشینوں کے عہد میں ہندوستان آئے اور علوم وفنون کی اشاعت اور اسلامی تہذیب وتمدن کی تشکیل میں بہت مفید ثابت ہوئے۔ بنا بریں مآثر رحیمی کا مصنف ایران کو دبستانِ ہند کہتا ہے۔ مغلیہ حکومت کے استحکام اور قرار میں بھی ایرانی ذہانت اور تدبر کو بڑا دخل تھا۔

مؤرخ لکھتے ہیں کہ

''ہمایوں ایران جا کر شیعہ ہو گیا تھا اور اسے شاہِ ایران سے مدد اس وعدہ پر ملی تھی کہ وہ اپنی مملکت میں شیعہ عقائد کی ترویج کرے گا۔ یہ تو غالباً غلط ہے لیکن اتنا قرین قیاس ہے کہ ہمایوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہو گا اور ذیل کی رباعی اس سے منسوب کیا جاتی ہے۔

ہستیم زجاں بندۂ اولادِ علی
ہستیم ہمیشہ شاد بادِ یادِ علی
چوں سر ولایت زعلی ظاہر شد
کردیم ہمیشہ وردِ خود نادِ علی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ جب وہ ہندوستان واپس آیا تو شیعہ عمال کا زیادہ عمل دخل ہو گیا اور انہیں اپنے مذہبی معاملات میں زیادہ آزادی مل گئی۔ ہمایوں کا وزیر با تدبیر بیرم خاں خود شیعہ تھا اور شیخ گدائی جنھیں عہدِ اکبری میں سب سے پہلے شیخ الاسلام کا عہدہ ملا، شیعہ عقائد کے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف میں بیرم کا ایک پُر جوش قصیدہ مآثر رحیمی میں نقل ہوا ہے، جس کا مطلع ہے۔

شہے کہ بگزرد از نہ سپہر افسر او
اگر غلامِ علی نیست خاک برسر او!

لیکن عام طور پر ملکی، معاشرتی اور مذہبی معاملات میں بیرم خاں اس قدر محتاط اور مرنجاں مرنج تھا کہ اگرچہ شیخ گدائی کی تعیناتی کو کئی تورانی امراء نے ناپسند کیا لیکن مذہبی حلقوں میں اس کے خلاف شکایت کا ایک حرف نہیں ملتا۔ مُلّا عبدالقادر بدایونی جیسا بزرگ اس کی تعریف میں رطب اللسان ہے اور شیخ عبدالحق محدث اس کی نسبت لکھتے ہیں:

''خانخانان محمد بیرم خان کہ باوجود علو منصب وجاہ وجلال زیادہ از ہر چہ تصور تواں نمود بسلوک طریقۂ درویشاں واعتقاد محبت ایشاں جود وتواضع ورعایت طریقۃ التعلیم الامر اللہ و الشفقت علیٰ خلق اللہ اتصافے کامل وتوفیقے شامل داشت ومصدوق عاش سعیداً ومات شہیداً بود''۔

ہمایوں کے بعد شیعہ حضرات کی ایک کثیر تعداد ایران سے اس زمانے میں آئی جب وہاں ۱۵۷۶ء میں شاہ اسماعیل ثانی نے اہلسنت والجماعت کا طریقہ اختیار کیا اور سُنّی عقائد کے عارضی فروغ کے دوران میں برگزیدہ شیعہ علماء اور اکابر پر سختی شروع ہوئی۔ شیعہ حضرات کی آمد کا سلسلہ اور وسیع ہو گیا اور شمالی ہند میں بھی شیعوں کی معقول

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تعداد ہوگئی۔ حتیٰ کہ ایک انگریز اہل قلم ہالسٹر کے اندازے کے مطابق اورنگ زیب کے امراء میں اکثریت شیعوں کی تھی۔ ایرانی النسل افراد کے علاوہ سادات بارہہ شیعہ تھے۔ اٹھارہویں صدی میں اودھ، مرشد آباد وغیرہ میں شیعہ ریاستوں کا قیام بعض اوقات سیاسی اور مذہبی پیچیدگیوں کا باعث ہوا ہے لیکن عام طور پر شیعوں نے ملّی مفاد کو مدنظر رکھا اور اپنی ذہانت، بلند نظری اور قابلیت سے ہماری تمدنی اور ادبی تاریخ میں کئی رنگین باب اضافہ کئے۔

اہل سنت حضرات نے بھی بالعموم ان سے دوستی اور رواداری کا سلوک کیا ہے اور غالب کو اردو کا بہترین شاعر، آزاد کو اردو کا بہترین نثر نگار اور رائٹ آنربیل سید امیر علی کو اسلام کا بلادِ مغرب میں بہترین ترجمان سمجھتے وقت کسی کو ایک لمحہ کے لئے خیال نہیں آیا کہ وہ شیعہ تھے یا سُنّی!

اسلامی ہند کی تاریخ میں شیعہ اور سُنّی شخصیتوں کو علیحدہ کرنا بڑا مشکل ہے۔ کیونکہ ایک تو بعض شیعہ حضرات افشائے مذہب کے معاملے میں تقیہ اور احتیاط کے قائل ہیں۔ دوسرے پاکستانی ہندوستانی اہل سنت والجماعت میں تفضیلیوں کی کوئی کمی نہیں۔ چنانچہ متعدد ممتاز ہستیوں مثلاً میر سید علی ہمدانی، خواجہ محمود گاوان اور حضرت گیسو دراز کی نسبت اختلاف ہے کہ وہ شیعہ تھے یا سنّی۔ عام طور پر اب مذہبی عقائد کی یہ حالت ہے کہ کسی بحث کے وقت یا ضد اور سینہ زوری کی وجہ سے کوئی اختلاف ظاہر ہو تو ہو، ورنہ عموماً شیعہ وسُنّی شیر وشکر ہوکر رہتے ہیں اور انہیں ایک دوسرے سے تمیز کرنا مشکل ہے۔①

① رودِ کوثر صفحہ ۳۲ تا ۳۵.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تفضیلیت:

شیخ محمد اکرام نے درج بالا اقتباس کی آخری سطروں میں نہایت عمدہ اور زیرک نشاندہی کی کہ ہندوستان میں شیعہ سنی اختلاط کے سبب عقائد اہلسنت کی بھی یہ حالت ہو چلی ہے کہ دونوں مسالک میں باہم تعارض محسوس نہیں ہوتا جس کی ایک بڑی وجہ تفضیلیت کا فروغ بھی رہا ہے۔ تفضیلیت کے پروردہ افراد اس امت میں کافی پرانے رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خلفائے ثلاثہ کے مقابلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے قائل ہیں، تاہم شیخین کی خلافت کو بھی حق جانتے ہیں۔ عقائد میں کسی حد تک جبکہ فروع میں معروفاً یہ اہل سنت کے پابند ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں غالی بھی پائے جاتے ہیں تو غیر غالی بھی۔

ان کے غالی حضرات سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ سے افضل اور ان تینوں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مفضول مانتے ہیں۔ اہل تشیع کی طرح یہ پنج تن پاک اور چہاردہ معصوم کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ وہ تمام ۱۲ حضرات جو اہل تشیع کے بارہ اماموں کے طور پر معروف ہیں، ان حضرات کے ہاں خصوصی اہمیت کے حامل ہیں اور اہل تشیع کی طرح یہ ان کے نام کے ساتھ امام وعلیہ السلام کے سابقے اور لاحقے لگاتے ہیں۔

ان حضرات پر وہ مثال صادق آتی ہے کہ آدھا تیتر آدھا بٹیر۔ اس گروہ کے افراد ہر وقت ائمہ اہل بیت کا دم بھرتے ہیں اور واقعہ کربلا اور دوسرے مصائب علویہ پر اہل تشیع ہی کی طرح واویلا کرتے نظر آتے ہیں۔ نواب امداد امام صاحب نے مصباح الظلم میں بعنوان حضرات تفضیلیہ کا بے تکا پن ان لوگوں کی بابت مفصل کلام کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاننا چاہیے کہ مسلمان یا تو سُنّی ہوسکتا ہے یا شیعہ۔ مگر ان دونوں کے بین بین کوئی مذہب نہیں رکھ سکتا۔ دونوں مذاہب اپنے اپنے اصولوں کی پابندی رکھتے ہیں۔ مگر یہ فرقہ ایک عجیب درمیانی رنگ رکھتا ہے۔ یعنی عصمت چہاردہ معصوم کا عقیدہ تو شیعوں کا سا ہے اور امرِ خلافت میں عقیدہ اہل سنت کا پابند ہے۔ یہ دو متناقص عقیدے شخص واحد کے دماغ میں کیونکر جگہ پاسکتے ہیں، راقم کے فہم سے باہر ہے۔

ان حضرات کی ایک نمایاں خصوصیت ان کی شیخ عبدالقادر جیلانی سے از حد زیادہ عقیدت و ارادت بھی ہے۔ یہ حضرات شیخ جیلانی کی وضعی کرامات اور خرقِ عادات امور کے تذکروں میں اپنا بیشتر وقت صَرف کرتے ہیں۔ ان کے ہاں عبدالقادر جیلانی کو اسی طور کی مافوق الفطرت حیثیت حاصل ہے جو کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اہل تشیع کے ہاں حاصل ہے۔ ان کا یہاں تک ماننا ہے کہ معراج میں عبدالقادر جیلانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ لیکن مقامِ حیرت ہے کہ اہل تشیع شیخ جیلانی سے سخت بغض وعداوت رکھتے ہیں اور ان کو کافر جانتے ہیں کیونکہ خود شیخ جیلانی بھی اہل تشیع کی تکفیر کے قائل تھے۔

یہ گروہ کسی خاص نام سے معروف ومجتمع نہیں بلکہ یہ ایک سوچ ہے جس کو تفضیلیت کہا جاتا ہے اور یہ اہل سنت کے تمام مکاتب فکر میں کسی نہ کسی حد تک موجود ہے۔ اہل بریلویہ میں طاہر القادری صاحب اور ان کے پیروکار بھی کافی حد تک تفضیلیت کی راہ کے راہی ہیں اسی لئے طاہر القادری صاحب کی طرف سے اکثر تقاریر میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے سخت ناگفتہ بہ خیالات کا اظہار ملتا ہے جو کہ عموماً اہلسنت کا مزاج نہیں ہے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بزعم خویش اہلحدیث عالم مولانا اسحٰق جھالوی بھی اسی گروہ کی قبیل سے تعلق رکھتے ہیں اسی لئے راسخ العقیدہ اہل حدیث علماء نے ان کی اہلحدیثیت کا انکار کر کے ان کو نیم رافضی وگمراہ قرار دیا۔ دراصل حقیقت بھی یہی ہے کہ آج کے دور میں نیم رافضیت کی اصطلاح دراصل اس فرقہ تفضیلیت کا ہی جدید نام ہے۔

ماضی بعید میں مسلمانوں میں بہت سے مؤرخین وعلماء ایسے گزرے ہیں جبکہ ماضی قریب بھی اس طرح کے لوگوں سے خالی نہیں جو خود کو اہل سنت کہلواتے رہے لیکن اصل میں اسی گروہِ تفضیلت کے پیروکار تھے جیسے کہ علامہ وحید الزماں مترجم صحاح ستہ وغیرہ۔

دورِ حال میں انجینئر محمد علی مرزا بھی اصل میں فرقۂ تفضیلیہ کے ہی داعی ہیں۔

جبکہ اہلحدیث و دیوبند و بریلوی حضرات میں بھی چند حضرات اس طرح کی سوچ کے حامل ہیں جن کی پہچان یہ ہے کہ وہ واقعہ کربلا کا اسی طور سے تذکرہ کرتے پائے جاتے ہیں جیسے کہ اہل تشیع کرتے ہیں، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ کے ناموں کے آگے اصرار کر کے امام وعلیہ السلام کے سابقہ ولاحقہ لگاتے ہیں، مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ابحاث میں الجھ کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطائے اجتہادی پر باور کروانے پر اپنا پورا زور صرف کرتے ہیں اور اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ خطائے اجتہادی کو نصِ قرآنی کی مخالفت تک گرا کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو مطعون کرتے ہیں۔

یہ حضرات موقع بموقع سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کی دہائیاں دیتے نظر آتے ہیں جن میں اکثر و بیشتر وضعی روایات سے استدلال کرتے ہیں جبکہ باقی خلفائے ثلاثہ و اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کی بابت ان کے ہاں کوئی خاص حمیت نظر نہیں آتی۔

یہی وہ حضرات ہیں جنہوں نے بجا اہل سنت کی شخصیات پر دفاعِ صحابہ رضی اللہ عنہم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے جرم میں اور واقعۂ کربلا کی وضعی روایات کا قائل نہ ہونے کے سبب ناصبیت کی تہمت لگانے کا آغاز کیا جبکہ یہ خود کئی جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں سوءِ ادبی کرتے نظر آتے ہیں جیسا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ومغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وغیرہم۔ یہ سوچ وفکر اب اہل سنت میں کافی پھلتی پھولتی جارہی ہے جس کی ساری آبیاری حُبّ اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق غلو پر مبنی ہے۔

شیخ محمد اکرام نے اپنے اس اقتباس میں بعض ایسے حضرات اور صوفیاء کا تذکرہ بھی کیا جن سے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا ان کا تعلق اہلسنت والجماعت سے تھا یا گروہِ اہل تشیع سے۔ تاہم اس سلسلے میں آپ نے صرف دو حضرات کے نام لئے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر میں ایسی کئی شخصیات پائی گئی ہیں جن کی تعلیمات اہلسنت کے مقابل اہل تشیع سے زیادہ قربت رکھتی تھی۔ ان حضرات میں نمایاں نام بری امام سرکار، عبداللطیف بھٹائی اور لعل شہباز قلندر وغیرہ کا ہے۔ اب ہم کوشش کرکے اپنے اس دعویٰ کے دلائل سپردِ قلم کرنے لگے ہیں۔

بری امام سرکار:

پروفیسر یوسف سلیم چشتی اپنے رسالے اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش میں لکھتے ہیں:

> ''جس زمانے میں قرامطہ نے اپنی تبلیغی سرگرمیاں شروع کیں مسلمانوں میں تصوف کا آغاز ہو چکا تھا اور مختلف سلسلے قائم ہو چکے تھے۔ قرامطہ نے صوفیوں کے حلقوں میں مقبولیت حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو صوفی ظاہر کیا۔ اور اسلامی تصوف میں غیر اسلامی عقائد کی آمیزش کرکے ایران

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں غیر اسلامی تصوف کی بنیاد رکھ دی جو رفتہ رفتہ تمام مسلمانوں میں شائع ہو گیا''۔①

اسی طرح آگے جا کر ایک غیر مسلم محقق اے ای کرمسکی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اسماعیلی دعاۃ نے جو پندرھویں صدی عیسوی کے آغاز میں ہندوستان میں آئے، صوفیوں کا طریقہ اختیار کیا اور ہندوؤں سے کہا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ وشنو کے دسویں اوتار تھے۔ چنانچہ پیر صدر الدین نے اسی حکمت عملی سے کام لے کر بہت سے ہندوؤں کو اپنے مذہب کا پیرو بنا لیا۔②

اس تمہید کے بعد اب ذرا اسلام آباد میں واقع بری امام سرکار سے متعلق معلومات پر ایک نظر ڈال لیتے ہیں۔ یہ مقبرہ بری امام کا بتایا جاتا ہے جہاں بڑے بڑے سیاسی لیڈر تک حاضری دینے جاتے ہیں۔ بری امام کا اصل نام عبد اللطیف کاظمی مشہدی تھا جو کہ ضلع چکوال میں ۱۶۱۷ عیسوی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سید محمود شاہ کاظمی صاحب تھے جو کہ حوزہ علمیہ نجف اشرف کے فارغ التحصیل تھے اور بری امام کے بچپن میں ہی ضلع چکوال سے نقل مکانی کر کے موضع سید کسراں، گوجر خان آ گئے تھے جو کہ ایک شیعہ اکثریتی علاقہ تھا۔

بری امام نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لئے عراق و ایران کا سفر کیا اور مشہد، کربلا، نجف اشرف اور سامرہ کے کئی اساتذہ کے آگے زانوئے تلمذ کرنے کے بعد واپس ہندوستان کا رخ کیا اور کچھ عرصہ موضع سید کسراں میں اپنے مذہب کی نشر و اشاعت کے بعد اپنے والدین اور خاندان والوں

---

① صفحہ ۲۷۔

② مجلہ اسلامک کوارٹر جلد ۶، شمارہ ۳، ۴ بابت جولائی اکتوبر ۱۹۶۱ صفحہ ۸۷ حاشیہ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ راولپنڈی سے چند میل کے فاصلے پر منتقل ہو کر اپنی خانقاہ کی بنیاد رکھی اور ایک خلق کثیر کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ لعل شہباز قلندر کی مدحت میں گایا جانے والا مقبول گانا دما دم مست قلندر، علی دا پہلا نمبر بری امام کا ہی تحریر کردہ بتایا جاتا ہے۔ (واللہ اعلم)

الغرض بری امام نے ایک شیعہ گھرانے میں آنکھ کھولی، شیعہ محلے میں پرورش پائی، ایران و عراق کے شیعہ مراکز سے دینی علوم میں رسوخ پیدا کیا اور بعد میں صوفیت کا لبادہ اوڑھ کر اپنے شیعی اور تفضیلی نظریات کو عوام الناس میں پھیلایا۔ افسوس اس بات کا ہے کہ کم علم سنی عوام ان کو اہلسنت صوفی قرار دے کر ان کے نا صرف گرویدہ بنے بیٹھے ہیں بلکہ ان کی تشیع سے پُر تعلیمات کے زیر اثر تفضیلیت کا مذہب اختیار کرتے جارہے ہیں۔ جبکہ ۱۹۹۸ میں تحریک اتحاد اسلامی پاکستان کے شیعہ سربراہ سید ریاض حسین نقوی نے واشگاف الفاظ میں بیان دیا تھا کہ بری امام سرکار ائمہ اہل تشیع اور نجیب الطرفین کاظمی تھے اور ان کے تمام اہلخانہ بھی مذہب اہل بیت پر کاربند رہے ہیں۔①

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں وارد ہونے والے اکثر صوفی عقائد میں شیعی نظریات کے علمبردار تھے جو کہ عوام الناس کے سامنے خود کو اہلسنت صوفی ظاہر کرتے تھے۔ اسی طرح کے غالی صوفیوں کی تعلیمات کا کرنا ہوا کہ اہلسنت کا ایک پورا طبقہ پیر پرستی، تشیع اور شرک میں مبتلا ہوتا چلا گیا۔ لعل شہباز قلندر سے لے کر شاہ عبداللطیف بھٹائی تک اور شمس تبریزی سے لے کر بلھے شاہ تک، اکثر و بیشتر صوفی تفضیلی تھے جو کہ عقائد میں اہل تشیع اور فروعات میں اہلسنت نظریات کے حامل تھے اور برصغیر پاک و ہند میں شیعیت پھیلانے میں کلیدی کردار بھی انہیں بزرگوں نے ادا فرمایا۔

① روزنامہ اوصاف، ۱۱۹ پریل ۱۹۹۸۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شاہ عبداللطیف بھٹائی:

بری امام سرکار کی طرح شاہ عبداللطیف بھٹائی بھی ایک ایسا نام ہیں جن کے اصل مسلک سے متعلق ہمیشہ اختلاف ہی رہا۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی سندھ کے ایک بڑے صوفی شاعر گزرے ہیں جو کہ مشہور صوفی بری امام کی دعا کے نتیجے میں ۱۱۰۱ ہجری میں سید حبیب شاہ کے ہاں موجودہ ضلع مٹیاری کی تحصیل ہالا میں متولد ہوئے۔ روایت کیا جاتا ہے کہ آپ کے والد سید حبیب شاہ ہالا حویلی میں رہتے تھے۔

اس علاقے کی برگزیدہ ہستیوں میں ان کا شمار ہوتا تھا اور عبداللطیف کاظمی المعروف بری امام صاحب کے مرید خاص تھے۔ سید حبیب شاہ صاحب نے تین نکاح کئے لیکن اولاد نرینہ کسی سے نہ مل سکی۔ جس پر ان کے مرشد بری امام صاحب نے اس وعدے کے ساتھ ان کے لئے اولاد نرینہ کی دعا کی کہ اگر لڑکا ہوگا تو اسکا نام ان کے نام پر عبداللطیف رکھا جائے۔ جس پر سید حبیب شاہ کی پہلی بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام عبداللطیف رکھا گیا لیکن وہ کچھ عرصہ بعد بچپن میں ہی فوت ہوگیا۔ اس کے بعد اسی بیوی کے ہاں دوبارہ اولاد نرینہ ہوئی جو کہ بعد میں چل کر مشہور صوفی شاہ عبداللطیف بھٹائی کے نام سے مشہور ہوئے۔

جیسا کہ ہم وضاحت کر آئے ہیں کہ بری امام صاحب مسلکاً شیعہ تھے اور ان کے آباؤ اجداد کا بھی یہی مذہب بتایا جاتا ہے۔ سو عبداللطیف بھٹائی کے والد سید حبیب شاہ کا بری امام صاحب کا مرید خاص ہونے سے یہی بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ وہ بھی اپنے مرشد کے مسلک کے ہی پیروکار تھے۔

اس بات کی مزید تائید شاہ عبداللطیف بھٹائی کے آباؤ اجداد کے حالات کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ورق گردانی سے بھی ہوتی ہے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی کے آباؤ اجداد سادات کے ایک اہم خاندان سے تعلق رکھتے تھے جن کا سلسلہ نسب سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملایا جاتا ہے۔ ان کے خاندان کے ایک بزرگ جناب سید میر علی امیر تیمور لنگ کے ندیم خاص تھے جبکہ امیر تیمور لنگ کا اہل بیت کی محبت میں غلو، اہلسنت کے لئے بغض اور شیعیت کے لئے نرم گوشہ کسی سے مخفی نہیں۔ ان سید میر علی کے ایک صاحبزادے سید حیدر شاہ امیر تیمور لنگ کے زمانے میں اس کی عنایات کے طفیل میں ہرات سے سندھ ہالا آکر بس گئے تھے، انہی کی آل اولاد میں عبداللطیف بھٹائی کا شمار ہوتا ہے۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی اپنی زندگی میں سہون شریف اور ملتان کی ''زیارت'' کے بعد دامن کشمیر بھی آئے اور اپنے والد کے مرشد خاص جناب بری امام کی خانقاہ پر چلہ کشی کی۔ بعض روایات میں اورنگزیب اور شاہ عبداللطیف بھٹائی کی ملاقات کے ثبوت ملتے ہیں لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کٹر سنی ہونے کے ناطے اورنگزیب کو شاہ عبداللطیف بھٹائی سے کوئی خاص عقیدت پیدا نہ ہوسکی البتہ اورنگزیب سے زیادہ شاہجہاں، داراشکوہ اور بہادر شاہ اول عبداللطیف بھٹائی کے عقیدتمند بن گئے تھے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ اورنگزیب کے انتقال کے فوراً بعد بہادر شاہ اول نے مسند اقتدار سنبھالتے ہی اعلانیہ شیعہ مذہب اختیار کرلیا تھا، جس کی وجہ دوسرے خارجی عناصر کے ساتھ ساتھ شاہ عبداللطیف بھٹائی کی عقیدت وصحبت بھی سمجھ میں آتی ہے۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی اپنی آباد کردہ بستی ''بھٹ شاہ'' کی وجہ سے بھٹائی کہلاتے ہیں، بھٹ شاہ میں مقیم تمام لوگ شاہ عبداللطیف بھٹائی کے عقیدتمند اور ان کی صوفیانہ تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔ یاد رہے یہ وہی بستی ہے جہاں ماضی قریب میں سیدنا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عمر رضی اللہ عنہ کا پتلا جلایا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب کے عقید تمندوں میں اہلسنت سے زیادہ اہل تشیع حضرات پائے جاتے ہیں اور شاہ صاحب کا دربار سندھ میں مذہب شیعہ کے فروغ کا ایک اہم مرکز تصور ہوتا ہے۔

اسی بات کی طرف شیخ محمد اکرام صاحب ''رودکوثر'' صفحہ ۶۳۲ میں لکھتے ہیں:

''مغربی پاکستان بالخصوص سندھ اور جنوب مغربی پنجاب میں کئی صوفی خانوادے ایسے ہیں جن کے بزرگ شیعہ خیالات کے حامل ہیں۔''

علاء الدین خلجی اور رانی پدماوتی:

یہی وجہ رہی کہ اکثر صوفیاء نے لوک داستانوں کے بھیس میں ہندوستان کے ایسے حکمرانوں کو بدنام کرنا چاہا جو سُنّی المذہب ہونے کے ساتھ ساتھ کسی حد تک ہندوستان کی خوشحالی کے لئے سخت گیر بھی تھے اور ہر مبتدع گروہ کی طرف سے اٹھنے والی سرکشی کا ابطال کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے۔ اس بات میں قطعی مبالغہ نہ ہوگا کہ جس قدر متعصب ہندو مؤرخین نے برصغیر کے مسلم حکمرانوں کی سیرت کو آلودہ کرنا چاہا اسی قدر تشیع سے متاثر صوفیاء نے بھی اپنی گھڑی ہوئی وضعی حکایات کے ذریعے ان حکمرانوں کے دامن کو تر کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس کی بین مثال تاریخ کے صفحات میں مذکور علاء الدین خلجی اور چتوڑ کی رانی پدماوتی کی خیالی داستان ہے۔ جس میں علاء الدین خلجی کو ایک وحشی اور ظالم حکمران کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جو کہ چتوڑ پر حملہ وہاں کے راجہ رتن سین کی دوسری رانی پدماوتی کی خوبصورتی کا سن کر اس کو پانے کے لئے کرتا ہے۔

پہلی بات تو یہ یاد رہے کہ علاء الدین خلجی کا چتوڑ پر حملہ صرف اور صرف میواڑ کو دہلی سلطنت کا باج گزار بنانے کے لئے تھا۔ اس کے پیچھے کسی رانی کو پانے کا کوئی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خواب یا مقصد کسی ہم عصر مورخ نے کبھی بیان نہیں کیا۔ جناب امیر خسرو جو کہ علاء الدین خلجی کے ساتھ اس لشکر میں شامل تھے جو کہ چتوڑ کا قلعہ فتح کرنے گیا تھا اور جنھوں نے چتوڑ پر حملے کی پوری داستان کو اپنی تصنیف خزائن الفتوح میں بیان کیا ہے، وہ چتوڑ پر حملے کی ایسی کوئی وجہ نہیں لکھتے۔

تاریخ فیروز شاہی کے مولف جناب ضیاء الدین برنی جو کہ چتوڑ کے محاصرے کے وقت جوان تھے، اپنی تاریخ میں علاء الدین خلجی کے چتوڑ پر حملہ کرنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ علاء الدین خلجی کے کوتوال علاء الملک نے خلجی کو چتوڑ پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا تھا کیونکہ میواڑ کی ریاست نے علاء الدین خلجی کے خلاف بغاوت کرنے والوں کو پناہ دے رکھی تھی۔ ضیاء الدین برنی رانی پدماوتی یا اس کی وجہ سے چتوڑ پر حملہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔

اسی طرح سے ایک اور مورخ عبدالملک عصامی جو کہ بہمنی سلطنت کا درباری شاعر اور مورخ تھا اور چتوڑ کے محاصرے کے ۸ سال بعد پیدا ہوا تھا وہ بھی علاء الدین خلجی کے چتوڑ پر حملے کی وجہ باغیوں کے وہاں پناہ گزین ہونے کو قرار دیتا ہے۔

یاد رہے کہ مورخ ضیاء الدین برنی اور عبدالملک عصامی دونوں خلجی خاندان کے حریف خاندانوں کے دلدادہ تھے، گویا ان کی گواہی دشمن کی گواہی قرار دی جاسکتی ہے سو اگر چتوڑ کے محاصرے میں رانی پدماوتی کو پانے کا کوئی مقصد ہوتا تو یہ دونوں مورخین اس بات کو ضرور بڑھا چڑھا کر بیان کرتے۔ ان کا اس طور کی کسی وجہ کا ذکر نہ کرنا ہی اس بات کو ثابت کر دیتا ہے کہ علاء الدین کے چتوڑ پر حملے کی وجہ کوئی رانی نہیں تھی، بلکہ یہ باغیوں کو پناہ دینے کی سزا اور ملک گیری کی ایک مہم تھی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رانی پدماوتی کا قصہ اس متعلق کیوں مشہور ہوا تو شکرادا کیجئے بلھے شاہ اور ملک محمد جیسے صوفی شعراء کا جو کہ شاعری کے نام پر دین اسلام میں الحاد اور تاریخ کو مسخ کرنے کا کام بخوبی کر گزرے ہیں۔ رانی پدماوتی کی خیالی کہانی سب سے پہلے مغل بادشاہ بابر کے زمانے کے صوفی شاعر ملک محمد متوفی ۱۵۴۲ عیسوی نے چتوڑ قلعے کے محاصرے کے کوئی ۲۳۷ سال کے بعد اپنی نظم میں تحریر فرمائی۔ گویا ہیر رانجھا، لیلیٰ مجنوں کی طرز پر صوفی ملک محمد صاحب نے ایک دیومالائی کہانی تصنیف کی جس میں بیان کیا کہ

علاء الدین خلجی کو رانی پدماوتی کے حسن کی بابت راجہ رتن سین کا مہا پنڈت راگھو چیتن بتاتا ہے جس کو راجہ رتن سین اس جرم میں ملک بدر کر دیتا ہے کہ وہ رانی پدماوتی اور راجہ رتن سین کو خلوت میں دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ راجہ رتن سین سے انتقام لینے کی غرض سے مہا پنڈت علاء الدین خلجی کو رانی پدماوتی کے حسن کی تفصیلات بتا کر میواڑ پر چڑھائی کرنے کا مشورہ دیتا ہے۔ رانی کے حسن کی تفصیل سے متاثر ہو کر علاء الدین خلجی دہلی سے میواڑ چڑھائی کرنے پہنچ جاتا ہے۔ لیکن راجہ رتن سین کی موت اور قلعہ فتح کرنے کے باوجود وہ رانی پدماوتی کو حاصل نہیں کر پاتا کیونکہ قلعہ فتح ہونے سے قبل ہی راجہ رتن سین کی موت کا سن کر رانی پدماوتی اپنے محل کی سینکڑوں داسیوں کو لے کر آگ میں کود جاتی ہے تاکہ علاء الدین خلجی اور اس کے سپاہیوں کے ناپاک وجود سے خود کو بچا سکیں۔ آگ میں کودنے کی اس رسم کو جوہر کہا جاتا ہے اور اس رسم کو ادا کرنے کی وجہ سے رانی پدماوتی کو ہندوؤں کی لوک کہانیوں میں دیوی مانا جاتا ہے۔

صوفی شاعر ملک محمد نے بغیر کسی سند اور پچھلے مورخ کا ذکر کئے اس کہانی کو نظم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں پیش کیا اور وہاں سے دیگر صوفیاء اور ہندو مورخین نے اس کہانی کو اخذ کر کے اس میں مزید مرچ مسالہ لگا کر مسلمان بادشاہ علاء الدین خلجی کو خوب بدنام کیا جبکہ پدماوتی کی اس کہانی میں کوئی صداقت نہیں اور نہ ہی علاء الدین خلجی نے چتوڑ پر حملہ کسی رانی کے لئے کیا تھا۔

اور جہاں تک بات رہی کہ علاء الدین خلجی ایک وحشی اور ظالم حکمران تھا جس کی رعیت اس کے ظلم و جبر کا شکار تھی تو یہ بات بھی سر تا پا غلط ہے۔ البتہ یہ حقیقت ہے کہ خلجی خاندان کا پہلا بادشاہ اور علاء الدین خلجی کا سگا چچا جلال الدین خلجی بہت نرم دل تھا، یہاں تک کہ وہ باغیوں کو بھی پکڑے جانے پر معاف کر دیا کرتا تھا جس کی وجہ سے امور ملکی میں خلل پڑنا شروع ہو گیا تھا۔ یہی وجہ ہوئی کہ جب جلال الدین خلجی کی نرم دلی کی شہرت عام ہوئی تو ملک بھر میں چوروں، ڈاکوؤں اور رہزنوں نے سر اٹھا کر فتنہ فساد پھیلانا شروع کر دیا اور جب وہ گرفتار ہو کر بادشاہ کے پاس لائے جاتے تو بادشاہ ان کو پیروں اور مشائخ کی طرح بغیر سزا دیئے وعظ و نصیحت کر کے چھوڑ دیتا اور وہ لوگ واپس جا کر پھر سے لوٹ مار کا بازار گرم کرتے۔ اس ڈھیل کی وجہ سے بادشاہ کے خلاف جگہ جگہ سازشیں شروع ہو گئیں اور خلجی امراء یہ کہنے لگے کہ اب بادشاہ سٹھیا گیا ہے اور حکومت کے لئے ناموزوں ہو گیا ہے۔ بہتر ہے کہ اسے معزول کیا جائے اور اس کی جگہ کوئی دوسرا موزوں شخص تخت نشین ہو۔

یہ وہ حالات تھے جنھوں نے جلال الدین خلجی کے بھتیجے اور داماد علاء الدین خلجی کو اپنے چچا کے قتل پر ابھار کر زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لینے پر آمادہ کیا۔ علاء الدین خلجی کا حال اپنے چچا جلال الدین جیسا نہ ہو، اسی لئے علاء الدین خلجی نے حکومت میں آتے ہی چوروں، ڈاکوؤں اور باغیوں کے خلاف سخت تادیبی کاروائیاں کیں۔ وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیکھ چکا تھا کہ حکومتی معاملات میں نرم دلی دکھانے کا کیا نقصان ہوتا ہے، سو پہلے دن سے ہی علاء الدین خلجی ہر مجرم کے لئے قہر ثابت ہوا۔ لیکن اس قہر کا صدور اس وقت ہوتا جب کوئی کسی جرم کا ارتکاب کرتا یا ملک میں فساد ڈالنے کی کوشش کرتا۔ وگرنہ علاء الدین خلجی میں اعلیٰ حکمرانوں کی کئی خوبیاں پائی جاتی تھیں۔

ہندوستان کا جس قدر علاقہ اس کے زیر نگیں تھا، برطانوی حکومت سے پہلے کسی کو نصیب نہ ہوا۔ علاء الدین خلجی کے دور میں منگولوں اور تاتاریوں کا خوف پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے تھا لیکن یہ علاء الدین خلجی کا زور بازو اور حسن تدبیر تھا کہ اس نے ہندوستان کو منگولوں کے حملوں سے بچا کر رکھا۔ چتوڑ کے قلعے کی فتح کے بعد جب علاء الدین واپس دہلی آیا تو سوا لاکھ منگولوں کے ساتھ مغل سردار ترغی عین دہلی کے سامنے آن پہنچا تھا جس کو علاء الدین نے اپنے زور بازو اور حسن تدبیر سے ایک انچ زمین فتح کئے بغیر واپس جانے پر مجبور کر دیا۔

اس کے بعد تاتاریوں کے مزید کسی حملے سے بچنے کے لئے علاء الدین خلجی نے شمال مغربی سرحد پر مضبوط قلعے بنوائے اور ان کا انتظام غازی ملک کے سپرد کیا جو کہ بعد میں سلطان غیاث الدین تغلق کے نام سے تخت نشین ہوا۔ غازی ملک نے منگولوں اور تاتاریوں کو پے در پے شکست دی اور ان کا ہندوستان فتح کرنے کا خواب چکنا چور کر دیا۔ گویا اگر علاء الدین خلجی ہمت دکھا کر حسن تدبیر سے کام نہ لیتا تو منگول ہندوستان کا بھی وہی حال کرتے جو انہوں نے بغداد کا کیا تھا۔

جہاں تک علاء الدین خلجی کی اپنی رعایا کے ساتھ سلوک کی بات ہے تو اس بابت ہم عصر مورخ ضیاء الدین برنی اپنی کتاب تاریخ فیروز شاہی میں خلجی کے خلاف تمام تر تعصب کے باوجود عہد علائی کی جو خصوصیات بیان کرتے ہیں وہ بالاختصار یہ ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۔منگول حملہ آوروں کا قلع قمع

۲۔ چھوٹے تاجروں پر سے ٹیکس کی معافی

۳۔ علاءالدین خلجی کی غیر معمولی اور مسلسل فتوحات

۴۔غریبوں پر شفقت اور باغیوں اور متکبروں پر قہر

۵۔مہنگائی میں از حد کمی اور غلے اور سامان معیشت کی فراوانی جس پر بارش کی کمی بیشی کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ ۶۔ملک اور راستوں کا امن وسکون

۷۔ بے شمار نئی عمارتوں جیسے مساجد، سرائے اور قلعوں کی تعمیر۔

۸۔ تاجروں اور دکانداروں کی ترقی اور قواعد شاہی کی پابندی

۹۔ملک میں علماء اور مختلف ماہر فن کا جمع ہونا

۱۰۔عام رعایا کی روحانی اور علمی ترقی①

اسی طرح مشہور سیاح اور مورخ ابن بطوطہ جو کہ خلجی کی وفات کے چند سال بعد ہی ہندوستان میں وارد ہوا تھا، اپنے سفر نامہ رحالۃ میں علاءالدین خلجی کی بابت لکھتا ہے:

''علاءالدین نے بیس برس حکومت کی، وہ بہت اچھے بادشاہوں میں شمار ہوتا تھا۔ اہل ہند اب تک اس کی تعریفیں کرتے ہیں۔ وہ خود امور سلطنت انجام دیتا تھا اور ہر روز نرخ وغیرہ کی بابت دریافت کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز اس نے محتسب سے دریافت کیا کہ گوشت کے گراں ہونے کا کیا سبب ہے۔ اس نے کہا کہ گائے اور بکری پر محصول یعنی ٹیکس لیا جاتا ہے۔ بادشاہ نے اسی روز سے گائے بکری پر محصول ختم کر دیا۔ ایک دفعہ غلہ بہت

① ماخوذ از تاریخ فیروز شاہی صفحہ نمبر ۳۲۹ تا ۳۴۱۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مہنگا ہو گیا تو اس نے سرکاری گودام کھلوا دیئے اور نرخ سستا ہو گیا''۔

رہی بات ملک کافور اور علاء الدین خلجی کے مابین غیر فطری تعلقات کی جسے ہندو مؤرخین نے خوب نمک مرچ لگا کر اپنی کتابوں میں پیش کرنے کی سعی کی ہے تو یاد رہے کہ یہ سب خرافات و بکواس ان متعصب ہندو مورخین کا گھڑا ہوا جھوٹ ہیں۔ کسی ہم عصر مورخ نے ملک کافور اور خلجی کے مابین اس طور کے غیر فطری تعلقات کی بات نہیں کی۔ تین سو چار سو سال کے بعد آنے والے مورخین کا اس طرح کا جھوٹ گھڑ کر کسی حکمران کی طرف منسوب کر دینا خود اس بات کے وضعی ہونے کو کافی ہے۔

البتہ یہ سچ ہے کہ علاء الدین خلجی ملک کافور پر از حد اعتماد کرتا تھا جس کی وجہ سے خلجی سے چند انتظامی بد اعمالیاں بھی سرزد ہوئیں جو کہ یقیناً لائق مذمت بات ہے لیکن اس سے خلجی کے دور کی اچھی باتیں محو نہیں ہو جاتیں۔ سو ملک کافور اور خلجی کے مابین کسی غیر فطری تعلق سے متعلق بعد کے کسی مورخ کا کچھ لکھنا، چاہے وہ ہندو ہو یا مسلمان، صرف ایک گپ ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

المختصر علاء الدین خلجی نہ تو کوئی ولی اللہ تھا اور نہ ہی کوئی ظالم و جابر بادشاہ۔ وہ ایک عام مسلم حکمران تھا جس کے دور میں رعایا خیر و خوبی اور ترقی کے ساتھ خوشحال زندگی جی رہی تھی اور جس کے دور میں ہندوستان نے نہ صرف ترقی کی بلکہ منگولوں کے فتنے سے بھی محفوظ رہا جس کے لئے ہندوستان رہتی دنیا تک علاء الدین خلجی کا احسان مند رہیگا۔ خلجی کے دور کا خیر اس کے دور کے شر سے زیادہ تھا اور یہی بات اس کی ذات پر بھی صادق آتی ہے۔ البتہ اس کی طرف جو جھوٹی تاریخ کی نسبت کی جاتی ہے اس کا ابطال ضروری ہے کیونکہ اسی طور کی تاریخوں کو بنیاد بنا کر انتہا پسند ہندو مسلمان حکمرانوں کو غاصب و ظالم ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کچھ زیرِ نظر کتاب سے متعلق

''ہندوستان کی سیاسی تاریخ کا مذہبی پس منظر'' کے نام سے جو یہ کتاب اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے، یہ دراصل اس سلسلے کی دوسری کڑی ہے جو کہ ''وقائع دلپذیر۔ بادشاہ بیگم اودھ'' کے نام سے شائع ہوکر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔ ہندوستان میں مذہب اور اسلامی فرقہ بندی کس طرح سیاسی معاملات پر اثر انداز ہوئی، اس کی تاریخ کافی طویل بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ اس متعلق کوئی مستقل نوعیت تو ہماری نظروں سے نہیں گزری، تاہم بعض متفرق مضامین مختلف اہل علم کی کتابوں میں پڑھنے کو ملے ہیں۔ انہیں مضامین میں سے چند کو ہم نے اس دوسری کڑی کے لئے منتخب کیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں جن مضامین کو موضوع کی مناسبت سے منتخب کیا گیا ہے ان میں سرِ فہرست مولانا ایوب قادری کا مضمون ہے جو کہ ہندوستان میں فرقہ بندی کی تاریخ اور اس کے سیاسی وعمرانی اثرات پر کافی وقیع معلومات فراہم کرتا ہے۔ اس مضمون کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کس طور سے مذہبی فرقہ بندی نے ہندوستان میں اپنے قدم جمائے اور کیونکر سیاسی معاملات پر مذہبی گروہ بندیاں اثر انداز ہوئیں۔ کئی ایسے علاقے جو عرصہ دراز تک اہلسنت کا مذہب رکھتے تھے، حکمرانوں کے تبدیلی مذہب کے سبب اہل تشیع اکثریتی علاقوں میں تبدیل ہوگئے۔ اودھ کی ریاست اس کا جیتا جاگتا نمونہ تھی جو عرصۂ دراز تک سنی المذہب اکثریت پر مشتمل تھی اور جس کا مفصل تذکرہ اسی سلسلے کی پہلی کڑی ''وقائع دلپذیر۔ بادشاہ بیگم اودھ'' میں تفصیل سے مذکور ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جبکہ دوسرا مضمون شیخ محمد اکرام کی کتاب ''رودِ کوثر'' سے مستعار لیا گیا ہے۔
ہندوستان کی سیاسی و مذہبی تاریخ سے متعلق شیخ محمد اکرام کی تینوں کتابیں بنام حوضِ کوثر، موجِ کوثر اور رودِ کوثر کمال کی تصانیف ہیں جو کہ ادارہ ثقافت اسلامیہ سے شائع ہوئی ہیں۔

کتابِ ہذا میں تیسرا مضمون حکیم فیض عالم صدیقی شہید کی ''ہندوستان میں شیعیت کے فروغ'' سے متعلق تحاریر پر مشتمل ہے جو کہ ان کی کتاب ''حقیقت مذہب شیعہ'' سے لی گئی ہیں۔ یہ کتاب بھی عرصۂ دراز سے ناپید ہے جبکہ اس کے بیشتر مباحث نہایت قیمتی اور اپنے اندر بیش بہا معلومات رکھتے ہیں۔

المختصر ان تینوں مولفین کے متعلقہ موضوع سے مناسبت رکھنے والے مضامین کو یکجا کر کے اس کتاب کی دوسری جلد میں شامل کیا جا رہا ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ قارئین ان کو مفید اور معلوماتی پائیں گے۔

حسبِ سابق کتاب کی اس جلد کی طباعت کے سلسلے میں سب سے اول اس اللہ عز وجل کے حضور شکر گزار ہوں کہ اس مالک نے اس احقر کو اس قابل بنایا کہ وہ یہ کام کر سکے۔ اگر اس کی مدد شامل حال نہ ہو تو کوئی کام ممکن نہیں۔ اسی کے کرم سے یہ کام ہو سکا ہے اور اس کام کی ہر اچھائی صرف اسی ذاتِ باری تعالیٰ کے سبب سے ہے۔ اس مالک کُل کے شکریہ کے بعد اپنے عزیز دوست محترم راشد جمال، محمد صہیب نذیر اور بلال احمد راؤ کا شکریہ ادا کروں گا کہ ان کے تعاون کے بغیر یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچنا ناممکن تھا۔ ان کی ہمت اور ساتھ رہا کہ یہ کام ہو سکا۔ اللہ اس دوستی اور ساتھ کو ہمیشہ قائم رکھے۔

اسی طرح اس کتاب کی اشاعت میں اور بھی چند احباب کی خصوصی مدد شامل

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حال رہی لیکن کیا کروں ان کی درویشانہ صفت کا کہ انہوں نے اپنے ناموں کا تذکرہ کرنے سے سختی سے منع کر رکھا ہے، اسی لئے ان کا نام لئے بغیر ہی ان کی جناب میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں۔

کسی بھی کام میں کمال صرف اس ذاتِ بے ہمتا کو ہی سزاوار ہے، مخلوق کا کام تو غلطیوں سے پُر ہوتا ہے۔ پھر بھی اپنے تئیں پوری کوشش کی ہے کہ اس کتاب میں کوئی غلطی کوئی کمی نہ رہ جائے، تاہم اس کے باوجود اگر کوئی کمی یا غلطی رہ جائے تو قارئین سے التماس ہے کہ اس بابت مطلع فرمائیں، ان شاء اللہ ایجابی طریق سے آئی ہر تنقید کو سرآنکھوں پر رکھا جائے گا۔

محمد فہد حارث

۱۲ جولائی ۲۰۱۹ء بمطابق ۰۹ ذی القعدہ ۱۴۴۰ ہجری

دبئ، متحدہ عرب امارات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انتساب

اپنے ندیمِ خاص جناب بلال احمد راؤ کے نام
جو کہ ان چند احباب میں سے ایک ہیں جن کے مسلسل تعاون اور حمایت سے کسی قدر علم
کی خدمت کرنے کا موقع مل پا رہا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برصغیر میں رفض وتشیع کا فروغ وارتقا

ماخوذ از: پروفیسر محمد ایوب قادری (مرحوم)

شاہ عبدالعزیز شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ، ۲۵ رمضان ۱۱۵۹ھ بمطابق ۳۰ ستمبر ۱۷۴۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے تاریخی نام ''غلام حلیم'' ہے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد شاہ ولی اللہ سے کی۔ والد کے انتقال کے بعد شیخ محمد عاشق پھلتی (۱۱۸۷ھ) خواجہ محمد امین کشمیری (ف) اور ان کے خسر مولوی نور اللہ بڈھانوی ۱۱۸۷ء۔ ۱۷۷۳ء نے تربیت فرمائی۔ سترہ سال کی عمر میں اپنے والد کے جانشین ہوئے۔ علوم معقول ومنقول میں علامہ روزگار تھے۔ نامور مدرس، مصنف، خطیب، واعظ، شیخ طریقت، مفتی، محدث اور مفسر تھے۔ انہوں نے علوم دینیہ اور ملت اسلامیہ کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ وہ مرجع علماء ومشائخ تھے تمام عمر درس وتدریس، افتاء، فصل خصومات، وعظ وپند اور تلامذہ کی تربیت واصلاح میں صرف کر دی۔ ۷ شوال ۱۲۳۹ھ مطابق ۵ جون ۱۸۲۴ء کو دہلی میں انتقال ہوا۔ اور اپنے آبائی قبرستان مہندیوں میں دفن ہوئے، مومن دہلوی نے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے انتقال پر جو قطعہ تاریخ کہا ہے اس کا آخری شعر نقل کیا جاتا ہے جس سے تاریخ برآمد ہوتی ہے:

بے سروپا گشتہ انداز دست بیداد اجل
عقل ودین، لطف وکرم، فضل وہنر، علم وعمل

ترجمہ: عقل ودین، لطف وکرم، فضل وعمل وعلم وہنر ظالم موت کے ہاتھوں

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بے دست و پا ہو گئے۔

40+30+50+800+200+9+1+100 ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ھ

شاہ عبدالعزیز کے ایک ہم عصر وقائع نگار مولوی عبدالقادر رام پوری (ف ۱۲۶۵ھ۔۱۸۴۹ء) لکھتے ہیں:①

''مولوی شاہ عبدالعزیز ،علم تفسیر، حدیث ، فقہ، سیرت اور تاریخ میں شہرہ آفاق تھے اور ہیئت ، ہندسہ، مجسطی ، مناظرہ ، اصطرلاب ، جرثقیل، طبیعیات ، الٰہیات منطق ، اتفاق اختلاف ،ملل ،نحل ، قیافہ، تاویل ،تطبیق ،مختلف اور تفریق مشتبہ میں یکتائے زمانہ تھے۔فن ادب اور ہر قسم کے اشعار سمجھنے میں بلند مرتبہ رکھتے تھے منقول میں کلام اللہ اور حدیث سے دلیل پیش کرتے تھے اور معقول میں جو ثبوت مناسب سمجھتے ۔ خواہ مخواہ یونانیوں میں سے افلاطون ، ارسطو اور متکلمین میں سے فخر رازی وغیرہ کے اقوال کی تائید میں مبتلا نہیں ہوتے تھے اور اپنی تحقیقات کو فن معقول میں صاف صاف بیان کرتے تھے چاہے وہ کسی کی رائے کے موافق ہو یا نہ ہو''۔

شاہ عبدالعزیز کا زمانہ ہندو پاکستان کے مسلمانوں کے زوال وانحطاط کا دور تھا وہ محمد شاہ بادشاہ (ف ۱۱۶۱ھ ۔ ۱۷۴۸ء) کی حکومت کے آخری زمانہ میں پیدا ہوئے ۔ انہوں نے احمد شاہ (معزول ۱۱۶۷ھ۔ ۱۷۵۴ء) عالمگیر ثانی (ف ۱۱۷۳ھ۔ ۱۷۵۹ء) شاہ عالم ثانی (ف ۱۲۲۱ھ ۔ ۱۸۰۶ء) اور اکبر ثانی (ف ۱۲۵۳ھ۔ ۱۸۳۷ء) کا زوال پذیر دورِ حکومت دیکھا۔ یہ مغل بادشاہ اپنے وزراء

① علم وعمل وقائع عبدالقادر خانی مرتبہ محمد ایوب قادری جلد اول صفحہ ۲۴۶ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی ۱۹۶۰ء۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور امراء کے ہاتھوں مجبور اور بے بس تھے، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بچپن میں احمد شاہ کو اندھا کر کے قید کر دیا گیا۔ عالمگیر ثانی کو قتل کر کے اس کی نعش جمنا کی ریتی میں پھینک دی گئی، شاہ عالم ثانی مدتوں یورپ میں بھٹکتا پھرا۔ پھر انگریزوں سے معاہدہ کے بعد سیندھا کی حمایت میں اس نے دہلی کے اجڑے تخت کو زینت بخشی، مگر بابر واکبر کا یہ جانشین حسرت ویاس کی زندہ تصویر تھا تا آنکہ بصارت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا کس حسرت سے کہتا ہے:

صرصر حادثہ برخاست پے وخواری ما
واد برباد سز وبرگ جہانداری ما

ترجمہ: حادثات کی گرم ہوائیں چلیں ہمیں ذلیل کرنے کے لیے اور ہماری بادشاہت کے ساز وسامان کو برباد کر دیا۔

۱۸۰۳ء میں دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا۔ اکبر شاہ ثانی برائے نام پنشن خوار تھا۔ مغل متاخرین کے زمانہ میں غیر مسلم طاقتیں پوری قوت سے ملک میں ہنگامہ آرا تھیں۔ پنجاب میں سکھوں، آگرہ، اور بھرت پور میں جاٹوں اور تمام ملک میں مرہٹوں نے اودھم مچا رکھا تھا۔ مرہٹوں کے ہاتھوں بستیاں ویران اور غیر آباد ہو چکی تھیں۔ کسی کی جان ومال ان سے محفوظ نہ تھا۔ مرہٹوں نے سترہ حملے تو شمالی ہند پر کیے جن میں پہلا حملہ ۵۔۱۱۵۴ھ/ ۲۔۱۷۴۱ء اور آخری حملہ ۱۲۲۹ھ/ ۱۸۰۴ء میں ہوا۔ مرہٹوں نے چھ مرتبہ بنگال پر پرداخت کی۔ پہلی مرتبہ ۵۔۱۱۴۵ھ/ ۲۔۱۷۴۱ء میں اور آخری مرتبہ ۱۱۶۶ھ/ ۳۔۱۷۵۲ء میں حملہ آور ہوئے۔

مرزا ظہیر الدین اظفری لکھتے ہیں:①

① واقعات اظفری از مرزا ظہیر الدین اظفری مرتبہ عبدالقادر، بہ تصحیح وترجمہ محمد حسین محوی ص ۱۱۰ مدراس ۱۹۳۷ھ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''یہ تمام خرابیاں مرہٹوں کی بدعملی اور بدنظمی کی وجہ سے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ ان دکھنیوں کی مملکت میں آبادی کیونکر باقی رہے گی ہم نے تو اپنی زندگی میں یہی دیکھا کہ جب ہمارے ملک پر دکھنیوں کا عمل ہوا تو کوئی ایسی خرابی نہ تھی جو ملک میں نہ آئی ہو۔غرض ہندوستان کی یہ ساری تباہی دکھنیوں کے آنے کا نتیجہ ہے''۔

مرہٹوں اور سکھوں کے مظالم کے متعلق خود شاہ عبدالعزیز نے اپنے چچا شاہ اہل اللہ (ف ۱۱۸۷ھ/ ۴۔۱۷۷۳ء) کو منظوم عربی حکایت میں لکھا ہے:①

''اللہ تعالیٰ سکھ اور مرہٹوں کو ہماری طرف سے مزہ چکھائے ۔ بہت برا مزہ۔ بہت جلد بلا تاخیر ومہلت کے، ان شریروں نے اللہ کی بہت سی مخلوق کو شہید کر ڈالا ، اور غریب گڈریوں تک کو اپنے ظلم وستم سے ستایا، ہر سال یہ ہماری بستیوں اور شہروں پر چڑھائی کرتے ہیں اور ہم پر صبح وشام حملہ کرتے رہتے ہیں''۔

مرکزی حکومت کی کمزوری اور بدحالی سے صوبے دار خودسر ہو چکے تھے۔ بنگال میں علی وُردی خان اور اودھ میں برہان الملک سعادت خاں نے اپنی حکومتیں قائم کر لیں دکن پر آصف جاہ نظام الملک کا اقتدار تھا۔ یہ تو سیاسی حالات کا ایک ہلکا سا جائزہ ہے۔معاشی ، اقتصادی، معاشرتی اور مذہبی حالات بد سے بدتر تھے، اس زمانہ کی عام تاریخیں ، شخصی وقائع ، روزنامچے ، شعراء کے شہر آشوب اور دوسرا ہمعصر ادب اس موضوع پر خاصی معلومات فراہم کرتا ہے۔

محمد شاہ کے زمانے میں دکن کے ایک رئیس درگاہ قلی خان (ف ۱۱۸۰ھ۔

① تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ از مولانا مناظر احسن گیلانی ص ۳۰۷،۹ بساط ادب کراچی ۱۹۵۳ء۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۷۶۶ء) نے دہلی کی سیاحت کی۔ یہ سیاحت نامہ ''مرقع دہلی'' کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ اس کے پڑھنے سے شرم وحیا کی آنکھیں جھک جاتی ہیں اور غیرت وحمیت کو حجاب آتا ہے۔ سپاہی اور بادشاہ، عامی اور عالم ہر شخص حقیقت اور واقعیت سے فرار اختیار کرتا ہے۔ عمل سے گریز اس دور کی عام خصوصیت ہے، بدعات اور محدثات کا زور ہے۔ تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

ایسے زمانے میں شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنی اصلاحی تحریک شروع کی، حقیقت یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز نے یوں تو اصلاح وتبلیغ کے ہر مورچہ کو سنبھالا مگر ''شیعیت اور تفضیلیت'' کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو جس کوشش اور حسن تدبر سے روکا یہ انہی کا حصہ تھا اور یہ اس زمانے کا سب سے اہم مسئلہ تھا۔

آیئے اب ذرا اس مسئلہ کا تاریخ کی روشنی میں جائزہ لیں:

مغل متاخرین کے زمانے میں شاہی دربار میں ایرانی اور تورانی (شیعہ اور سنّی) دو مستقل پارٹیاں تھیں، سیاسی اثر واقتدار کے لیے ان دونوں پارٹیوں میں مسابقت ہوتی تھی۔ ایرانی پارٹی اگرچہ اقلیتی پارٹی تھی مگر اثر واقتدار کے اعتبار سے بہت مضبوط اور مستقل تھی۔ وہ بہت تدبر اور تنظیم سے کام کرتی تھی اور اکثر کامیاب ہوتی تھی۔ اس کا اثر دربار سے لے کر بازار تک تھا۔

یوں تو اس تنظیم وفکر کی بنیاد دکن کی شیعہ حکومتوں نے قائم کی مگر شمالی ہند میں ہمایوں کے دوبارہ ہندوستان آنے پر اس جماعت کو فروغ حاصل ہوا۔ اکبر کی پالیسی مذہبی معاملہ میں بڑی آزادانہ تھی، اس کا فائدہ بھی بلاواسطہ اسی جماعت کو ہوا۔ اس کے زمانے میں نور اللہ شوستری (ف ۱۰۱۹ھ/ ۱۱-۱۶۱۰ء) دارالسلطنت لاہور کے قاضی مقرر ہوئے ان کی کتاب ''مجالس المؤمنین'' مشہور ومعروف ہے، جس میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے اہل سنت کے اکابر ومشائخ وعلماء کو ''زمرۂ مومنین'' میں دکھایا ہے، جہانگیر کے زمانے میں زمامِ حکومت نور جہاں کے ہاتھ میں تھی۔شاہ جہاں کے زمانے میں نور جہاں کے بھائی آصف خاں اور اس کے خاندان کو اقتدار حاصل رہا، کیونکہ آصف خاں کی کوششوں سے شاہجہاں ''تخت شاہی'' پر متمکن ہوا تھا اور اس کی بیٹی ممتاز محل، شاہجہاں کی چہیتی بیگم تھی۔

اورنگ زیب عالمگیر یوں تو متعصب سنّی مشہور ہے مگر اس کے امراء مصاحبین میں اہل تشیع کی ممتاز تعداد نظر آتی ہے اورنگ زیب کا فرزند، بہادر شاہ اول جب تخت نشین ہوا تو اس نے شیعہ مسلک اختیار کیا۔

مؤلف سیر المتاخرین لکھتے ہیں:①

''چوں بہ تحقیق خود مذہب شیعہ امامیہ راحق می دانست ہمیں مسلک اختیار نمودہ''۔ درترویج وتقویت مذہب شیعہ می کوشید''۔

''چونکہ وہ اپنی تحقیق کے اعتبار سے مذہب شیعہ امامیہ کو اپنی دانست میں صحیح سمجھتا تھا چنانچہ اسی مسلک کو اختیار کر کے مذہب شیعہ کی اشاعت اور استحکام کے لیے کوشاں رہا''۔②

اس نے اپنے نام میں ''سید'' کا اضافہ کیا اور چوتھے سال جلوس ۱۱۲۱ھ ۱۰۔۱۷۰۹ء میں اپنے شیعہ وزیر منعم خاں کے مشورہ سے حکم دیا کہ جمعہ کے خطبہ میں خلفائے راشدین کے ذکر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ''علی ولی اللہ وصی رسول اللہ'' شامل کیا جائے اس حکم سے جمہورِ اہل سنت میں بددلی پیدا ہوئی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے احمد آباد (گجرات) میں ایک خطیب مارا گیا۔ لاہور میں بات اس

①② سیر المتاخرین جلد دوم از غلام حسین طباطبائی ص ۳۸۱، نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۷ء۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بھی زیادہ بڑھی بہادر شاہ نے علماء لاہور کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ مولانا یار محمد کی قیادت میں مولوی محمد مراد دوسرے تین علماء کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے بادشاہ نے خود مباحثہ ومناظرہ کیا۔ مگر مولانا یار محمد نے نہایت جرأت اور استقامت سے اعلانِ حق کیا اور اپنے موقف پر ثابت قدم رہے بادشاہ نے برآشفتہ ہوکر کہا کہ

''تو بادشاہوں کے غضب سے نہیں ڈرتا''

تو اس مرد مجاہد نے جواب دیا:①

''میں اپنے خدا سے چار چیزوں کی آرزو رکھتا تھا۔ اول: تحصیل علم۔ دوم: حفظ کلام اللہ۔ سوم: حج۔ چہارم: شہادت۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے تین نعمتیں عطا کیں، آرزوئے شہادت باقی ہے امیدوار ہوں کہ بادشاہ کی توجہ سے اس میں ہوں''۔

اس مناظرہ کے نتیجہ کے سلسلہ میں شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی لکھتے ہیں:②

''اس مباحثہ میں کئی روز لگے ایک ایک آدمی جن میں بعض افغان تمن دار بھی تھے حاجی یار محمد سے متفق ہوئے۔ شاہزادہ عظیم الشان بھی خفیہ اس جماعت کا طرفدار تھا آخر کو جب حیدر نے خطبہ کے لیے عرضی دی تو بادشاہ نے اس پر دستخط کیے کہ عالمگیر کے زمانے کی طرح خطبہ پڑھایا جائے، اس طرح جھگڑا ختم ہوا۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ نے حاجی یار محمد اور دو اور فاضلوں کو جن سے وہ آشفتہ خاطر تھا ایک قلعہ میں بھیج دیا''۔

① تاریخ ہندوستان جلد نہم از شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی ص ۷۳ شمس المطابع دہلی ۱۸۹۸ء۔
② تاریخ ہندوستان جلد نہم از مولوی ذکاء اللہ ص ۷۳۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد سید برادران قطب الملک عبداللہ خاں (ف ۱۱۳۵ھ۔ ۱۷۲۲ء) اور امیر الامرا حسین علی خاں (ف ۱۱۳۳ھ۔ ۱۷۲۰ء) کا دورِ وزارت آیا اور ان دونوں بھائیوں نے اس قدر اقتدار اور غلبہ حاصل کیا کہ ''بادشاہ گر'' مشہور ہوئے وہ ملکی سیاست پر ہر طرح چھا گئے۔ ان کے عقائد ونظریات خوب اشاعت پذیر ہوئے اور انہیں قبولِ عام حاصل ہوا۔ امیر الامرا حسین علی خان ہر مہینے کی گیارہ اور بارہ تاریخ کو مجلس منعقد کرتے تھے۔

صمصام الدولہ شاہنواز خاں لکھتے ہیں: ①

''احداثِ مجلس یازدہم ودوازدہم ہر ماہ در بلاد عظیمہ دکن نمودہ کرتا حال (۱۱۶۰ھ) است''

''گیارہویں اور بارہویں کی مجلس ہر مہینے حیدر آباد دکن میں شروع ہو گئیں، کہ آج تک یعنی (۱۱۶۰ھ) تک جاری ہے''۔

فرخ سیر کے دور میں خان دوراں خاں بخشی کے بھائی خواجہ محمد جعفر ایک متصوف تھے، ان کے حالات میں تحریر ہے کہ

''ان کے گھر میں ائمہ طاہرین کی منقبت میں قوالیاں گائی جاتی تھیں، بعض مریدین ومعتقدین سلام کی بجائے زمین بوس آداب کرتے تھے اور ائمہ اثنا عشریہ کی منقبت گاتے تھے، ملتان کے ایک واعظ شیخ عبدالقادر دارالسلطنت دہلی پہنچے تو انہوں نے اس رجحان پر گرفت کی اور کہا کہ ②

''سجدہ سوائے معبود برحق کے کسی کو سزاوار نہیں اور سرود کا سننا بھی

① اثر الامراء جلد اول از صمصام الدولہ شاہنواز خاں ص ۳۳۸ کلکتہ ۱۸۹۰ء۔

② تاریخ ہندوستان از شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ ص ۱۲۱۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شریعت کے طریقہ کے خلاف ہے فقط حمد ومنقبت اہل بیت کا سننا اور اصحابِ کبار کے اسم اور ذکر کا نہ ہونا اسلام کے آئین اور طریقہ سے دور ہے''۔

اور شیخ عبداللہ ملتانی نے مسجد جامع میں جمعہ کے دن وعظ کہا کہ ①

''حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل عبا نہیں ہیں اور علوی کو سید نہیں کہہ سکتے اور جن پنجتن کو پاک کہتے ہیں اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے، کیا اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم پاک نہ تھے''۔

انجام یہ ہوا کہ ②

''جمعہ کے روز کچھ مغل زادے اوباش وضع کربلا کی تسبیحیں گردن اور بازو میں ڈالے ہوئے وعظ کے وقت پہنچے اس پر گمان ہوا کہ وہ شیخ عبداللہ کے قتل کرنے کو آئے ہیں، شیخ عبداللہ کے ہوا خواہوں نے فرخ سیر سے استغاثہ کیا جس کا فیصلہ یہ ہوا کہ عبداللہ واعظ ملتان جائے اور خواجہ جعفر شہر سے باہر نکلے''۔

دہلی میں عزاداری اور مرثیہ خوانی بڑے زوروں سے ہوتی تھی نواب درگاہ قلی خاں نے اس سلسلہ میں خاصی تفصیل دی ہے، جس طرح دہلی میں ''قدم شریف'' کے نام مجاوروں نے ایک فرضی زیارت گاہ قائم کر رکھی تھی اور مشہور کر دیا کہ یہ نقش قدم حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔③

---

① تاریخ ہندوستان جلد نہم ص ۱۲۱، ۱۲۲۔ ② ایضاً۔

③ قدم شریف کے فرضی ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو: ''مخدوم جہانیاں جہاں گشت'' از محمد ایوب قادری ص ۲۰۱، ۱۲۱ ادارہ تحقیق وتصنیف، کراچی ۱۹۶۳ء۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح امامیہ حضرات نے دہلی میں ''شاہِ مردان'' اور ''پنجہ شریف''① کی زیارت قائم کیں اور مشہور کر دیا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نقش قدم ہے۔②

اس کی کیفیت یہ تھی کہ ③

''بروزِ شنبہ زائرین اور حاجت مندوں کا بڑا ہجوم ہوتا اور ۱۲ محرم کو (بروزِ زیارت خامس اہل عبا) خصوصیت سے اہل عزا برسم پرسہ داری گریاں تالاں حاضر ہوکر مراسم تعزیت بجالاتے تھے اس روز کوئی متنفس ایسا نہ ہوتا کہ زیارت سے محروم رہے''۔

مرثیہ خوانی کا بڑا زور ہوتا تھا درگاہ قلی خاں ایک مرثیہ خواں کے متعلق لکھتے ہیں:④

''بنائے مرثیہ برعجب سوز وگداز می گزار ومعدن اندوہ است وکان الم مخزن مصیبت است وگنجینۂ غم، میر اہتمام عاشور خانہ جاوید خاں است وبمراعات زائراں وتعزیہ داراں، می پردازد''۔

''مرثیہ کی بنیاد نہایت سوز وگداز رکھتی ہے اور غم ومصائب، آلام والم کا خزانہ ہے اور مجلس عاشورے کا اہتمام وانتظام کے سربراہ جاوید خان

① ''پنجہ شریف'' کے متعلق مشہور ہے کہ وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انگلیوں کے نشان ہیں اور دہلی میں یہ شیعوں کا مشہور قبرستان ہے۔ ملاحظہ ہو: نجوم السماء صفحہ ۳۶۰ وملفوظات شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ صفحہ ۲۰۰۔۲۰۱۔

② ملاحظہ ہو: مخدوم جہانیاں جہاں گشت ص ۲۲۲، ۲۳۔ عوام کو بہکانے کے لیے اوچ، حیدر آباد (مغربی پاکستان) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نقش قدم شیعہ مجاوروں نے مشہور کر دیئے ہیں۔

③ مرقع دہلی از نواب درگاہ قلی خاں ص ۲۴ (مقدمہ) م ۳ (متن) حیدر آباد دکن سن طباعت ندارد۔

④ حوالہ مذکورہ صفحہ ۵۰۔۵۱، ۵۲۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں جو تعزیہ داروں وزیارت کرنے والوں کے لیے آرام وآسائش بہم پہنچاتے ہیں''۔

دوسرے کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے:①

''میر عبداللہ از تعزیہ داراں جناب حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام است مرثیہ ہائے ندیم وحزیں راقسمے بآہنگ ہائے حزیں می خواند کہ بے اختیار شور از نہادِ سامعاں بری خیرد از کثرتِ نوحہ وفریاد گوش فلک کری گردو...... در ماہ محرم مقدش ہمہ جا واجب الاحترام، بنوبت در تعزیہ خانہائے مردم عمدہ ذاری شود وبتقدیم مراسم عزامی پرداز وخلائق در اماکن موعودہ بریک دگر سبقت جستہ ہجوم می نمایند''۔

''تعزیہ داروں میں میر عبداللہ جناب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں ندیم وعنبرین (شعرا) کے مرثیے نہایت دردناک انداز میں پڑھتے ہیں کہ سامعین پر بہت ہی رقت طاری ہو جاتی ہے۔ ان کے دل سے آہ وفغاں نکلتی ہے اور نوحہ اور فریاد سے گویا آسمان کے کان بہرے ہو جاتے ہیں، محرم کے مہینے کی آمد ہر جگہ پر واجب الاحترام ہے عمائدین کے تعزیے اور نوبت خانوں میں عزاداری کی مجلس کے مراسم بڑے احترام کے ساتھ کی جاتی ہے اور ان مقامات پر ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے ہیں جوق در جوق شرکت کرتے ہیں''۔

ایک اور تعزیہ دار اور مرثیہ خواں کا ذکر ملاحظہ ہو:②

① مرقع دہلی صفحہ ۵۳۔
② سیر کریمی از نواب کریم اللہ خاں رام پوری صفحہ ۶۳ (قلمی) مخزومہ صوالقیہ لائبریری (رام پور)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

’’میر درویش حسین از تعزیہ داران جناب خامس آل عبا است و در تقدیم مراسم شیوں بے ہمتا آہنگ ہائے برجستہ، انتخابش پیش ہمہ کس مسلم الثبوت است و ایرادر اد خلے نیست‘‘

’’میر درویش پانچویں آلِ عبا کے تعزیہ داروں میں سے ایک ہیں اور نالہ وفغاں کے رسوم کی ادائیگی میں پیش پیش رہتے ہیں اور اس سلسلے میں انہوں نے نئے انداز پیدا کیے ہیں، اور ان کا انتخاب ہر ایک کے لیے مانا ہوا ہے اس میں بناوٹ کو دخل نہیں‘‘۔

دہلی میں تعزیہ داری دکن سے آئی دہلی کے ریزیڈنٹ چارلس مٹکاف کے زمانے (۱۸۲۵ء تا ۱۸۲۷ء) میں تعزیہ داری کے موقعہ پر جھگڑا ہو گیا تو اس نے مفتی اکرام الدین صدر الصدور دہلی (ف ۱۲۶۰ھ) سے اس کے آغاز وابتدا کے متعلق استفسار کیا تو مفتی صاحب نے بتایا کہ ①

’’ماہ محرم از قدیم است مگر تعزیہ داری نبود ہر گاہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ در دکن رفتند لشکریان شاہی از عبداللہ پیرزادۂ دکن کہ در آنجا تعزیہ داری می کرد ایں رسم آموختند ازاں در شاہجہاں آباد نیز رسم تعزیہ داری جاری گردید‘‘۔

’’ماہ محرم تو مدتوں سے چلا آرہا ہے مگر اس میں تعزیہ داری نہ تھی، جس وقت بادشاہ دہلی اورنگ زیب عالمگیر ملک دکن گئے شاہی لشکریوں نے عبداللہ پیرزادہ دکن سے جو کہ وہاں تعزیہ داری کرتے تھے یہ رسم تعزیہ داری سیکھ لی اور اس طرح وہیں سے دہلی میں بھی تعزیہ داری کی رسم جاری ہو گئی‘‘۔

① سیر کریمی از نواب کریم اللہ خاں رام پوری صفحہ ۶۳ (قلمی) مخزومہ صولقیہ لائبریری (رام پور)

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

یہ حالات تھے کہ حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے دو معرکۃ الآرا تصانیف "ازالۃ الخفاءعن خلافۃ الخلفاء" اور "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" تصنیف کیں۔

ازالۃ الخفاء کے آغاز میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:①

''دریں زماں بدعت تشیع آشکار شد نفوس عوام شبہات ایشاں متشرب گشت''

''اس زمانے میں شیعیت کی بدعت شروع ہوگئی اور عوام کے دلوں میں ان لوگوں کی وجہ سے شکوک وشبہات نے جگہ پالی''۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے ہم اس دور کی عام مذہبی زندگی کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امراء ووزراء کی سرپرستی میں شیعیت اور تفضیلیت کو کس قدر فروغ ہو رہا تھا کہ ہر شخص اسی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ مذہب اور ادب ہر شعبۂ حیات میں اس کی چھاپ نظر آتی ہے۔

اردو شاعری کے اساطین شعراء:

میر (۱۲۲۵ھ۔۱۸۱۰ء) فغان (۱۱۸۶ھ۔۱۷۷۲ء) سودا (۱۱۹۵ھ۔۱۷۸۱ء) سوز (۱۲۱۲ھ ۔ ۱۷۹۸ء) میر حسن (۱۲۰۱ھ۔ ۱۷۷۶ء) انشاء (۱۲۳۳ھ ۔ ۱۸۱۷ء) سلیمان شکوہ سلیمان (ف ۱۸۳۷ء) نظیر (۱۲۴۶ھ۔ ۱۸۳۰ء) آتش (ف ۱۲۶۳ھ۔۱۸۴۷ء) ناسخ (ف ۱۲۵۴ھ۔۱۸۱۷ء) سب اسی جماعت کے ارکان ہیں اور اسی فکر ونظر کے مبلغ ومنا وشعرا اور متصوفین کے ذریعہ یہ افکار وخیالات خوب اشاعت پذیر ہوئے اور تفضیلی مشائخ شاہ فخر الدین دہلوی (ف

① ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء از شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ ص ۱ (مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۱۹۹ھ۔ ۱۷۸۴ء) وغیرہ نے تو اس کو آگے بڑھایا، جس کی تفصیل حسب موقع پیش کی جائے گی۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین رقم طراز ہیں: ①

''ہندوستان میں جن حضرات نے تصوف کے پردہ میں تبلیغ دین فرمائی ان کوتمام ترسنّی المذہب قرار دینا غلط ہے اس لیے کہ اثنا عشری اور اسماعیلی شیعہ بھی تصوف کے بھیس میں ایران سے ہندوستان آتے رہے ہیں اور اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ نزاری اور مستعلی اسماعیلیوں کی تبلیغ تمام تر تصوف کے پردے میں ہوئی ہے۔

چنانچہ نزاریوں کے پیر صدرالدین اور حسن کبیرالدین اس سلسلے میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ اثنا عشری علماء ومبلغین بھی تصوف کے پردے میں ہندوستان میں تبلیغ کرتے رہے جن کا ایک واضح اشارہ ابوالفضل نے بھی آئین اکبری میں کیا ہے''۔

یہ تو خاص مرکز دہلی کے حالات کا ایک ہلکا سا نامکمل جائزہ ہے دکن، سندھ اور بنگال کا بھی یہی تھا، دکن میں یہ پودا سب سے پہلے بارآور ہوا اور دکن کی شیعہ حکومتوں نے اس کوخوب پروان چڑھایا۔ اس دور میں ایران سے امراء وعلماء آئے اور دکن میں قیام پذیر ہوکر اپنے ادارے قائم کر کے امامیہ مذہب کی تبلیغ واشاعت میں مصروف ہو گئے، آخر میں آصف جاہ نظام الملک نے حیدرآباد دکن میں جو ریاست قائم کی اس میں شیعہ امیروں، رئیسوں، زمینداروں، اور جاگیرداروں کے غلبہ واقتدار کی وجہ سے یہ افکار ونظریات خوب پھیلے، سندھ میں ''امیرانِ سندھ'' کا بھی یہی مسلک تھا۔

① اردو مرثیہ اور شاہی سرپرستی از ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی بی اے پی ایچ ڈی رضا کار لاہور، اربعین نمبر ۱۹۶۳ء۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تاریخ وادب اور شعر وشاعری سب میں ان ہی افکار وخیالات کی صدا گونجتی نظر آرہی ہے، سندھی ادبی بورڈ نے اس دور کا جو فارسی لٹریچر شائع کیا ہے اس میں اس کی بھرپور تفصیل ملتی ہے یہاں صرف ایک مثال ملا محمد معین سندھی (ف ۱۱۶۱ھ۔ ۸۔۱۷۴۷ء) مصنف ''دراسات اللبیب'' کی پیش کی جاتی ہے کہ ایک طرف تو وہ ''غیر مقلدیت'' کے مبلغ ہیں تو دوسری طرف ''رفض وشیعیت'' میں ڈوبے ہوئے ہیں۔①

اور یہ اس دور کے متصوفین، شعراء اور امراء کا عام رجحان تھا۔ ''امیرانِ سندھ'' کے اقتدار کی آخری نشانی ''ریاست خیر پور'' تھی کہ جس نے اس معاملہ میں اپنی ذمہ داری کو پوری مستعدی سے پورا کیا، سندھ کے دوسرے امیروں اور متصوفین کا بھی یہی حال تھا، تاریخ اوچ کے مؤلف مولوی محمد حفیظ الرحمٰن بہاولپوری (ف ۱۳۷۹ھ۔ ۱۹۵۹ء) ''اوچ میں شیعیت کا آغاز'' کی سرخی کے تحت رقمطراز ہیں:②

''جندوڈہ شاہ نے سندھ میں بالغ ہوکر ایک طوائف گوہر خاتون سے نکاح کر لیا اور میر سہراب خاں تالپر کے اثر تربیت وصحبت سے مذہب شیعہ اختیار کر لیا اور ۱۲۲۴ھ۔ ۱۸۰۹ء میں اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ اوچ میں وارد ہوا اور مخدوم ناصر الدین سادس کے لقب سے

① دراسات اللبیب کو مولانا محمد عبدالرشید نعمانی نے ایڈیٹ کیا ہے اس کے مقدمہ میں انہوں نے ملا محمد معین کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں اور ان کے افکار ومعتقدات کا جائزہ لیا ہے۔ ملاحظہ ہو: مقدمہ دراسات اللبیب ص ۱۔۱۰۷ (سندھی ادبی بورڈ، کراچی ۱۹۵۷ء)۔

② تاریخ اوچ از مولوی محمد حفیظ الرحمن صفحہ ۱۱۶ دہلی ۱۹۳۱ء۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سجادہ نشین خانقاہ حضرت جلال (بخاری) (مخدوم جہانیاں جہاں گشت) بن گیا۔ جندوڈہ شاہ پہلا سجادہ نشین اوچ بخاری ہے جس نے سندھ سے مسلک شیعہ لا کر اوچ اور ریاست بہاولپور میں مروج کیا''۔

عہد فیروزی کے مشہور سہروردی بزرگ مخدوم جہانیاں جہاں گشت ۷۸۵ھ۔ ۱۳۸۴ء کی خانقاہ کا یہ حال اور اس کے سجادہ نشین اب اہل تشیع ہیں۔ بنگال اس معاملہ میں سب سے آگے تھا نظامت مرشد آباد کے بانی مرشد ''قلی خاں'' ایک شیعہ امیر تھے۔ اس کے بعد جب مرشد آباد پر علی وردی خاں کی بالا دستی قائم ہوئی تو مرشد آباد اور عظیم آباد اس تحریک کے دو خاص مراکز قائم ہو گئے۔

علی وردی خاں نے ان رجحانات کی اشاعت میں خاصہ حصہ لیا ان کے زمانے میں فضلائے ایران جوق در جوق بنگال و بہار میں پہنچے اور حکومت کی سرپرستی میں اپنے عقائد وافکار کی تبلیغ واشاعت میں مصروف ہوئے۔ نواب علی وردی خاں مہابت جنگ خود بھی روزانہ بعد عصر ان ایرانی افاضل واکابر کے ساتھ مجلس مذاکرہ منعقد کرتے اس مجلس میں سید الافاضل میر محمد علی فاضل، تقی قلی خاں، حکیم ہادی خاں، مرزا محمد حسین صفوی وغیرہ شریک ہوتے۔ کتاب کافی مصنفہ شیخ محمد بن یعقوب کلینی سے دو احادیث روزانہ پڑھی جاتیں اور میر محمد علی فاضل اس کی شرح کرتے تھے۔①

غلام حسین طباطبائی نے سیر المتاخرین کی ایک فصل میں ان افاضل ایران کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔② جو علی وردی خاں کے زمانے میں وارد بنگال و بہار ہوئے ان حضرات کی تبلیغ کا انداز بھی خوب تھا۔ غلام حسین طباطبائی مؤلف سیر

---

① ملاحظہ ہو: سیرۃ المتاخرین از غلام حسین طباطبائی صفحہ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۷ء۔

② حوالہ مذکورہ صفحہ ۶۱۵۔ ۶۲۰

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

التاخرین کی نانی کے حقیقی چچا شاہ حیدری کربلائی حائری تھے وہ اپنے معتقدات میں بہت پختہ تھے۔①

در تشیع نہایت و بے باک دور کمال استغناء بود''۔

''وہ اپنے شیعی اعتقادات میں نہایت نڈر اور بہت بے پروا اور پختہ تھے''۔

شاہ حیدری بھاگل پور (بہار) میں مقیم تھے وہاں کے ایک رئیس محمد غوث خاں بیمار ہوئے تو اِن شاہ صاحب نے کس طرح اپنے معتقدات کی تبلیغ کی۔ ملاحظہ ہو:②

محمد غوث خاں اتفاقاً بیمار شد و بیماریش اشتداد یافتہ، از حیاتش امیدے نماند، درآں وقت شاہ حیدری کہ از میانیت مذہبش نفور اما از شجاعتیس راضی ومسرور بود بسر وقتش رسیدہ بشرط قبول مذہب تشیع ضامن شفائے ادشد واد قبول نمود وشفا یافت وارادت کامل باشاہ حیدری بہم وسانیدہ مع اولاد مطیع ومنقادش بود

''محمد غوث خاں اتفاقاً بیمار ہو گئے اور بیماری نے شدت اختیار کر لی زندگی کی امید نہ رہی اس وقت شاہ حیدری کہ جن کو مذہبی عقائد سے نفرت تھی، لیکن ان کی بہادری سے وہ راضی تھے، تو وہ محمد غوث خاں کے پاس گئے اور ان کے شیعہ مذہب کے قبول کر لینے کی شرط پر شفا کی ضمانت دی اور انہوں نے قبول کر لیا اور اتفاق سے وہ تندرست ہو گئے اور عقیدت مندی

① ملاحظہ ہو: سیرۃ المتاخرین از غلام حسین طباطبائی صفحہ ۶۱۳۔ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۷ء۔
② حوالہ مذکورہ صفحہ ۶۱۳۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ شاہ حیدری کے معتقد ہو گئے اور بال بچوں سمیت ان کی پیروی کرنے لگے''۔

اس کے بعد ہم اودھ کی حکومت کا جائزہ لیتے ہیں:

اس کی مدت قیام بھی زیادہ رہی اور اس کے حکمرانوں نے اپنے عقائد وافکار کی اشاعت میں بہت سرگرمی دکھائی۔ اس حکومت کے بانی برہان الملک سعادت خاں (ف ۱۱۵۱ھ۔ ۱۷۶۰ء) ہیں جن کو پہلے مرشد قلی خاں، ناظم مرشد آباد کی سرپرستی حاصل رہی (۱۱۳۲ھ۔ ۱۷۲۰ء) میں اودھ کے مستقل صوبیدار ہوئے۔ برہان الملک کی پیشانی پر سب سے بڑا داغ یہ ہے کہ انہوں نے نادر شاہ کے ہاتھوں دہلی کو تباہ وبرباد کرایا۔

حکیم نجم الغنی خاں تاریخ مظفری کے حوالے سے لکھتے ہیں:①

''روز دیگر فردوس آرام گاہ خلعت میر بخشی گرمی بہ نظام الملک فتح جنگ مرحمت فرمودند سعادت خاں برہان الملک کہ امیدوار ایں خدمت بود از حد کبیدہ خاطر گشت ونادر شاہ را برفتن دار الخلافہ شاہجہاں آباد ترغیب نمود اداد نمک حرامی ادا کردو خزائن ودفائن انجا گوش زد کرد''۔

''دوسرے دن بادشاہ نے نظام الملک فتح جنگ کو میر بخشی کی خلعت دی حالانکہ سعادت علی خاں برہان الملک اس کے امیدوار تھے وہ نہایت رنجیدہ ہو گئے اور نادر شاہ کو دار الخلافہ (دہلی) جانے کی ترغیب دی اور اس طرح نمک حرامی کا حق ادا کر دیا۔ اور وہاں کے پوشیدہ خزانوں ودفینوں کی نشاندہی کی''۔

① تاریخ اودھ جلد اول از حکیم نجم الغنی ص ۸۱ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۹ء۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مفتاح التواریخ میں بھی اس بات کی تصریح کی گئی :

''از گفتن او (برہان الملک) نادرشاہ از میدان قتال کرنال بہ بہانۂ ضیافت در قلعہ شاہجہان آباد داخل شدہ والا ارادۂ نادرشاہ چنیں نہ بود چنانچہ تاریخ وفاتش بزیادت یک عدد چنیں یافتہ اند۔

بے سعادت نمک حرام مرد''۔

''اور ان (برہان الملک) ہی کے کہنے پر نادرشاہ کرنال کے میدانِ جنگ سے دعوت کے بہانے دہلی کے قلعے میں داخل ہوئے حالانکہ نادر شاہ کا ارادہ ایسا نہ تھا۔ چنانچہ برہان الملک کی وفات کی تاریخ ایک حرف کے اضافے سے بنی۔

بے سعادت نمک حرام مرد''

برہان الملک کے بعد ان کے جانشین ان کے داماد ابوالمنصور خاں صفدر جنگ (ف ۱۱۶۷ھ۔ ۱۷۵۳ء) ہوئے جنہوں نے دہلی کی مرکزی حکومت میں وزارت کا منصب حاصل کیا۔ صوبہ اودھ سے ملی ہوئے فرخ آباد اور روہیل کھنڈ کی ریاستیں تھیں جن کے حکمران بنگش اور روہیلہ پٹھان تھے مذہباً یہ لوگ سنی تھے۔ اختلافِ مذہب کی وجہ سے ان دونوں ریاستوں کا وجود صفدر جنگ کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا اور انہوں نے ان دونوں مسلم ریاستوں کو ختم کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، ان کی اس آرزو کی تکمیل ان کے بیٹے شجاع الدولہ اور پوتے آصف الدولہ کے ہاتھوں ہوئی، برہان الملک اور صفدر جنگ کے زمانے میں بہت سے ایرانی اودھ میں آئے اور حکومت کے نظم ونسق میں ہاتھ بٹایا۔

نجم الغنی خاں لکھتے ہیں: ①

① تاریخ اودھ جلد اول از نجم الغنی خاں صفحہ ۲۹۷۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ان (صفدر جنگ) کی سرکار میں سوارانِ مغلیہ بیس ہزار تھے، لیکن اکثر ہندوستانی بھی صفدر جنگ کا ادھر میلان پاکر ان کا سا لباس پہن کر بات چیت کرتے تھے اور تنخواہ پاتے تھے''۔

صاف ظاہر ہے کہ فوج کی ملازمت کے لیے ایرانی لباس وزبان ضروری تھے تو ان سے علی دین ملوکھم کے مصداق معلوم نہیں کتنوں نے آبائی عقائد کو خیر باد کہا ہوگا، اختلاف مذہب کی وجہ سے ان حکمرانوں کے زمانے میں سنی علماء ومشائخ کی بہت سی جائیدادیں ضبط ہوگئیں۔

میر غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں:①

''تا حدود ۱۱۳۰ھ ہنگامۂ علم وعلماء دریں گل زمین (بلگرام) گرمی داشت تا آنکہ برہان الملک سعادت خاں نیشاپوری در آغاز جلوس محمد شاہ حاکم اودھ شد واکثر بلاد عمدہ صوبہ الٰہ آباد، نیز دار الخیور جون پور وبنارس وغازی پور وکٹرہ ومالک پور وکوڑہ جہاں آباد وغیرہا ضمیمہ حکومت گردید ووظائف وسیورلات خانوادہائے قدیم وجدید یک قلم ضبط شد وکار شرفاء ونجباء بہ پریشانی کشید، واضطرار مردم آنجا از کسب علم باز داشتہ''۔

ورواج تدریس وتحصیل بآں درجہ نماند، ومدارے کہ از عہد قدیم معدن علم وفضل بود یک قلم خراب افتاد انجمن ہائے ارباب کمال بیشتر برہم خورد اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ وبعد ارتحال برہان الملک نوبت حکومت بخواہر زادہ او ابو المنصور خاں صفدر جنگ رسید وظائف واقطاعات بدستور زیر ضبط ماند ودر اواخر عہد محمد شاہ ۱۱۵۹ھ صوبہ داریٔ الٰہ آباد نیز صفدر جنگ مقرر شدہ

① مآثر الکرام جلد اول از غلام علی آزاد صفحہ ۲۲۲ آگرہ ۱۹۱۰ء۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وتتمہ وظائف آں صوبہ کہ تا حال از آفت ضبط محفوظ ماندہ بود بضبط درآمد ودر عہد جہاں داد شاہ، صفدر جنگ بپایۂ وزارتِ اعلیٰ صعود نمود ونائب صوبہ کار برابر باب وظائف تنگ تر گرفت وتا حین تحریر کتاب ایں دیار پامال حوادث روزگار است''۔

۱۱۳۰ھ کے زمانہ تک علم وعلماء کا ہنگامہ (چہل پہل) بلگرام کی سرزمین میں گرم تھا، یہاں تک کہ برہان الملک سعادت خاں نیشاپوری محمد شاہ کے تخت نشینی کے آغاز میں ہی اودھ کا حاکم ہو گیا اور اکثر بڑے بڑے علاقے، الٰہ آباد کے صوبے اور جون پور، بنارس، غازی پور، کٹرہ، مانک پور، کوڑہ جہاں آباد کو حکومت کا حصہ بنا لیا۔ پرانے پرانے خاندانوں کے وظیفے اور مراعات وغیرہ یک قلم ضبط کر لیے، شریف ونجیب خاندانی لوگوں کا حال خراب ہو گیا اور اس پریشانی نے لوگوں کو حصول علم سے باز رکھا۔ اس لیے کہ وہاں علم حاصل کرنے کا رواج وآسانیاں پہلے کی طرح نہ رہیں، وہ مدارس جو پرانے زمانے سے علم وفن کے معدن تھے ایک دم تباہ ہو گئے، اہل کمال کی انجمنیں اکثر درہم وبرہم ہو گئیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

برہان الملک کے مرنے کے بعد حکومت ان کے بھانجے ابوالمنصور خاں صفدر جنگ کو ملی ان کے زمانے میں بھی وظیفے اور جاگیریں بدستور ضبط رہیں۔ ۱۱۵۹ھ میں الٰہ آباد کی صوبہ داری بھی صفدر جنگ کو ملی اور اس صوبے کے تھوڑے بہت آخری وظائف جو اَب تک ضبط سے محفوظ تھے وہ بھی ضبط کر لیے گئے، صفدر جنگ جہاں داد کے زمانے میں جو بھی وزارتِ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اعلیٰ کے عہدے تک ترقی پا گیا تو وہ ارباب وظائف کو برابر ختم کرتا گیا۔
یعنی اس کتاب کی تصنیف تک یہ علاقے زمانے کی حوادث کا شکار رہے''۔

جائیداد اور املاک کی واگزاری کے لیے بہت سے قدیم خاندانوں نے اپنے آبائی مذہب کو خیر باد کہہ دیا۔ اس سلسلہ میں مآثر الکرام کے مقدمہ میں بابائے اردو مولوی عبدالحق لکھتے ہیں:①

''ایک بات تاریخی حیثیت سے اس تذکرہ میں خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ ان علماء وفضلائے بلگرام میں سے جن کا اس میں ذکر ہے ایک بھی اہل تشیع میں سے نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب شیعہ نے وہاں بعد کے زمانے میں رواج پایا''۔

حقیقت یہ ہے کہ سادات بلگرام نے معاشی اور معاشرتی مجبوریوں سے پہلے تفضیلیت اور پھر شیعیت اختیار کیا اور آخر زمانے میں تو یہ رنگ بہت پختہ ہو گیا۔ یہاں کی تعزیہ داری نے دور ونزدیک شہرت پائی بلگرام کے صرف ایک محلہ میدان پورہ کی تعزیہ داری کا حال ملاحظہ ہو:②

''۱۰ محرم کو گیارہ بجے تک کُل محلہ میدان پورہ کے تعزیئے جن کی فہرست درج ذیل معہ بنانے والوں کے ہے جو تعداد میں چوبیں، پچیس کے ہوتے ہیں ہمراہ سفید تعزیہ کے گشت میں شامل رہ کر کربلا جاتے مشہور تعزیوں میں بیٹوں کا تعزیہ، کنجڑوں کا تعزیہ، کرم میاں پیرزادہ کا تعزیہ، رسول بخش کا تعزیہ، حیدری نیچہ بند کے تعزیئے تھے۔ اس کے بعد

① مآثر الکرام جلد اول (مقدمہ) صفحہ ۱۴۔
② تاریخ خطہ پاک بلگرام از قاضی شریف الحسن بلگرامی ص ۲۵۸ علی گڑھ ۱۹۶۰ء۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بز قصابوں ، گاؤ قصابوں، خیاطوں، معماراں، جوگیاں، نور بافاں، گاذراں کے تعزیئے امام باڑے میں آکر شریک گشت ہوتے تھے۔ اہل ہنود کے یہ لوگ تعزیئے بناتے تھے اور شریک عزاداری ہوتے تھے، ایشری شاہ بقال، ہیرالال بھورجی، سوہن بقال، گوکل تنبولی، چھمن بقال، سوہن بخار...... قریب ۵ بجے دن کے جبکہ تعزیہ متصل مکان مولوی محمد عالم صاحب پہنچتا تو شیخ مظہر حسین مذکور مرثیہ ؎

قتل جب رن میں ہوا سبط رسول الثقلین

خاص اپنے چیدہ بازوں کے ساتھ بہت شان سے پڑھتے۔ اس مرثیہ میں ہندی کے الفاظ کی ٹیپیں ہیں جو بہت درد آمیز اور بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ اس مرثیے کو سننے کے واسطے تمام بلگرام کے معززین اہل ہنود اور حکامانِ تحصیل وتھانہ آتے تھے مجمع نہایت کثیر اور پُر رونق ہوتا تھا۔ ہجوم مرداں کی وجہ سے مرثیہ خواں بمشکل ایک دو ہاتھ سے زیادہ نہیں بڑھ سکتے تھے اس مرثیہ کا جواب بھی اہل ہنود ہی پڑھا کرتے تھے بعدۂ واپسی تعزیہ از کربلا تمام بزرگوار واہلیان محلہ امام باڑہ میں موجود ہوکر غم امام علیہ السلام میں شریک ہوتے اور مجلس شربت کی ہوتی اور یہی مجلس سوم اور چہلم کو کربلا میں ہوا کرتی تھی''۔

اودھ اور روہیل کھنڈ میں تعزیہ داری کا یہ رنگ بھی نواباں اور شاہانِ اودھ کی ترغیب وتحریص اور ان کی سرپرستی کی وجہ سے پیدا ہوا، بلگرام کی تعزیہ داری کی جو تفصیل بیان ہوئی ہے نام ومقام کو چھوڑ کر کم وبیش روہیل کھنڈ کے شہر وقصبات میں بھی تعزیہ داری کا یہی انداز تھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تقسیم ہندوستان سے قبل آنولہ، بدایوں، اوجھانی، بریلی، پیلی، بھیت، رام پور اور امروہہ وغیرہ میں اسی زور شور سے تعزیہ داری ہوتی تھی۔ آج کراچی میں تقسیم کے بعد سے تعزیہ داری کا رنگ اس سے بھی چوکھا (زیادہ) ہوگیا ہے۔

بات ذرا آگے بڑھ گئی۔ ذکر تھا صفدر جنگ کے جائیدادوں کے ضبط کرنے کا۔ آئینہ اودھ کے مصنف مؤلف ابوالحسن مانک پوری لکھتے ہیں:

> ''سادات موضع بتی، برگنہ، سہوہ وفتح پور خاص میں مقیم ہوئے، مدت تک اولاد اِن کی بہ مذہب آبائی (اہل سنت) قائم رہی لیکن بعہد ریاست ابوالمنصور خاں صفدر جنگ مذہب امامیہ اختیار کرتے گئے''۔ ①

> ''ان (سید غلام حسین ثانی ساکن بہرائچ) کے دو پسر غلام محمد وغلام رسول ثانی (ہوئے) یہ معاصر تھے نواب شجاع الدولہ بہادر کے بعد شکست بکسر کے جب صلح نامہ گورنمنٹ انگلشیہ سے ہوا نواب ممدوح بالذکر نے حکم ضبطی کل معافیات صوبہ اودھ کا صادر کیا یہ دونوں بھائی بہ طمع بحالی معافی بہ تبدیلی مذہب آبائی (اہل سنت) پابند مذہب امامیہ ہو گئے''۔ ②

صفدر جنگ کے بعد شجاع الدولہ (ف ۱۱۸۸ھ۔ ۱۷۷۵ء) سریر آرائے حکومت ہوئے وہ اپنی مذہبی پالیسی میں اپنے والد بزرگوار کے سختی سے پابند رہے بلکہ ان کے زمانے میں یہ پودا اور بھی برگ وبار لایا، انہوں نے فرخ آباد کے بنگش اور روہیل کھنڈ کے روہیلہ حکمرانوں کا پورے طور سے استیصال کیا۔ احمد خاں بنگش کے صاحبزادے نواب دلیر ہمت خاں مظفر جنگ (ف ۱۲۱۱ھ۔ ۱۷۶۶ء) کے زمانے

① آئینہ اودھ از ابوالحسن مانک پوری صفحہ ۱۱۹ مطبع نظامی کانپور ۱۸۸۰ء۔
② حوالہ مذکورہ صفحہ ۱۵۵۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

میں ۳۔۱۷۷۲ء میں ریاست فرخ آباد شجاع الدولہ کے ماتحت ہوگئی اور ۱۷۷۳ء میں نواب مظفر جنگ نے باقاعدہ شیعہ مسلک اختیار کرلیا۔

لوح تاریخی (تصنیف ۱۲۵۵ھ) کے مؤلف منور علی خاں لکھتے ہیں:①

''کول (علی گڑھ) کی راہ میں ایک قصبہ جلالی ہے کہ سید اس میں رہتے ہیں وہاں محرم کا چاند دکھائی دیا تب نواب شجاع الدولہ نے وہیں قیام کیا اور تعزیہ داری وہیں کی۔ امام باڑہ کپڑے کا کھڑا کیا گیا اور چاندی کے تعزیئے رکھے گئے جو امیروں کے ہمراہ سفر میں ہوتے ہیں، چنانچہ نواب مظفر جنگ اس مقام پر شیعہ ہوئے''۔

شجاع الدولہ نے جلالی میں ایک صاحب حکیم خیرات علی کے امام باڑے کے لیے چار گاؤں مال پور، کمال پور، نورتھ اور نزولی معاف کیے۔②

۱۷۷۴ء میں شجاع الدولہ نے انگریزوں کی مدد سے روہیلوں پر چڑھائی کر دی، روہیلہ سردار حافظ الملک حافظ رحمت اللہ خاں میراں پور کڑہ کی جنگ میں شہید ہوئے، تمام ریاست روہیل کھنڈ پر شجاع الدولہ کا قبضہ ہوگیا اور اس کی دیرینہ آرزو پوری ہوگئی، اہل روہیل کھنڈ کو سخت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا، شہر وقصبات بری طرح تاراج کیے گئے۔ امراء ورؤساء اور علماء ومشائخ کو سخت کھکھیڑیں (مصیبتیں) اٹھانی پڑیں شعائر اسلامی کی اعلانیہ بے حرمتی کی گئی۔

شیو پرشاد کی کتاب فرح بخش کے حوالہ سے نجم الغنی خاں لکھتے ہیں:③

① لوح تاریخی از منور علی خاں ورق ۱۲۰ قلمی، سال کتابت ۱۳۷۳ھ مخزونہ مسلم یونیورسٹی لائبریری، علی گڑھ۔

② حیات حافظ رحمت خان از سید الطاف علی بریلوی صفحہ ۲۵۹ طبع ثانی، کراچی ۱۹۶۳ء۔

③ تاریخ اودھ، جلد دوم از نجم الغنی خاں صفحہ ۲۷۱ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۹ء۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''مسجدوں، مدرسوں، خانقاہوں اور مقبروں میں تلنگے گوبر سے چوکا دیتے اور کھانا پکاتے ہیں،'' ''آنولہ'' نواب علی محمد خاں کے عہد میں دارالاسلام تھا اور نواب ممدوح نے بڑی کوشش کے ساتھ آبادی میں ترقی دی تھی قلعہ اور مسجدیں تعمیر کرائی تھیں۔ ''آنولہ'' کی دینداری پر بلاد اسلام کو رشک تھا۔ شجاع الدولہ کی فتح کے بعد اس شہر کی یہ نوبت پہنچی کہ آخون محمد رحیم کی مسجد میں جو ایک مقدس اور مجتہد شخص تھے، رنڈیاں اور فاحشہ عورتیں رہنے لگیں اور اعلانیہ ان میں بیٹھ کر کسب کراتیں، بدفعلی میں مشغول رہتیں ان سے کوئی یہ تعرض نہ کرتا کہ تم مسلمانوں کے ایک مقدس مقام میں ایسا کیوں کرتی ہو''۔

شجاع الدولہ نے فتح روہیل کھنڈ کے سلسلہ میں مشہور حق گو صوفی، شیخ، پیرزادہ، مدن کی جائیداد ضبط کر لی اور ان کو قید کر دیا، قید ہی میں ان کا انتقال ہوا یہ وہی شاہ مدن ہیں جن کے متعلق مشہور ہے۔

بڑھائی شیخ نے داڑھی اگرچہ سن کی سی
مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

ضبطی جائیداد کے سلسلہ میں ہم عصر مورخ منشی فیض بخش بن غلام سرور کاکوروی مرتب ''رقعات'' ''رقعات پچھمی نرائن'' لکھتے ہیں:①

''بعد انقضائے مدت دہ سال
کہ صحبت شاہ مدن بجہات شتی
کہ اظہار آں محض طول مقال

① رقعات پچھمی نرائن مرتبہ منشی فیض بخش بن غلام سرور کاکوروی صفحہ ۵ مطبع جعفری کانپور ۱۲۷۸ھ۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

است از وزیر الممالک نواب
شجاع الدولہ بہادر برہم خورد
ودیہات جاگیر ایشاں کہ قریب
بہ محاصل یک لکھ روپیہ بود
بہ ضبط سرکار دولت مدار
درآمد شاہ موصوف بایں
ہمہ طنطنہ مشیخت وسیادت
محبوس زنداں شدند''۔

''دس سال کی مدت گزرنے کے بعد شاہ مدن کی شہرت تمام اطراف میں پھیلی جس کا یہاں بیان کرنا محض بات کوطول دینا ہے اور شاہ مدن کی شہرت سے نواب شجاع الدولہ برہم ہوئے اور ان کے گاؤں کی جاگیریں جن کی آمدنی ایک لاکھ روپے تھی سرکار دولت مدار کی ضبطی میں آ گئے اور شاہ مدن موصوف تمام شان وشوکت، مراتب وسرداری کے ساتھ قید خانے میں قید کر دیئے گئے''۔

اس سلسلہ میں مزید تفصیل نامہ مظفری میں ملاحظہ ہو:①

''شجاع الدولہ کے سالے نواب سالار جنگ جو بہو بیگم کے بھائی تھے وہ نہایت متعصب وحاسد شخص تھے شاہ (مدن) صاحب کے احترام سے انہیں دلی عناد تھا اکثر وہ شجاع الدولہ کے دل میں شاہ صاحب کی برائیاں جماتے تھے شاہ صاحب حافظ الملک کے ضرور طرف دار

① نامہ مظفری حصہ دوم از منشی محمد مظفر حسین خاں صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱ مطبع مجتبائی لکھنؤ ۱۹۱۷ء۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تھے''۔ کیونکہ حافظ الملک شاہ صاحب کے ارادت مند تھے بلکہ بعض راویوں کے مطابق شجاع الدولہ نے شاہ صاحب پر حافظ الملک سے سازش رکھنے کا الزام لگایا اور ان کی جاگیریں ضبط کر لیں اور اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ یہاں تک ظلم کیا کہ شاہ آباد کے قیام میں اثاث البیت اور مستورات کے زیورات تک شاہ صاحب سے منگوا لیے اس کے چھ ماہ کے بعد شاہ مدن صاحب نے انتقال کیا۔

شاہ صاحب کے صبر اور حافظ الملک کے خون ناحق نے شجاع الدولہ کو ایک سال بھی خوش نصیب نہ ہونے دیا حافظ الملک کے قتل کرانے کے نو مہینے بعد اور شاہ مدن صاحب کے انتقال کے تین ماہ کے بعد عین شباب میں ۴۵ برس کی عمر میں ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ کو شجاع الدولہ نے انتقال کیا''۔

شجاع الدولہ کے عہد کے دو واقعات کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ اس کے عہد میں اس زمانے کے دو نامور فاضل ملا عبدالعلی بحر العلوم (ف ۱۲۳۵ھ۔ ۱۸۲۰ء) اور ملا محمد حسن فرنگی محلی (ف ۱۱۹۶ھ۔ ۱۷۸۴ء) اختلاف عقائد کی وجہ سے لکھنؤ سے خارج البلد کیے گئے، اور ان ہستیوں کو پھر کبھی اپنا وطن دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ ملا عبدالعلی بحر العلوم نے ساری عمر شاہجہان پور، رام پور، ہگلی اور مدراس میں غریب الوطنی میں گزاری اور مدراس ہی میں پیوند خاک ہوئے۔ ملا محمد حسن نے رام پور میں سکونت اختیار کر لی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ لکھنؤ کی سرزمین ان افاضل پر فخر کرتی ہے مگر یہ حقیقت بھی ہے کہ اہل لکھنؤ اور حاکم لکھنؤ (شجاع الدولہ) نے ان کے ساتھ کیسا ننگ انسانیت سلوک کیا۔ ؎

آسمان را حق بود گر خوں ببارد بر زمین

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملا عبد العلی بحر العلوم کے سلسلہ میں مولانا فضل امام خیرآبادی لکھتے ہیں:①

''بعد ازاں بہ سبب بے از اسباب لکھنؤ برآمدہ چندے در رام پور ماند وآنجا بہ افادہ وافاضہ پرداختند''۔

''اور اس کے بعد کسی سبب کی بنا پر لکھنؤ سے نکل گئے اور کچھ عرصہ رام پور میں قیام کیا اور اس میں اضافہ کرتے رہے''۔

مؤلف اغصان اربعہ اس سبب کی کسی قدر نشاندہی کرتے ہیں:②

''در اوائل طال او (ملا عبد العلی بحر العلوم، را سانحۂ عظیمے در وطن پیش آمد، بہ سبب آں صورت قیام در آنجا مناسب ندیدہ، ہر چند اعانت وامداد از خویشاں وعزیزاں درخواست انہا ہم شریک او گشتند لاکن گفتند کہ ما یاں مدام در خانہ نمی باشیم۔ ملا مذکور فساد ارباب شہر دیدہ قیام دریں شہر نتوانست دراہی شاہجہان پور گشت حاکم آنجا حافظ رحمت خاں مرحوم آمدن فرزند مولانا نظام الدین در ملک خود غنیمت دانست بکمال اعزاز واکرام اور گرفتہ وسبہ معقول برائے مصارف طلبہ علم مقرر ساخت ونواب شاہجہاں پور عبد اللہ خاں مرحوم آمدہ اندرون قلعہ در حویلی خود اور اجا داد تا حیات حافظ رحمت خاں مرحوم ہما جا سکونت داشت''۔

''ملا عبد العلی بحر العلوم کے ابتدائی حالات میں ایک بڑا سانحہ اپنے وطن (لکھنؤ) میں پیش آیا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے وہاں رہنا مناسب نہیں

① زاجسم الفضلاء از فضل امام خیرآبادی صفحہ ۳، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی۔ کراچی ۱۹۵۶ء۔
② اغصان الاربعہ للشجرہ الطیبہ از ولی اللہ لکھنوی صفحات ۱۲۲۔ ۱۲۳ مطبع کارنامہ فرنگی محل لکھنؤ ۱۲۹۸ھ۔ ۱۸۸۱ء۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سمجھا اگر چہ عزیز و اقارب نے ان کو مدد دینے کی درخواست کی لیکن انہوں نے کہا کہ ہم ہمیشہ گھر میں نہیں رہ سکتے۔ مذکورہ ارباب شہر کے فساد کو دیکھ کر وہاں قیام نہ رکھ سکے اور وہاں سے شاہجہاں پور چلے گئے۔ وہاں کے حاکم حافظ رحمت خاں مرحوم نے مولانا نظام الدین کے بیٹے کو اپنے علاقے میں آنے کو غنیمت سمجھا اور بڑے عزت واحترام کے ساتھ ان کے طلباء کے اخراجات ومصارف کے لیے معقول وظیفہ مقرر کر دیا اور نواب شاہجہاں پور عبداللہ خاں مرحوم نے تو آ کر اندرون قلعہ اپنی حویلی میں ان کو جگہ دی اور حافظ رحمت اللہ خاں مرحوم کی زندگی تک وہ وہیں مقیم رہے''۔

واقعہ یہ تھا کہ بلگرام کا ایک رئیس نور الحسن خاں ملا بحر العلوم کے مدرسے کے پاس ان کے ایک عزیز مولوی محب اللہ کے مکان میں علاج کی غرض سے مقیم تھا محرم کا مہینہ آ گیا، اس رئیس نے وہاں تعزیہ منگوایا اس بات پر جھگڑا ہو گیا، بحر العلوم کو جان کے لالے پڑ گئے، ان کو لکھنؤ چھوڑنا پڑا اور پھر کبھی وطن نصیب نہ ہوا۔ ملا حسن بھی اسی نوع کے قضیے میں لکھنؤ سے نکالے گئے۔

مؤلف اغصان الاربعہ لکھتے ہیں: ①

''بشرارت بعضے از حساد مفسدۂ عظیم در وطن رو داده که در آں ابلاک خود را مشاہدہ ساخت وطعام وطن ممکن ندانستہ راہی روہیل کھنڈ شد وبقیہ عمر در حمایت حکام آں ملک بسر برود در رام پور وفات یافت''۔

''بعض حاسدین نے وطن میں فساد عظیم برپا کر رکھا تھا اور انہیں اپنی

① اغصان الاربعہ ص ۸.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہلاکت کا خطرہ نظر آ رہا تھا وطن میں آب ودانہ نہ دیکھ کر روہیل کھنڈ چلے گئے اور باقی عمر اس ملک کی حمایت میں بسر کی۔ رام پور میں وفات پائی''۔

شجاع الدولہ کے بعد نواب آصف الدولہ (ف ۱۲۱۲ھ۔ ۱۷۹۷ء) مسند نشین حکومت ہوئے چونکہ فتح روہیل کھنڈ کے بعد جلد ہی شجاع الدولہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ لہٰذا نظم ونسق کے قیام کی تمام پالیسی آصف الدولہ کو وضع کرنی پڑی، آصف الدولہ نے بڑی حد تک اپنے باپ اور دادا کی روایات کو برقرار رکھا، قدیم جاگیرداروں کی جاگیریں ضبط ہوئیں روہیلوں کے مرکزی مضافات کے محلات اور سرائیں ضبط ہو کر ان شیعہ عمال اور افسران کو ملیں جو آصف الدولہ کی طرف سے ایک حصہ چو برجی میں قابض ودخیل رہے، تقسیم ہند کے بعد یہ تتر بتر ہو گئے۔

سید الطاف علی بریلوی لکھتے ہیں: ①

''شاہانِ اودھ کے عہد حکومت میں اہل تشیع حضرات کی مہذب وذی علم آبادی کا کافی اضافہ ہوا۔ روہیل کھنڈ کے ہر ایک ضلع میں ہمارے ان بھائیوں کے مشہور خاندان آ کر سکونت پذیر ہو گئے اور حکومت کی جانب سے ان کو معقول زمینداریاں اور جاگیریں عطا کی گئیں، بریلی میں حسینی باغ، گزری کی مسجد اور آصف الدولہ کا کالا امام باڑہ وغیرہ اسی عہد کی مشہور یادگاریں ہیں''۔

محرم کے عزاداری کے سلسلہ میں بریلوی صاحب رقمطراز ہیں: ②

''سرزمین روہیل کھنڈ میں موجودہ زمانے کی سی دھوم دھام کی۔ محرم داری

① حیات حافظ رحمت اللہ خاں طبع دوم صفحہ ۲۱۸.
② حوالہ مذکورہ صفحات ۳۳۵۔۳۳۶.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس میں باجے تاشے، نوبت، علم، تخت، تعزیوں وغیرہ کے جلوس نکالے جاتے ہیں اس کا روہیلوں کے دور حکومت یا اس سے قبل کے زمانے میں جہاں تک تحقیق کی گئی، وجود نہیں ملتا۔ اس قسم کی تعزیہ داری کا سلسلہ بعد شہادت حافظ الملک والیانِ اودھ کے بست وہفت سالہ عہد سلطنت میں شروع ہوا، کالا امام باڑہ تعمیر کردہ نواب آصف الدولہ اور بریلی میں شیعہ حضرات کی دوسری عمارتیں بھی اسی زمانے کی یادگار ہیں''۔

بسولی میں نواب دوندے خاں کا تعمیر کردہ شیش محل تھا اس کی ایک پرانی محل سرا میں میر مشرف علی کو مقیم کیا جو شجاع الدولہ کے زمانے میں ایران سے وارد لکھنؤ ہوئے تھے، ان کی اولاد تقسیم ملک تک اس محل سرا میں رہتی تھی اور یہ حصہ حویلی سادات کہلاتا تھا، اس خاندان کے آخری نمائندے سید محمود علی تھے۔ قیام پاکستان کے بعد بسولی میں وہ فوت ہوئے اسی طرح اوجھیانی کا قلعہ جو نواب عبداللہ خاں ولد نواب علی محمد خاں کا تعمیر کردہ تھا وہ بھی شیعہ سادات کو ملا۔ اسی خاندان کے آخری آدمی سید شیدا علی بن سید حمزہ علی تھے، آصف الدولہ کے زمانے میں اوجھیانی میں محلہ ساہوکارہ، ایک وسیع اور عالی شان امام باڑہ بھی بنا تھا نواب آصف الدولہ نے خادم حسین خاں متولی امام باڑہ کے چھ گاؤں برائے امام باڑہ وقف کیے تھے۔ اس امام باڑہ کی تمام عمارت ختم ہوگئی صرف صدر دروازہ باقی ہے۔ اس خاندان کے آخری آدمی مرزا صفدر حسین تھے جو کراچی میں اندھے ہوکر مرے انہوں نے امام باڑہ کی تمام موقوفہ جائیداد موضع نناکھیڑا اور پیر پور (ضلع بدایوں) بیچ کر خرد برد کردی تھی۔

غرض کہ آصف الدولہ کے دور میں روہیل کھنڈ میں اثنا عشری مسلک کی خوب نشر واشاعت ہوئی حکومت کی طرف سے تحریص وترغیب اور تنبیہ وتخویف کے حربے بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استعمال کیے گئے۔ گزیٹر مراد آباد کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:①

''اکبر کے عہد سے (نواباں) اودھ کے تسلط وحکومت کے ابتدائی زمانہ تک امروہہ کے تمام سید موخر الذکر مذہب (اہل سنت وجماعت) کے پابند تھے نوابان اودھ چونکہ بذات خود عالی شیعہ تھے اس لیے امروہہ کے بہت سے سیدوں نے اپنا قدیم مذہب② (شیعیت) پھر اختیار کرلیا اور اس طرح تبدیل مذہب کرنے سے انہیں بہت سی دنیوی فوائد بھی صحرائی وسکنائی جائیداد واملاک کے حصول کی صورت میں حاصل ہو گئے''۔

اس سلسلہ میں آل حسن بخشی مؤلف نخبۃ التواریخ کا بیان ملاحظہ ہو:③

''سیدعلی احمد درابتداء مذہب قدیم اہل سنت وجماعت داشت چوں اور وہم دیگر سادات جاگیرداران امروہہ پر استخلاص محال جاگیر ضبط کردۂ نواب آصف الدولہ کہ درآں وقت متصرف ایں ممالک بود اتفاقاً بہ لکھنؤ افتاد وچندگاہ آنجا اقامت اختیار کردند صحبت ہائے شیعان آنجا کہ معاون کار آناں بودند، برداشتند، الصحبۃ مؤثرہ مذہب تشیع اختیار کردند پیش از دودریں سلسلہ کسے مہتم بہ شیعیت نہ شد''۔

''سید احمد علی شروع میں اہل سنت وجماعت کا مذہب رکھتے تھے چونکہ ان کو اور امروہہ کے دوسرے سادات کو جن کی جاگیریں آصف الدولہ نے

① گزیٹر مراد آباد صفحہ ۱۸۴ مطبوعہ الہ آباد ۱۹۱۱ء۔

② گزیٹر کا یہ بیان درست نہیں کہ ان کا قدیم مذہب شیعہ تھا بلکہ ان کا قدیم مذہب اہل سنت وجماعت تھا۔

③ بحوالہ تاریخ امروہہ جلد اول از محمود احمد عباسی صفحہ ۲۶۹ دہلی ۱۹۳۰ء۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ضبط کر لی تھیں اور اس وقت ان کے قبضے میں اپنی جائیداد کو واگزار کرنے کے لیے اتفاقاً لکھنؤ آنا پڑا وہاں قیام کیا اور وہاں کے شیعوں سے وہ ان کے معاون بنے اور بمصداق صحبت کا اثر بہت ہوتا ہے شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔ اس سے پہلے وہ شیعہ نہ تھے''۔

مولوی محب علی خاں عباسی مؤلف آئینہ عباسی اس مسلک کی اشاعت کا چشم دید حال اس طرح بیان کرتے ہیں:①

''اس شہر (امروہہ) میں بعد سالار غازی کہ آٹھ سو برس ہوئے ہوں گے اہل اسلام سادات وشرفا بودوباش رکھتے ہیں۔ سب کا ایک مذہب اہل سنت والجماعت تھا جیسا کہ آثار واطوار وتصانیف واخبار سے بخوبی ثابت ہے اب عرصہ ۷۵ برس سے بوجہ آنے عملداری نواب آصف الدولہ پر کہ وہی اس مذہب کا موجد ہندوستان میں ہے بفحوائے الناس علی دین ملوکھم بعض نے بہ طمع نفسانی اپنے بزرگوں کا مذہب چھوڑ کر تشیع اختیار کیا اب ہمارے سامنے اس مذہب کی ترقی ہوئی''۔

جنہوں نے نوابانِ اودھ کے مذہب کو قبول نہیں کیا ان کا کیا حشر ہوا اس کی داستان بھی سنیے، مؤلف تذکرہ کاملان رام پور علی برادران (مولانا محمد علی وشوکت علی مرحومین) کی ننھیال کے سلسلے میں رقمطراز ہیں:②

''اودھ کے تسلط روہیل کھنڈ کے وقت امروہہ کے امراء نے تبدیل مذہب اور حاضری دربار کی بدولت اپنی جاگیروں کو قائم رکھا اس خاندان میں

① بحوالہ تاریخ امروہہ جلد اول از محمود احمد عباسی صفحہ ۲۷۸۔
② تذکرہ کاملان رام پور از حافظ احمد علی خاں صفحہ ۱۳۰۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کوئی سلطنت اودھ کے دربار میں شریک نہیں ہوا اس لیے کثیر حصہ جائیداد کا ضبط ہوگیا''۔

بدایوں میں حکومت اودھ کی طرف سے ۱۷۷۴ء میں خواجہ آفتاب خاں پہلا عامل مقرر ہوا اور اپنے پیش رو فتح خاں خانساماں (ف ۱۱۸۷ھ۔ ۱۷۷۲ء) کی حویلی میں مقیم ہوا کیونکہ فتح خاں کا خاندان قید ہوکر لکھنؤ اور الہ آباد پہنچ چکا تھا اسی زمانے سے بدایوں میں تعزیہ داری شروع ہوئی شیعہ حکام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے تعزیہ داری کے جلوس حکام کی قیام گاہ محلہ بھاجی ٹولہ (حسینی گلی) سے نکالے گئے۔ خواجہ آفتاب کے بعد مسلمان عاملوں میں خواجہ عین الدین، مہدی علی خاں، الماس علی خاں اور حسین علی خاں آئے۔ ①

ان شیعہ حکام کے قیام کی غرض سے اس گلی سے خاص طور سے تعزیہ داری کے جلوس گزرنے شروع ہوئے اور ان کے قیام کی وجہ سے ہی اس گلی کا نام ''حسینی'' ②

---

① عمدۃ التواریخ وتاریخ بدایوں، از مولوی عبدالحی صفا بدایونی صفحہ ۳۸۔۳۹ مطبع مطلع العلوم مراد آباد ۱۸۷۹ء۔

② بدایوں کے اس تاریخی کوچہ ''حسینی گلی'' کی طرف ذرا اشارہ کرنا ضروری ہے ۱۸۸۶ء و ۱۸۷۷ء میں مسٹر لیمب کلکٹر بدایوں کے زمانے میں عشرۂ محرم اور دسہرہ ایک ساتھ پڑے ہندو اور مسلمانوں کے درمیان بعض امور پر جھگڑا ہوا ہندو مانع تھے کہ اس گلی سے تعزیئے نہ نکلیں مسلمان مصر تھے کہ حسب معمول نکلنے چاہئیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ محلہ اور راستہ قطعاً ہندوؤں کی بستی ہے صرف ایک دو مکان مسلمانوں کے، ایک مسجد اور ایک مزار اس گلی میں ضرور واقع ہیں، اس جھگڑے کے موقعہ پر مسٹر نیل کمشنر روہیل کھنڈ کے معاینہ کے وقت مسلمانوں نے اس مزار کا فرضی نام ''سید حسین شہید'' رکھ کر اسی نام سے ''حسینی گلی'' منسوب کیا۔ تنقیح طلب یہ ہے کہ یہ محلہ پورا ہندوؤں کا ہے اس راستے سے مسلمانوں کے علم، تعزیئے اور جلوس کیوں نکلے جبکہ وہ محلہ میں آباد نہیں شہر کے اور راستے ہو سکتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ اودھ کے شیعہ حکام کی وجہ سے تعزیہ داری کے جلوس اسی گلی سے نکلے اور اسی وجہ سے اس گلی کا نام ''حسینی گلی'' پڑا۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

گلی پڑ گیا۔ خواجہ عین الدین اس مسلک میں بڑے غالی تھے۔ ①

''وہ ائمہ اطہار سے بے حد محبت رکھتا تھا۔ یہ روایت مشہور ہے کہ عشرۂ محرم میں معمول تھا کہ عاشورے کو تمام مال ومتاع و نقد وجنس اور عمارات اور زن ومرد بلکہ اپنی ذات سمیت جناب سید الشہداء کے نام خیرات کر دیتا تھا اور پھر قرض ادھار سے زر نقد پہنچا کر مول لیتا تھا۔ جس جگہ تھوڑے دنوں کے لیے جاتا تو امام باڑہ اور مسجد کی پہلے نیو ڈالتا''۔

بدایوں میں اس مسلک کی ترویج واشاعت کے متعلق مولوی محمد سلیمان بدایونی (ف ۱۹۶۳ء) اپنے ایک مقالہ ''بدایوں کے اہل تشیع'' میں لکھتے ہیں: ②

''صورت سنگھ نے بدایوں کا چارج لے کر اندازہ کیا کہ عوام کی تالیف قلوب عطیات سے کی جائے اور علما میں سے بھی انتخاب کر کے مخالفت کی آواز کو بالکل اٹھنے نہ دیا جائے۔ چنانچہ اس کی نظر انتخاب مفتی محمد علی صدیقی حمیدی اور مولوی محمد علی عثمانی پر پڑی، مولوی صاحب (محمد علی عثمانی) نے موضع شادی پور تحصیل داتا گنج میں معافی کی اراضی لے کر سکونت اختیار کر لی۔

مفتی صاحب نے علاوہ ہدایا اور عطایا کے حکومت کا مذہب بھی اختیار کر لیا اور ان کی اولاد اس وقت تک شیعیت پر قائم ہے۔ مفتی جی کی ترویج شیعیت سے ان کے اکثر عم زادوں نے شیعیت اختیار کی۔ مفتی جی کے بیٹے

① تاریخ اودھ جلد سوم ص ۱۵۳۔

② بدایوں کے اہل تشیع از مولوی محمد سلیمان بدایونی صفحہ ۶، سائیکلو اسٹائلڈ، کراچی ۱۹۵۹ء مملوکہ محمد ایوب قادری۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مفتی مظفر علی نے ''عروج الشیعہ فی البدایوں'' لکھی، ایک امام باڑہ تعمیر کرایا جو بڑا امام باڑہ کہلاتا ہے۔ یہ میرے مکان کی شمالی حد تھی اس امام باڑے کے نام موضع خیر پور① تحصیل بدایوں میں وانی عطیہ نواب آصف الدولہ ہے''۔

اسی زمانے میں بدایوں کے مشہور شاعر ظہور اللہ خاں نوابؔ (ف ۱۲۴۲ھ۔ ۷۔۱۸۲۶ء) ولد مولوی علی دلیل اللہ صدیقی حمیدی نے بھی اثنا عشری مسلک اختیار کر لیا تھا۔ مدتوں لکھنؤ، حیدر آباد اور ایران کے درباروں میں رہے۔ ان ہی درباروں کے اثر سے یہ مسلک اختیار کیا ہوگا۔ بدایوں میں ایک اور امام باڑہ (۱۲۲۱ھ۔ ۱۸۰۶ء) میں تعمیر ہوا۔ ضلع بدایوں کے قصبہ اسلام نگر میں بھی شیعہ سادات عہد آصفی کی یادگاریں ہیں۔ اسلام نگر میں ایک امام باڑہ بھی تھا، شیعہ سنی تعلقات کے سلسلہ میں مولوی محمد سلیمان بدایونی لکھتے ہیں:②

''بدایوں میں شیعہ سنیوں میں اس وقت تک باہم وگر شادی و بیاہ ہوئے ہیں عموماً شیعہ لڑکیوں کی اولاد شیعہ ہوتی ہے اور اکثر سنی لڑکیاں اپنے خاوندوں کے مذہب پر شیعہ ہو جاتی ہیں، بدایوں شہر (حدود میونسپلٹی) کا کوئی سید، شیعہ نہیں ہے جتنے بھی ہیں شیخ صدیقی ہیں نہ حیدری نہ علوی نہ جعفری''۔

نواب آصف الدولہ نے ۱۲۰۹ھ۔ ۱۷۹۴ء میں رام پور پر چڑھائی کی اور

---

① اس امام باڑے کے لیے خیر پور (ضلع بدایوں) میں ۴۳۱، ایکڑ اراضی وقف تھی، ملاحظہ ہو: بدایوں کی معدنیات کا دخل نامہ مورخہ ۹ اگست ۱۸۷۵ء جاری شدہ صدر بورڈ آف ریونیو شمالی مغربی صوبہ، آگرہ (محمد ایوب قادری)

② بدایوں کے اہل تشیع صفحہ ۸۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ریاست کا ایک حصہ ضبط کر لیا اس واقعہ کی تہہ میں بھی مذہبی جذبہ کارفرما تھا نواب فیض اللہ خاں کے انتقال کے بعد اِن کے فرزند نواب محمد علی خاں مسند نشین ریاست ہوئے چونکہ وہ آصف الدولہ کے دربار لکھنؤ میں رہے تھے اس لیے نواب کی ترغیب سے انہوں نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا۔ انہوں نے سریر آرائے حکومت ہونے کے بعد لکھنؤ کے آئین وقانون روہیلہ پٹھانوں پر جاری کیے انہوں نے غلام محمد خاں کو شریک بنا کر محمد علی خاں کو ختم کر دیا۔ پس پھر کیا تھا انگریزوں کو ساتھ لے کر آصف الدولہ نے فوج کشی کی اور مقتول کے صاحبزادے احمد علی خاں کو مسند نشین کیا۔ اسی زمانہ سے رام پور میں شیعیت کا زور ہوا اور نواب کلب علی خاں کو چھوڑ کر رام پور کے تمام نواب اثنا عشری ہوئے۔ نواب محمد سعید خاں کے زمانے میں شاندار امام باڑہ تیار ہوا۔

مارہرہ ضلع ایٹہ کا مشہور قصبہ ہے یہاں پیرزادوں کا ایک قدیم مشہور خاندان ہے جس میں نامی گرامی مشائخ گزرے ہیں۔ ان کا تعلق بلگرام کے سادات سے ہے ان میں اثنا عشری مسلک کی ترویج کے سلسلہ میں اسی خاندان کے ایک مؤرخ مولوی سید محمد میاں مارہروی لکھتے ہیں:①

> ''ہمارے اسلاف کرام اور ان کے اخلاف فخام سب بحمد اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے دین اسلام و مذہب اہل سنت والجماعت سے آراستہ و پیراستہ چلے آئے تھے اور اس دین متین و مذہب مہذب میں تعصب وتغلب کو مقبول ومحمود جانتے اور مانتے اور بتاتے رہتے تھے مگر اودھ کی رافضی سلطنت کے قرب اور اثر سے بلگرام اور اس کے نواح کے مقامات میں رہنے والے بعض ہماری نسل کے منتبین میں شیعیت کا دخل ایک عرصۂ کثیر و دراز

① خاندان برکات از مولوی سید محمد میاں صفحہ ۸۱۔۸۲ مطبوعہ حسنی پریس بریلی ۱۹۲۷ء۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے ہو گیا تھا۔ جو بامتدادِ زمانہ بڑھتا رہا مگر بحمد تعالیٰ ہمارے اجداد کرام کے علم وفضل ظاہری و باطنی اور ان کی پختگیٔ دین و مذہب وحفاظ سے شریعت نے ہمارے مارہرہ کی نسل میں اس ضلالت کو داخل نہ ہونے دیا جہاں تک معلوم ہوتا ہے اول جما میاں صاحب ① لکھنؤ اور پورپ کی صحبتوں سے اس طرف مائل ہوئے اور اب ان کی باغ پختہ کی نسل کی جو حالت ہے وہ میں اوپر بتا چکا ہوں اور حضرت سید شاہ آل حسین سچے میاں صاحب قدس سرہٗ کے بعد ان کے دوسرے بیٹے سید محمد تقی خاں صاحب سے ان کی نسل میں بھی شیعیت کی کچھ کچھ داغ بیل پڑنا شروع ہوئی اور اب فقیر کے علم میں اس نسل کا کوئی بھی ایسا نہیں جو شیعہ بتفاوت مراتب نہ ہو اور ہمارے حضرات کی صاحبزادیوں کی بھی جو نسل مارہرہ سے باہر کوات، بلگرام، باڑی سانڈی وغیرہ میں ہے ان میں بھی ایک عرصہ سے شیعیت گھس گئی ہے''۔

چونکہ آصف الدولہ کے دور میں علاقہ روہیل کھنڈ میں خاص طور سے اثنا عشری مسلک کی تبلیغ واشاعت ہوئی اس لیے ہم نے اس کا قدرے تفصیلی جائزہ لیا ہے آصف الدولہ کو ان کے نائب سرفراز الدولہ نواب حسن رضا خاں کی وجہ سے اس معاملہ میں خاصی دلچسپی تھی۔

مولوی سید عبدالحی مصنف ''گل رعنا'' لکھتے ہیں: ②

---

① جما میاں کا نام آل امام بن برکات ہے ۱۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ۸ رمضان ۱۲۴۸ھ میں فوت ہوئے تفصیل کے لیے دیکھئے خاندان برکات ۲۴۔۲۵.

② گل رعنا از مولوی عبدالحی صفحہ ۱۵۲۔ ۱۵۳.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''نواب آصف الدولہ کے زمانے کا یہ کارنامہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ لہو ولعب میں مشغول ہونے کے ساتھ مذہب تشیع کی اشاعت میں انہوں نے دل سے کوشش کی ان کے نائب حسن رضا خاں بھی مذہبی آدمی تھے وہ بھی اس کوشش میں لگے رہتے تھے ان کی کوششوں سے ہزاروں خاندان سنی سے شیعہ ہو گئے اور ان کو جاگیریں ملیں اور جو اپنی ضد پر قائم رہے ان کی جاگیریں جو شاہانِ مغلیہ کے وقت سے چلی آتی تھیں ضبط کی گئیں''۔

سید غلام علی نقوی مصنف ''عماد السعادت'' لکھتے ہیں:①

''بانی جمعہ و جماعت در اثنا عشریاں درلکھنؤ او (حسن رضا خاں) بودہ است در ہیچ شہرے از شہر ہائے ہندوستان نماز جمعہ و جماعت در مذہب امامیہ رائج نبود بلکہ کسے را گمانِ ایں ہم نہ بود کہ درا ایران و بلاد عرب نماز جماعت در عشریان گزاردہ می شود''۔

''اثنا عشری شیعوں میں نماز جمعہ و جماعت کی بنیاد حسن رضا خاں نے لکھنؤ میں رکھی ورنہ ہندوستان کے کسی دوسرے شہر میں نماز جمعہ و جماعت امامیہ مذہب میں رائج نہ تھی بلکہ کسی کے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ایران اور عرب کے شہروں میں شیعوں میں نماز ادا کی جاتی ہے''۔

سید کمال الدین حیدر مشہدی اس واقعہ کو قدرے تفصیل سے لکھتے ہیں:②

''دوسرا امر خسات دینی یہ ہوا کہ لکھنؤ میں مؤمنین برائے نام شیعہ تھے اور اپنی عدم واقفیت سے اعمال عوام خلاف بھی کرتے تھے اس قدر

① عماد السعادت از سید غلام علی نقوی صفحہ ۱۳۷ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۶۴ء۔
② قیصر التواریخ جلد اول ۱۱۳، ۱۱۴ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۶ء۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ضروریات مذہب سے آگاہ نہ تھے اور بعض جواز راہ علم سے واقف تھے طریقہ ہدایت پند و وعظ و جماعت نماز علیٰ رؤس الاشہاد نہ کہہ سکتے تھے ہر چند اپنے ایمان میں کامل تھے یہ ترقی شریعت محمدی کی فقط مرزا حسن رضا خاں کی جہت سے ہوئی اتفاقاً اسی زمانے میں مرزا جواں بخت شہزادے (فرزند شاہ عالم ثانی) مہمان جناب عالی (آصف الدولہ) تھے کس واسطے کہ وہ سنی تھے پہلے نماز جمعہ و جماعت میں جناب عالی (آصف الدولہ) بھی شریک ہوئے۔ غفران مآب سید دلدار علی زیارت عتبات عالیات اور تحصیل کتب فقہ امامیہ اور اجازت جہا (اجتہاد؟) جناب میر سید علی صاحب طباطبائی لے کر آئے تھے۔

صالحین مقدسین جو اِس زمانے میں صاحب احتیاط مشہور تھے ان کے صلاح ومشورہ سے جناب غفران مآب کا جانا بھی عتباتِ عالیات کا ہوا تھا نظر باحتیاط امامت نماز اپنی گوارا نہ کی جو اِن کے واسطے تجویز کی تھی وگرنہ جناب غفران مآب مرزا حسن خاں کے بیٹے کے معلم تھے غرض غفران مآب پیشوا ومقتدائے مؤمنین ہوئے۔

چنانچہ ان کے فیضان صحبت سے بہت سے شیعہ نکلے بہت سے شاگرد رشید ہوئے جن کی تعلیم وتلقین سے اکثر جاہل ناواقف اپنے اعمال خلاف سے باز رہے توفیق ہدایت پائی اور رواج درس وتدریس وتصانیف ہونے لگا اور دستخط احکام مسائل اثنا عشریہ جاری ہوئے''۔

''صالحین ومقدسین'' کی نشاندہی کرتے ہوئے سید عبدالحئ لکھنوی لکھتے ہیں: ①

① گل رعنا صفحہ ۱۵۴۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''شاہ اکبر علی چشتی مودودی کے مشورہ اور ملا محمد علی فیض آبادی کی تحریک سے نواب حسن رضا خاں نے جمعہ و جماعت قائم کر کے سب سے پہلے مولوی سید دلدار علی نصیر آبادی کی اقتداء میں ۱۳ رجب ۱۲۰۰ھ کو نماز ادا کی یہ پہلا دن ہے کہ وسط ہند میں شیعوں نے اپنا جمعہ و جماعت علیحدہ کر لیا نائب امام کی حیثیت سے مجتہدین کے ہاتھ میں زمامِ مذہب دی''۔

ملا محمد علی فیض آبادی کی مساعی جمیلہ کے سلسلہ میں مولوی مرزا محمد علی مؤلف ''نجوم السماء'' لکھتے ہیں: ①

''وقتیکہ جناب غفران مآب دریں بلاد بنائے اقامت جمعہ و جماعت فرمودہ واشاعت شعائر شریعت نمودہ، باعث آں ملا جلی مذکور شد کہ بہ ترغیب وتحریص او ایں امر خیر از نواب آصف الدولہ وزیرش نواب سرفراز الدولہ مرزا حسن رضا خاں مرحوم کہ از عقیدت مندانِ ملا علی بودند بظہور پیوست''۔

''جس وقت کہ غفران مآب نے ان شہروں میں نماز جمعہ قائم کرنے کی بنیاد رکھی اور شریعت کے طریقوں کو جاری کیا اس کا سبب ملا علی تھے کہ انہی کے کہنے سننے سے یہ کارِ خیر نواب آصف الدولہ اور اس کے وزیر سرفراز الدولہ مرزا حسن رضا خاں مرحوم و ملا علی کے عقیدت مندوں میں تھے ظہور پذیر ہوا''۔

ملا محمد علی فیض آبادی کی ''ترغیب وتحریص'' کے سلسلہ میں یہی مصنف رقمطراز ہیں: ②

① نجوم السماء از مرزا محمد علی صفحہ ۳۵۱ مطبع جعفری لکھنؤ ۱۳۰۳ھ۔
② حوالہ مذکورہ صفحہ ۳۴۷۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''دریں اثنا قدوۃ الافاضل وفخر الاماجد والاماثل مقبول بارگاہ الٰہ ملا محمد علی کشمیری ملقب بہ پادشاہ طاب ثراہ کہ درعلم فقہ علم اشتہار برافروختہ ودر فیض آباد رحل اقامت انداختہ بود در رسالۂ در بیان فضیلت نماز جمعہ کہ از احادیث ماثورہ وغیر آں باولہ شرعیہ واضح است تالیف نمودہ وخطبہ آنرا بنام نامی جناب نواب مرحوم (آصف الدولہ) مزین فرمودہ ودر پنج باب مبوب گردانید و باب چہارم آں را متضمن اسامی سرکس راکہ برطبق تحقیق شاں دریں بلاد قابلیت پیش نمازی داشتند نوشتہ باب پنجم را متضمن التماس کہ بخدمت وزیر الممالک نواب آصف الدولہ مرحوم کردہ ودرآں رسالہ مندرج ساختہ مرسل نمودہ''۔

''اسی درمیان قدوۃ الافاضل فخر الاماجد درگاہِ خداوندی میں مقبول محمد علی کشمیری جن کا لقب پادشاہ تھا۔ خدا ان کی قبر کو ٹھنڈا رکھے جو علم وفقہ دینی میں شہرت رکھتے تھے فیض آباد اقامت پذیر تھے ایک رسالہ نماز جمعہ کی فضیلت میں صحیح حدیثوں اور قانون شریعت سے ثابت ہے تالیف کیا اور نواب آصف الدولہ کے نام اس کا خطبہ مزین کیا اس میں پانچ باب قائم کیے اور اس کے چوتھے باب میں تین نام جو اِن کی تحقیق کی بنا پر پیش نماز بننے کی قابلیت رکھتے تھے لکھے اور پانچواں باب وزیر الممالک نواب آصف الدولہ سے التماس سے متعلق تھا ارسال خدمت کیا۔

ملا محمد علی فیض آبادی کے اس رسالہ کا خاطر خواہ اثر ہوا یہی مؤلف لکھتا ہے:①

''سخن ملا علی در دل نواب مرحوم (آصف الدولہ) استقرار یافت و چناں

① نجوم السماء صفحہ ۳۴۹۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تصمیم فرمود کہ ہرگاہ اتفاق مراجعت جناب مولانا از وطن ببلدۂ لکھنؤ افتد تکلیف گزاردن نماز جماعت بآں عالی جناب نماید افتاد نواب جنت مکاں التماس گزاردن نماز بجماعت فرمودہ دریں باب مبالغہ از حد گزرانید''۔

''ملاعلی کی تجویز نواب آصف الدولہ کے دل کو لگی اور پکا قصد کیا کہ جب بھی جناب مولانا اپنے وطن سے لکھنؤ آئیں نماز جماعت ادا کرنے عالی جناب زحمت فرمائیں۔نواب جنت مکان نے نماز کا حکم دیا اور سختی سے عمل کیا''۔

آصف الدولہ نے لکھنؤ میں دس لاکھ روپے کی لاگت سے ایک بڑا امام باڑہ تیار کرایا اور نجف اشرف میں دریائے فرات سے ایک نہر نکلوائی جس سے زدار کو پانی کی سہولت ہوئی آصفی دور کی سب سے اہم دریافت ''درگاہ حضرت عباس'' کا قیام ہے، ایک شخص فقیرا نامی نے ایک علم دریائے گومتی کے کنارے پوشیدہ دفن کر دیا اور مشہور یہ کیا کہ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ

''حضرت عباس کے ہاتھ میں جو علم معرکۂ کربلا میں تھا وہ فلاں مقام پر دفن ہے تو اس کو نکال لے''۔

چنانچہ اس کے بعد وہ چند آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچا تو علم نکلا، رفتہ رفتہ اس بات کی شہرت ہوئی ضعیف الاعتقاد عوام منت مرادیں مانگنے لگے اتفاق سے ایک روز نواب آصف الدولہ اپنے کسی خدمت گار سے خفا ہو گیا اور کہا کہ کل تیری ناک کٹوا دوں گا۔ وہ بھی بھاگا ہوا درگاہ عباس پر منت مانگنے پہنچ گیا۔آصف الدولہ کو دوسرے دن یاد بھی نہ رہا۔کچھ دنوں کے بعد وہ مہربان ہو گیا ایک روز خادم نے باتوں باتوں میں نواب کو ناراضی کا واقعہ یاد دلاتے ہوئے کہا:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''بعنایت خداد بہ تصدق علم جناب عباس علیہ السلام وتفضلات حضور ناک غلام کی بچ گئی''

نواب آصف الدولہ نے علم کی کیفیت پوچھی، نواب آصف الدولہ نے فقیرا کو بلا کر ایک ہزار روپیہ دیا۔

نجم الغنی خان لکھتے ہیں:

''نواب آصف الدولہ ہزار جان ودل سے شہدائے کربلا کے جان نثار تھے اس علم کی زیارت کے لیے آنے لگے اور ایک گنبد اینٹوں کا وہاں تعمیر کرا دیا۔ یہ گنبد اور بھی موجب ترقی ہوا''۔

نواب آصف الدولہ کے سریر آرائے حکومت ہونے کے بعد ان کے بھائی سعادت علی خاں (طرف ۱۲۲۹ھ۔ ۱۸۱۴ء) روہیل کھنڈ کی صوبے داری سے معزول ہو کر بنارس پہنچے تو سعادت علی خاں نے نیت کی کہ اگر آصف الدولہ کے بعد لکھنؤ کی حکومت مجھے مل گئی تو میں علم جناب عباس کی درگاہ کو رونق دوں گا۔ چنانچہ آصف الدولہ کے متبنی وزیر علی خاں کے علیحدہ ہونے کے بعد سعادت علی خان نواب اودھ بنے اور ان کی دلی مراد برآئی۔

نواب سعادت علی خاں نے درگاہ علم عباس کے گنبد خشتی کو طلائی کیا اور درگاہ کو وسعت دی۔ اس میں دو درجے زنانے اور مردانے قائم کیے اور وہاں کی رونق بہت بڑھ گئی۔ اس کے بعد غازی الدین حیدر نے بلند نقار خانہ بنوایا۔ نوبت اور گھڑیال رکھے گئے اندرون درگاہ، دروازہ اور منبر چاندی کے بنائے گئے اور آرائش کا سامان رکھا گیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نصیر الدین حیدر کے وقت میں ملکہ زمانیہ نے درگاہ کا باورچی خانہ تعمیر کرایا۔①
غرض اس قسم کی درگاہیں قائم کر کے عوام کے لیے عقیدت کے آستانے فراہم کیے گئے۔②

ہم نے اودھ کے پہلے چار حکمرانوں کے دور کا جائزہ لیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اثنا عشری مسلک کی اشاعت میں بھرپور کوشش کی، آصف الدولہ کے زمانے میں اس مسلک کی سب سے زیادہ اشاعت ہوئی اس کے زمانے میں نظام حکومت تو بالکل ڈھیلا پڑ گیا۔ (انگریزوں کی گرفت سخت سے سخت تر ہوگئی مگر اثنا عشری مسلک کی تنظیم کی بنیادیں خوب مضبوط ہوگئیں)۔

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں:③

''نواب وزیر اوران کے خاص محل کے ذاتی اثر نے اس (امامیہ مسلک)

① درگاہ علم حضرت عباس کے لیے ملاحظہ ہو: تاریخ اودھ از نجم الغنی خاں جلد سوم صفحہ ۳۰۰، ۳۰۳۔

② ماہنامہ ''عارف'' لاہور ستمبر ۱۹۶۴ء میں ''رضا کار لاہور'' مجریہ ۱۶، جولائی ۱۹۶۴ء سے ایک مضمون نقل ہوا ہے۔ جس کا عنوان ہے: ''قافلہ نبوت لاہور میں'' مضمون نگار کا نام حکیم خادم اسلم ہے، جنہوں نے لکھا ہے کہ

> ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی رقیہ زوجہ مسلم بن عقیل کی پانچ بہنوں کے ہمراہ واقعہ کربلا (۶۱ھ) کے بعد ہندوستان آئیں اور لاہور میں ''بیبیاں پاکدامناں'' کی جو قبریں ہیں وہ ان ہی خواتین کی ہیں مضمون میں کشف وکرامات اور افسانے کے سوا کچھ نہیں ہے تاریخ کا منہ چڑایا گیا ہے۔ حیرت تو ہمیں مدیر ''عارف'' عبدالرحمٰن شوق مصنف تاریخ اسلام پر ہے کہ انہوں نے اپنے موقر جریدہ میں کیسے نقل کر دیا، پیر غلام دستگیر نامی (ف ۱۳۸۱ھ۔ ۱۹۶۱ء) نے اس کی تردید فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ جلیلہ از پیر دستگیر نامی صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳ لاہور ۱۹۴۰۔

③ لکھنؤ کا دبستان شاعری از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صفحہ ۲۸ لاہور ۱۹۵۵ء۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کولکھنوی تمدن کا ایک نمایاں عنصر بنا دیا''۔

اسی زمانے میں دہلی میں ذوالفقار الدولہ نجف خاں امیر الامرا (ف ۱۱۹۶ھ۔ ۱۸۸۲ء) شاہ عالم ثانی کی حکومت کے سیاہ وسپید کے مالک بنے ہوئے تھے۔ ۱۷۷۱ھ میں جب شاہ عالم ثانی دہلی آئے تو انگریزوں نے نجف خاں کو سپہ سالار فوج کی حیثیت سے بادشاہ کے ساتھ بھیجا امراء کی آپس کی کمزوری، نفاق اور دشمنی نے موقعہ دیا کہ وہ سب پر بازی لے گئے وہ اپنے عقائد میں نہایت متصلب اور متعصب تھے۔ مرزا محمد علی مؤلف ''نجوم السماء'' لکھتے ہیں:①

> ''نواب نجف خاں مرحوم کہ سرآمد امرائے روزگار، اداز شیعان ائمہ اطہار بود''
>
> ''نواب نجف خاں جو اپنے عہد کے بڑے امراء میں سے تھے وہ شیعان ائمہ اطہار میں تھے''۔

شیخ غلام ہمدانی مصحفی لکھتے ہیں:②

> ''درعہد شاہ عالم بادشاہ کہ بہ سبب بودن امیر الامراء ذوالفقار الدولہ بہادر در دہلی علوی اہل تشیع بیشتر بود''۔
>
> ''شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں امیر الامراء ذوالفقار الدولہ بہادر کی وجہ سے علوی شیعہ حضرات دلی میں بہت ہوئے''۔

ذوالفقار الدولہ نجف خاں امیر الامراء کا دس گیارہ سال تک دہلی میں استیلاء اور غلبہ رہا ان کے زمانے میں ان کے مسلک کو بڑا فروغ اور سنیوں کو سخت مصائب کا

① نجوم السماء صفحہ ۳۵۳۔
② عقد ثریا از غلام ہمدانی مصحفی مرتبہ مولوی عبدالحق صفحہ ۱۵۵ اورنگ آباد ۱۹۳۴ء۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سامنا کرنا پڑا۔

مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ لکھتے ہیں:①

''حال مردم ایں شہراز روز یکہ نجف خاں ، است از شاہ تا گدا تباہ است''۔

''جس دن سے نجف خاں ہے اس شہر میں امیر وغریب سب تباہ حال ہیں''۔

اکابر صحابہ کرام مثل خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر حضرت مظہر جان جاناں جیسے شیخ کی موجودگی میں مرثیہ خواں تبرا کرتے تھے ملفوظات مظہری میں ہے:②

''حضرت ایشان (مرزا مظہر جان جاناں) می فرمود کہ یک یار فقیر را برجمع از مرثیہ خوانانِ شیعی اتفاق گزر افتاد ناگاہ یکے از آناں بے ادبی در جناب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کشود چوتاب تحمل وطاقت ضبط آں نماند زمام اختیار از دست رفت''

''حضرت مرزا جان جاناں فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مجھ فقیر کا شیعہ مرثیہ خوانوں کے مجمع کی طرف گزر ہوا اچانک ان میں سے ایک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی کی زبان کھولی ،جس کے برداشت کی قوت نہ رہی اور اختیاری لگام ہاتھ سے جاتی رہی''۔

اس زمانے میں دہلی میں محرم کی مجالس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے عظام

① کلمات طیبات ملفوظات ومکتوبات مرزا مظہر جان جاناں مرتبہ ابوالخیر محمد بن احمد مراد آبادی صفحہ ۴۵ مطبع مجتبائی ، دہلی ۱۳۰۰ھ۔

② معمولات مظہریہ از مولوی نعیم اللہ بہرائچی صفحہ ۵۰ مجتبائی نظامی کانپور، ۱۲۷۵ھ۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی پر تبرا ہوتا تھا۔①

مرزا نجف خاں کے زمانے میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور و معروف بزرگ اور اجل شیخ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی شہادت ہوئی حضرت مرزا نے اس دور میں شیعیت کے طوفان کو بڑی پامردی سے روکا تھا اور عقائد اہل سنت کی حکیمانہ انداز میں تبلیغ کی، مرزا صاحب کے مکتوبات اس پر شاہد ہیں۔②۔ ذوالفقار الدولہ نجف خان کے ایک لشکری فولاد خاں شیعہ ③ نے مرزا صاحب کو شہید کیا۔

ایک ہم عصر تذکرہ نگار لکھتا ہے:④

''درد دورۂ نواب نجف خاں بہ سبب اختلاف مذہب از دست شخصے شیعہ بضرب طپانچہ رخصت شہادت یافت''۔

''نواب نجف خاں کے عہد میں صرف مذہبی اختلاف کی وجہ سے ایک شیعہ کے ہاتھوں بندوق کی گولی سے شہید ہوگئے''۔

ایک قریب العصر مؤرخ مولوی عبدالقادر رام پوری لکھتے ہیں:⑤

---

① اخبار رنگیں از سعادت یار خاں رنگیں (مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق) صفحہ ۲۰ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۱۹۶۹ء) مرزا محمد رفیع سودا نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ہجو کی ہے، قصدہ کا مطلع ہے ؎

کروں چمن میں اگر جا کے غزل خوانی
تو بلبلیں ہوں میرے پیچھے کی دیوانی

تفصیل کے لیے دیکھئے: ''سودا'' از شیخ چاند صفحہ ۲۵۵ (اورنگ آباد ۱۹۳۶ء۔

② تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کلمات طیبات مرتبہ ابوالخیر محمد (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ء) ومقامات مظہری مرتبہ شاہ غلام علی مجددی (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ) ومعمولات مظہریہ مرتبہ مولوی نعیم اللہ بہرائچی (مطبع نظامی ۱۲۷۵ھ۔

③ آب حیات از شمس العلماء محمد حسین آزاد صفحہ ۱۴۴ (شیخ مبارک علی، لاہور۔

④ طبقات سخن از مبتلا میرٹھی بحوالہ مرزا مظہر جان جاناں اور ان کا اردو کلام صفحہ ۹۴۔

⑤ علم وعمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول صفحہ ۲۲۹۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جناب مرزا کو نواب نجف خاں کے ایک نادان شیعہ لشکری نے رات کے وقت آ کر حضرت کو تنہا پا کر بندوق کی گولی ماردی اس شیعہ لشکری نے یہ کام مذہبی تعصب کی بنا پر کیا۔ اس زخم نے مرزا مظہر جان جاناں کو ان کے بزرگوں کے پاس پہنچادیا، کہتے ہیں کہ شاہ عالم نے اس سانحہ کو سن کر انگریز ڈاکٹر کو معالجہ کے لیے تجویز فرمایا اور نجف خاں کو تاکید کی کہ ان کے قاتل کو پکڑ کر قصاص کے لیے حضور میں پیش کرے۔ جناب مرزا نے اس حالت میں بادشاہ کو مضمون لکھا۔

دست شیعہ کے زخم کا علاج عیسائی سے کرانا اپنے کی شکایت غیر سے ہے جس کو میں اچھا نہیں سمجھتا اور فقیر کا قاتل اگر گرفتار ہو جائے تو اس کو احقر ہی کے حوالے کردیں تاکہ بطریق معافی خود قصاص لے لوں''۔

علی ابراہیم نے گلزارِ ابراہیم میں لکھا ہے: ①

''گویند بہ سبب تعصب مذہب
منع تعزیہ سید الشہداء علیہ السلام
می نمود بدیں حمیت از دست
یکے از ساکنان دہلی در سنہ یک ہزار د
یک صد نو و چہار ہجری② کہ عمرش
قریب صد بود کہ مقتول شد''

① علم وعمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول صفحہ ۲۲۹۔
② گلشن ہند از مرزا علی لطف (تحشیہ وتصحیح از شبلی نعمانی ومقدمہ از مولوی عبدالحق) صفحہ ۲۱۶ (حیدرآباد دکن ۱۹۰۶)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''کہتے ہیں کہ

مذہبی اختلاف اور سید الشہداء کے تعزیے کے منع کرنے کی وجہ سے دلی کے ایک باشندے کے ہاتھوں ۱۱۹۴ ہجری جس وقت آپ کی عمر ۱۰۰ کے قریب تھی قتل کر دیئے گئے''۔

علی لطف اس سلسلہ میں کچھ مزید گوہر افشانی فرماتے ہیں:①

''کہتے ہیں کہ ہفتم روز عاشورہ کو لب بام یہ اپنے گھر میں سر راہ بیٹھے تھے اور کوئی سردار روہیلوں کا بھی آیا تھا واسطے ان کی ملاقات کے ناگاہ گزر شدوّں کا ان کے زیر بام سے ہوا اس روہیلے نے کھڑے ہو کر سینہ زنی بھی کی اور مواقف، سلام سے ہوا اور میرزائے مذکور جس طرح بیٹھے تھے اسی طرح بیٹھے رہے بلکہ متبسم ہو کر فرمانے لگے کہ بارہ سو برس جس مقدمہ کو ہو چکے ہوں ہر سال اسے زندہ کرنا کیا بدعت ہے اور لکڑیوں کو سلام وتسلیم کرنا نہایت عقل کی خفت ہے یہ گفتگو بجنسہٖ وہ لوگ جو علم اور شدوں کے ساتھ تھے انہوں نے سنی اور تعصب کیا۔ مرزائے مذکور کے امام باڑوں میں اور محفلوں میں دو تین شب گفتگو رہی آخر شب شہادت کو کہ عبارت شب چہار دہم عاشورہ سے ہے کوئی شخص ان کے دروازہ پر آیا اور ان کو باہر بلوایا جب باہر آئے تو بے گفتگو ایک چوٹ طپنچے کی نذر کی اور کام ان کا پورا کر کے نلوہ راہ اپنے گھر کی لی''۔

غرض نجف خاں کی امیر الامرائی میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں جیسے اجل شیخ دن دہاڑے قتل ہو گئے جن کے ہزاروں مرید ومعتقدین پاک وہند میں پھیلے ہوئے

① گلشن ہند صفحہ ۲۱۷ یہ تاریخ غلط ہے۔ ۷، محرم ۱۱۹۵ھ، ۱۸۹۰ء کو یہ واقعہ ہوا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے خود دہلی میں ان کا بڑا اثر وقبول عام تھا اور پھر اس ظلم صریح کی داد نہ فریاد۔

شاہ غلام علی دہلوی لکھتے ہیں:①

''نجف خاں کہ برتقائے او
مرتکب ایں امر دشہادت مرزا
شدہ بودند دے درا جرائے
حد تغافل کرد، عنقریب مرد
واتباع او باہم مجادلات نمودہ
رخت حیات بربستند نشانے
از آں ظالماں پیدا نیست''

''نجف خاں کی شہ سے یہ جرم ہوا اور مرزا کی موت واقع ہوئی اس نے اس جرم پر حد جاری کرنے سے تغافل برتا وہ خود بھی مرا اور اس کے متبعین میں باہم فسادات ہوئے وہ مرے کہ ان ظالموں کا نام ونشان باقی نہ رہا''۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے② ؎

نجف خاں نماند و نجف خانیش
نہ افراسیاب و نہ ہمدائیش
نہ لشکر بماند و مرزا شفیع!
شود حاکم نا بفضل ربیع

---

① مقامات مظہری از شاہ غلام علی دہلوی صفحہ ۶۲ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ۔
② معمولات مظہریہ از محمد نعیم اللہ بہرائچی صفحہ ۱۴۲ مطبع نظامی کانپور ۱۲۷۵ھ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''نہ نجف خاں رہا اور نہ اس کی نجف خانی (ظالمیت) نہ افراسیاب باقی رہا اور نہ اس کے ہمدرد رہ گئے، نہ فوج رہ گئی اور ایام بہار میں مرزا شفیع کی حکومت ہوگئی''۔

خود شاہ عبدالعزیز اور ان کے خاندان کو نجف خاں کے زمانے میں شدائد ومصائب اختیار کرنے پڑے اس کا سبب شاہ صاحب کا شیعیت کے خلاف قلمی ولسانی جہاد میں حصہ لینا تھا۔ شاہ صاحب کی جائیداد اور املاک ضبط ہوئیں اور وہ شہر دہلی سے نکالے گئے۔

مؤلف مناقب فخریہ کا بیان ہے:①

فرزندان شاہ ولی اللہ
مغفور درانچہ متصدیان سلطانی
حویلی علیحدہ ساختہ وحویلی را
بضبط آوردہ بودند''۔

''شاہ ولی اللہ مرحوم مغفور کے فرزند شاہی عمائد میں تھے حویلی ذاتی تھی جو ضبط کرلی گئی تھی''۔

امیر الروایات میں ہے:②

① مناقب فخریہ از غازی مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۴۲ مطبوعہ لاہور ۱۹۵۶ء۔

② حکایات اولیاء مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۴۲ مطبوعہ لاہور ۱۹۵۶ء شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین دہلوی کا دہلی سے نکالا جانا اور کسی تاریخی ماخذ یا ہم عصر لٹریچر میں نظر سے نہیں گزرا۔ پھر دہلی سے لکھنؤ یا جونپور جانا کیا معنی رکھتا ہے۔ وہاں بھی نوابانِ اودھ کی حکومت تھی اگر جاتے تو روہیل کھنڈ (رام پور) وغیرہ جاتے اور پھر لکھنؤ یا جونپور کے اس دور کے کسی شخص نے ان بزرگوں کی آمد کا ذکر نہیں کیا ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''(نجف خاں) نے شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ رفیع الدین کو اپنے قلمرو سے نکال دیا تھا اور یہ ہر دو صاحبان معہ زنانوں کے شاہدرہ تک پیدل آئے تھے اس کے بعد مولانا فخر الدین صاحب کی سعی سے زنانوں کو تو سواری مل گئی تھی اور وہ پھلت روانہ ہو گئے تھے مگر شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز صاحب کو سواری نہ ملی تھی اور شاہ رفیع الدین صاحب پیدل لکھنؤ چلے گئے تھے...... اور شاہ عبدالعزیز صاحب پیدل جونپور چلے گئے تھے کیونکہ ان دونوں بھائیوں کو نہ سوار ہونے کا حکم تھا اور نہ ساتھ رہنے کا''۔

اگرچہ یہ روایت قدرے مبالغہ آمیز ہے مگر ضبطی جائیداد کا واقعہ صحیح ہے کیونکہ جائیداد کے متعلق تحریری حوالہ ملتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے ۳۰ جون ۱۸۰۷ء کو ایک درخواست ریزیڈنٹ دہلی کے توسط سے سیکرٹری پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ کو دی تھی کہ دہلی میں ان کی جائیداد ضبط ہو چکی ہے وہ واگزاشت ① کی جائے اس درخواست کو قابل اعتنا سمجھا گیا۔ چنانچہ کیفیت کے خانہ میں درج ہے:

The Resident, Delhi forwards copy and letter from the suprintendent of the A signed territary and recommend that the land in Haveli Palem formerly owned by Maulor Shah Abdul Aziz be

① جائیداد اور اس کی واگزاشت ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو: پریس لسٹ آف اولڈ ریکارڈ اِن دس پنجاب سیکرٹریٹ۔ جلد اول (دہلی ریذیڈنسی ۱۸۰۶ـ۱۸۵۷ء) (لاہور ۱۹۱۱ء) ممکن ہے شاہ عبدالعزیز دہلوی کی یہ اصل درخواست لاہور کے ریکارڈ آفس میں موجود ہو۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

resored to him.

’’شاہ عبدالعزیز دہلوی کی یہ درخواست منظور ہوگئی اور ۱۰ جون ۱۸۰۷ء سیکرٹری پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے ریزیڈنٹ کو اطلاع دی گئی کہ گورنمنٹ شاہ عبدالعزیز کی جائیداد واگزاشت ہونے کی تجویز منظور کرتی ہے‘‘۔①

معلوم ہوتا ہے کہ جب شاہ عبدالعزیز صاحب کو دہلی میں دوبارہ رہنے کی اجازت مل گئی تو وہ پرانی دہلی (کوچہ انبیاء) اور پھر حویلی خاں دوران خان (کلاں محل) میں مقیم رہے۔ چنانچہ پرانی دہلی کے قیام میں بھی شیعہ حضرات کی طرف سے ایذا رسانی کا سلسلہ جاری رہا۔②

پھر مکانات واگزاشت ہوگئے ہوں گے اور صحرائی جائیداد باقی رہ گئی ہوگی جو انگریزی حکومت کے قیام کے بعد واگزاشت ہوئی۔ مگر ان شدائد ومصائب کے باوجود شاہ عبدالعزیز نے اپنے تبلیغی اور اصلاحی مشن کو جاری رکھا۔ ملفوظات عزیز کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا:③

’’غازی الدین حیدر بلا منصب وجاگیر مجھے طلب کرے تو میں جانے کو تیار ہوں بشرطیکہ تعرض نہ کرے ان شاء اللہ خلقت الٰہی کو بڑی ہدایت ہوگی

---

① جائیداد اور اس کی واگزاشت ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو: پریس لسٹ آف اولڈ ریکارڈ اِن دس پنجاب سیکرٹریٹ۔ جلد اول (دہلی ریذیڈنسی ۱۸۰۶۔۱۸۵۷ء) (لاہور ۱۹۱۱ء) ممکن ہے شاہ عبدالعزیز دہلوی کی یہ اصل درخواست لاہور کے ریکارڈ آفس میں موجود ہو۔

② ملاحظہ ہو: ملفوظات شاہ عبدالعزیز (ترجمہ مفتی انتظام اللہ شہابی، مولوی محمد ولی) صفحہ ۵۵، ۱۱۲، ۱۱۶، (پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز، کراچی ۱۹۶۰ء)

③ ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۱۱۱۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اور میں اپنی تقریروں میں مناسب تبدیلی کر کے ان کو مفید بنا دوں گا اور نئے انداز کی تقریریں کروں گا جو عوام میں مقبول ہوں گی اور لوگ فریفتہ ہوں گے''۔

اس زمانے میں شیعیت کے فروغ کے ساتھ ''تفضیلیت'' کا بھی باقاعدہ پرچار ہوا۔ بلکہ شیعیت کا پہلا زینہ تفضیلیت ہی ہے یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین السیدین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر من حیث الوجوہ فضیلت دیتے ہیں، پنجتن پاک اور چہاردہ معصوم کا عقیدہ رکھتے ہیں، ائمہ طاہرین کا دم بھرتے اور محرم میں عزاداری کرتے ہیں۔ متصوفین کے ذریعے تفضیلیت کی تبلیغ واشاعت ہوتی ہے اکبر کے زمانے کے مشہور صوفی شیخ میر عبدالواحد بلگرام (۱۰۱۷ھ۔ ۱۶۰۸ء) نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف سبع سنابل کا پہلا سنبلہ (باب) تفضیلی عقائد اور مفضلہ سادات ہی کے ردّ میں لکھا ہے شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں تفضیلی عقائد کی نشر واشاعت میں حضرت شاہ فخر الدین دہلوی (ف ۱۱۹۹ھ۔ ۱۷۸۴ء) نے سب سے زیادہ حصہ لیا۔ وہ باقاعدہ شیعہ حضرات کو بیعت کرتے تھے امام باڑے جاتے، ایک روپیہ نذر کرتے اور پانی کی سبیل لگاتے بلکہ شیعہ لوگ ان کو شیعہ اور سنی ان کو سنی سمجھتے تھے۔ ①

ایک مرتبہ شاہ عبدالعزیز نے شیعوں کے بیعت کرنے پر شاہ فخر صاحب پر اعتراض کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ شیعہ اس طرح (بیعت کرنے سے) سب وشتم اور تبرا سے باز آجاتے ہیں۔ ②

اگرچہ یہ بات کسی حد تک درست ہو لیکن شیعوں کے دوسرے معتقدات کی

① ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۱۲۱۔
② حوالہ مذکورہ صفحہ ۷۹۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اشاعت بھی عام سنیوں میں اسی اختلاط کی وجہ سے ہوئی اور عوام اہل سنت میں پنجتن پاک، ائمہ معصومین، چہاردہ معصومین، بارہ امام، امام ضامن، بی بی کی صحنک اور دوسرے شیعہ معتقدات ومعمولات نے جڑ پکڑی اور پھر اس کا نقطۂ عروج مراسم محرم اورتعزیہ داری کی شکل میں ظاہر ہوا، حضرت شاہ فخر دہلوی رحمہ اللہ کے خلیفہ شاہ نیاز احمد بریلوی رحمہ اللہ (ف ۱۲۵۰ھ۔ ۱۸۳۴ء) روہیل کھنڈ میں تفضیلی عقائد کے سب سے بڑے مبلغ ہیں ان کے افکار سمجھنے کے لیے صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے:①

''ایک روز ایسا ہوا کہ آپ وقت معین پر خانقاہ میں تشریف نہ لائے، ظہر کا وقت گزر گیا اور عصر کا وقت قریب آ گیا اس وقت خادمان وغلامانِ موجود خانقاہ اس خلافِ معمول امر سے سخت پریشان ہوئے اور زنانہ مکان کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوکر سبب عدم تشریف آوری کا دریافت کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ

''میرے خانقاہ نہ آنے کا یہ باعث ہے کہ تم خانقاہ میں ایسی کتاب لائے ہو جس میں مولا علی کی شان میں طریق گستاخانہ کا استعمال کیا گیا ہے اس کتاب کو ہماری خانقاہ سے باہر کرو تب خانقاہ میں آئیں گے''۔

یہ سن کر حاضرین میں سے ایک صاحب نے معذرت کی کہ

''فی الحقیقت یہ خطا مجھ سے ہوئی ہے۔ آج دو پہر کو میں ایک دوست سے کتاب تحفہ اثناء عشریہ پڑھنے کے لیے خانقاہ میں لایا تھا اب فوراً کتاب واپس کرتا ہوں''۔

① راز ونیاز حصہ اوّل حالات وملفوظات شاہ نیاز احمد بریلوی، مرتبہ نصیر الزماں خاں صفحہ ۶۹، نظامی پریس بدایوں سال طباعت ندارد۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

غرض جب کتاب خانقاہ سے چلی گئی، تب حضرت خانقاہ میں تشریف لائے۔کتاب اثناءعشریہ درحقیقت تصنیف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ہے اگرچہ انہوں نے اس کو اپنے ایک شاگرد کے نام سے شائع کیا''

اس کے بعد مؤلف راز ونیاز نصیر الدین صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی مزید تخفیف وتنقیص بلکہ تبرّا کیا ہے۔①

اسی کے قریب زمانے میں حضرت شاہ دلدار علی مذاق بدایونی رحمہ اللہ (ف ۱۳۱۲ھ۔۱۸۹۴ء) مشہور تفضیلی بزرگ گزرے ہیں۔②

انہوں نے روہیل کھنڈ میں سب سے پہلے علی کرم اللہ وجہہ کا میلا د شریف''میلا د مصطفوی ومرتضوی'' لکھا اور مروج کیا۔اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک سہرا لکھا جو اکثر شادی کے موقع پر گایا جاتا ہے۔اس سہرے کا پہلا شعر ہے ؎

علی نوشہ بنا سہرا بندھا مشکل کشائی کا
ملا خلعت نبی سے خلق کی حاجت روائی کا

اودھ میں تفضیلیت کی اشاعت تکیہ کاگوری کے مشہور قلندریہ مشائخ کے ذریعہ ہوئے۔انہوں نے یہ صور اتنی بلند آہنگی سے پھونکا کہ جس کی صدائے بازگشت آج تک سنائی دیتی ہے۔اضلاع سہارنپور، میرٹھ، مظفرنگر اور بلند شہر میں بھی تفضیلی عقائد تیزی سے پھیلے، ان میں بعض تو شیعہ ہو گئے۔③ دیو بند میں تو (تمام شیخ عثمانی) تفضیلی تھے۔④ نانوتہ کے صدیقی شیخ زادگان میں شیخ تفضّل حسین بن شیخ علی محمد شیعہ ہو

① راز ونیاز (حصہ اوّل) صفحہ ۶۹۔۷۰
② شاہ دلدار علی مذاق کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: تذکرہ: الواصلین از رضی الدین بدایونی صفحہ ۲۶۲۔۲۶۴ (نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء.
③ حکایت اولیاء صفحہ ۱۴۱.
④ سوانح قاسمی جلد اول از مولانا مناظر احسن گیلانی صفحہ ۶۱.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گئے تھے۔① شیعہ اور سنی حضرات میں آپس میں شادی بیاہ ہوتے تھے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:②

''بنواحے کہ زادوبوم احقر

است شیعیان وسنیاں چناں

مخلوط اند کہ رشتہ ورابطہ قرابت

طرفین رابطرفین محکم ومستحکم است''

''وہ علاقہ جو میری جنم بھومی اور وطن ہے وہاں شیعوں اور سنیوں میں بڑا خلط ملط ہے قرابت ورشتہ داری باہم مضبوط ومستحکم ہیں''۔

دیوبند کے ایک عثمانی شیخ زادے شیخ احمد بن مولوی محمد وجیہہ الدین عثمانی نے تفضیلیت کے بعد شیعہ مسلک اختیار کیا اور اس کی تبلیغ کے لیے ایک کتاب انوار الہدیٰ لکھی اس کتاب کے آغاز میں وہ خود لکھتے ہیں:③

''خاکسار ذرۂ بے مقدار شیخ احمد بن جناب مولانا مولوی محمد وجیہہ الدین صاحب عثمانی ساکن دیوبند ضلع سہارن پور مضاف صوبہ دارالخلافہ شاہجہان آباد خدمت ارباب تحقیق میں عرض کرتا ہوں کہ سن شعور سے از روئے عقیدۂ آبائی یہ عاجز متمسک طریقہ اہل سنت وجماعت کا تھا اور اس مذہب کے حق ہونے پر نہایت درجہ غلو رکھتا تھا اور فرقہ شیعہ سے بالخصوص ایک خاص قسم کی نفرت تھی مگر خارج از مذہب ایک یہ عقیدہ کہ جناب علی مرتضیٰ جمیع صحابہ سے افضل ہیں۔ درحقیقت ورثہ پدری میں پہنچا

① سوانح قاسمی جلد اول از مولانا مناظر احسن گیلانی صفحہ ۶۲، ۶۳۔

② فیوض قاسمیہ از مولانا محمد قاسم نانوتوی ۵، ۶، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سال طباعت ندارد۔

③ انوار الہدیٰ از شیخ احمد بن مولوی وجیہہ الدین عثمانی صفحہ ۲، (مطبع اثناءعشری دہلی ۱۳۰۹ھ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھا اور اگر چہ متمسکان طریقہ امامیہ سے ایک کاوش تھی لیکن اس عقیدہ پر نہایت مستقل طور سے قائم تھا اب اس عقیدہ کا نتیجہ کیا نکلا وہ ملاحظہ ہو:①

''اب بالکل یقین اس بات کا ہو گیا کہ مذہب اہل سنت والجماعت کسی طرح مذہب حق نہیں ہے بلکہ مذہب امامیہ اثنا عشریہ برحق ہے اور معلوم ہوا کہ میاں جعفر زٹلی کا یہ قول صحیح ہے کہ

''السنی متمسک مذہب ناحق بزدمجالہ''۔

حضرت شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں بعض مشہور مشائخ بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اوپر ہم نے حضرت ثمرالدین دہلوی رحمہ اللہ اور شاہ نیاز احمد بریلوی وغیرہ کا ذکر کیا ہے یہاں ہم ایک واقعہ مجالس رنگین سے نقل کرتے ہیں جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ پیری مریدی کے ذریعے سے اثناعشری مسلک کس خوبی سے پروان چڑھا سعادت یار خاں رنگین لکھتے ہیں:②

''سہارن پور کے قریب ایک اشرافوں کا شہر ہے اس کو منہاروں کا رام پور کہتے ہیں اس میں ایک جدی آدھے سنی آدھے شیعہ آباد ہیں مگر ہمیشہ ان سب میں باعث دین کے نزاع رہتی ہے پھر ہر ایک اپنے مذہب سے دل شاد ہیں ہرگاہ فرقہ سنیوں کا۔ کچھ لکھنؤ میں زیادتی شیعوں کی سنیوں پر سنتے ہیں تو باہم نہایت غم کرتے ہیں اور آزردہ ہوتے ہیں اور جب فرقہ شیعوں کا کچھ رام پور جو افغانوں کا ہے اس میں کچھ زیادتی سنیوں کی شیعوں پر سنتے ہیں تو باہم مل کر ماتم کر کے روتے ہیں، قصہ کوتاہ اب کے سال جو فرقہ

① انوار الہدیٰ از شیخ احمد بن مولوی وجیہہ الدین عثمانی صفحہ ۴، (مطبع اثناعشری دہلی ۱۳۰۹ھ)۔
② اخبار رنگیں صفحہ ۱۷، ۱۸۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

شیعوں نے سنا کہ میاں صابر بخش پیرزادے نے امام باڑہ بنا کر تعزیہ داری اختیار کی اور پیر محمدی صاحب کو جو بڑے مشائخ سنیوں کے تھے۔ انہوں نے محرم میں سرِ بازار بھُس اڑا کر اور سینہ زنی اور ماتم کر کے اپنی ماتم داری ظاہر کی تو انہوں نے کمال اس بات کی، کی کہ سبحان اللہ ایسے دو مشائخ زبردست گروہ سنیوں میں سے اس مذہب کو اچھا جان کر داخل ہو کر ظاہر ہوئے اور فرقہ سنی یہ سمجھ کر نہایت خوش ہوئے کہ الحمد للہ کہ جو چور ہم میں چھپے ہوئے لوگوں کو مرید کر کے گمراہ کرتے تھے ہم ان سے باہر ہوئے''۔

شاہ میر محمدی (ف ۱۲۱۰ھ۔ ۱۸۲۰ء) حضرت شاہ فخر الدین دہلوی کے خلیفہ ہیں۔① صابر بخش (ف ۱۲۳۷ھ۔ ۱۸۲۰ء) چشتی صابری سلسلہ کے دہلی کے مشہور بزرگ ہیں۔② حضرت شاہ فخر الدین دہلوی کے ایک مرید وخلیفہ مشہور شاعر مرزا قمر الدین منت (ف ۱۲۰۸ھ۔ ۱۷۹۳ء) تھے۔③ انہوں نے کھلم کھلا شیعہ مسلک اختیار کر لیا۔

---

① میر محمدی بیدار کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: ص ا مقدمہ بیدار از جلیل احمد قدوائی صفحہ ۲۔ ۱۴ (ہندوستان اکیڈمی الہ آباد ۱۹۳۷ء) نمبر ۲۔ مجموعہ نغز از قدرت اللہ قاسم (مرتبہ پروفیسر محمود شیرانی صفحہ ۱۱۷، ۱۱۸) (لاہور ۱۹۳۳ء) ملاحظہ ہو: علم وعمل (وقائع عبدالقادر خانی) صفحہ ۲۹۲، ۲۶۳ آثار انصاریہ صفحہ ۲۳، ۲۴ (باب چہارم) لکھنؤ ۱۸۷۲ء۔

② قمر الدین منت کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: (۱) علم وعمل (وقائع عبدالقدر خانی) جلد دوم صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱ (۲) لکھنؤ کا دبستان شاعری از ابو اللیث صدیقی صفحہ ۱۲۹، ۱۳۲ (لاہور ۱۹۵۵ء) (۳) مجموعہ نغز جلد دوم صفحہ ۲۱۵ (۴) فخر الطالبین (ملفوظات شاہ فخر الدین دہلوی (مرتبہ نور الدین حسینی صفحہ ۱۹۔ ۲۰ مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۱۵ھ۔

③ علم وعمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد دوم صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قمر الدین منت کے متعلق مولوی عبدالقادر رام پوری لکھتے ہیں:①

''میر قمر الدین منت جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے عزیزوں میں سے ہیں اور یگانۂ آفاق جناب مولوی فخر الدین اورنگ آبادی مولداً دہلوی مرقداً طاب ثراہ کے مرید ہوئے اور ایک عالم کے مرشد ہو گئے۔ قمر الدین منت نے کچھ عرصہ کے بعد لکھنؤ میں نواب حسن رضا خان اور حیدر بیگ خاں کا تقرب حاصل کر لیا اپنے کو اثنا عشری ظاہر کیا اور اس راہ (مذہب اہل سنت) سے پھر گیا حیدر بیگ خاں کی رفاقت میں کلکتہ آیا اور مر گیا''۔

قمر الدین منت شاہ ولی اللہ کے پرورش یافتہ اور شاہ عبدالعزیز کے عزیز اور شاگرد تھے② شاہ صاحب نے اصولِ حدیث کی مشہور کتاب ''عجالۂ نافعہ'' ان ہی کے لیے قلم بند فرمائی۔③

تعزیہ داری اور مرثیہ خوانی وغیرہ کے زور و شور کو دیکھ کر شاہ غلام علی مجددی (ف ۱۲۴۰ھ۔ ۱۸۲۴ء) اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:④

''درویشاں ایں شہر اسماء می خوانند و تعویذہا می نویسند برائے تسخیر و رجوع خلق و تفضیل جناب امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بر خلفاء ثلٰثہ رضی اللہ عنہم سی نمانید و تعزیہ ہا می سازند و مرثیہ ہا می شنوند و امر می کنند بایں دو کار و شنیدن طنبور

① علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد دوم صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱۔
② قمر الدین منت کے شیعہ ہونے کا اشارہ ملفوات عزیزی میں بھی ملتا ہے ملاحظہ ہو: ملفوظات شاہ عبدالعزیز ص ۹۲۔
③ عجالہ نافعہ از شاہ عبدالعزیز دہلوی صفحہ ۳ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۸ھ۔
④ مکاتیب شریعۃ حضرت شاہ غلام علی دہلوی مرتبہ رؤف احمد مجددی صفحہ ۱۶۱ لاہور ۱۳۷۱ھ۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وسارنگی و بدعتہا طریقہ دارند''۔

''اس شہر کے ایسے افراد جو خود کو درویش کہتے ہیں تعویز لکھتے ہیں قوالی کرتے ہیں اور اس طرح مخلوق کی تسخیر کیے ہوئے ہیں اور جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت تینوں خلفاء رضی اللہ عنہم پر لاتے ہیں تعزیے بناتے ہیں مرثیے سنتے ہیں اور دونوں کاموں کا دوسروں کو حکم دیتے ہیں۔ طبلہ وسارنگی سننے کی بدعت کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے''۔

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں:①

''تعزیہ ساختن و مرثیہ خواندن وتصویر پیش خود داشتن وتراشیدہ نام قدم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم برآں نہادہ خلق راسنگ پرست ساختن وقصر ریش کردن، ونماز تبرک قومہ وجلسہ وطمانیت ضائع نمودن ولہو باد مرغ جنگا نیدن ونغمہ تار طنبور واعمال جوگیاں وانواع اذکار کہ از قدما مروی نیست معمول داشتن طریقۂ صحابہ نیست''

''تعزیے بنانا مرثیہ وقوالی کرنا اپنے سامنے تصویر رکھنا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کے نقش کو اس پر رکھنا مخلوق کو بت پرست بنانا، داڑھی کترانا، نماز کی برکت، قیام، جلسہ کی طمانیت کو ضائع کرنا، کھیل کود، مرغ بازی، ستار وطنبورے کا شغف اعمال جوگیوں کے ہیں اور ایسے اعتقادات جو قدما سے ثابت نہیں ہیں اس کو اپنانا صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ نہیں''۔

ایک اور خط میں لکھتے ہیں:②

---

① مکاتیب شریعتہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی مرتبہ رؤف احمد مجددی صفحہ ۱۵۹۔
② حوالہ مذکورہ صفحہ ۱۴۹۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''شنیدن تار ونغمہ وتعزیہ باد مرثیہ ہاد صور تصاویر معاذ اللہ اکابر چشتیہ وقادریہ رحمۃ اللہ علیہم ما مریداں را بایں بدعتہا نفرمودہ اند''۔

''ستار ونغمہ سننا، تعزیہ بنانا، مرثیہ خوانی کرنا، تصویر سازی اللہ کی پناہ بزرگان سلسلہ چشتیہ قادریہ رحمۃ اللہ علیہم نے ہم مریدوں کو اس بدعت کا حکم نہیں دیا''۔

یہ حضرات بعض اوقات امام مسجد اور پیش نماز بن کر بھی جمہور اہل سنت کی مساجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں اور اس طرح اپنے مسلک کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ ایک مشہور شیعہ مشنری لقاء حیدر بدایونی (ف ۱۹۶۴ء) اپنی خودنوشت حالات میں لکھتے ہیں:①

''رنگون کی مجالس کے سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پہلے دن چاندو صاحب (مہتمم مجالس) نے فرمایا کہ بنگالی مسجد کے امام چاہتے ہیں کہ آپ کی تقریر سے قبل کچھ بیان کریں میں نے منظور تو کرلیا لیکن یہ اندیشہ ہوا کہ اگر انہوں نے کچھ ہمارے عقیدے (شیعہ مسلک) کے خلاف بیان کیا تو مجبوراً جواب دینا پڑے گا، بہرحال وہ جناب مجلس میں تشریف لائے ان کا حلیہ یہ تھا: بہت لمبی داڑھی، عباد، قباد، جبہ ودستار سے مزین، لانبا عصا ہاتھ میں، متعدد رنگ برنگ کی تسبیحیں گلے میں ڈالے، لوگ تعظیم کو کھڑے ہوئے میں نے بھی تعظیم کی، دعا دی چند منٹ کے بعد منبر پر تشریف لے گئے، پہلے ایک فارسی قصیدہ حضرت امیر المومنین کی شان میں شمس تبریز یا کسی دوسرے نامی صوفی کا پڑھا، پھر چند منٹ کچھ فضائل اہل بیت اور

① سرگزشت از لقاء علی حیدری صفحہ ۳۶، ۳۷ کراچی۔ ۱۹۶۳ء۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خاتمہ پر جناب علی اصغر کی شہادت بیان کی۔تقریر کے بعد کہنے لگے: میں تقریر کرنے نہیں آیا تھا صرف حیدری صاحب کا بیان سننے آیا ہوں، وہ منبر سے اترے اور میں نے ایک گھنٹے کے قریب فضائل ومصائب حضرات اہل بیت اطہار بیان کیے لوگ بے حد متاثر ہوئے، ختم تقریر کے بعد مجھ سے گلے ملے اور میرے کان میں کہا:

''نجم الحسن① سے کہہ دینا کہ علی حسین ملا تھا''۔

جب میں لکھنؤ پہنچ کر قبلہ وکعبہ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا تو وہ بے ساختہ کھل کھلا کر ہنس پڑے اور فرمایا:

یہ مفتی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ کے شاگرد ہیں''۔

اس دور میں جو غیر مسلم داخل اسلام ہوئے تھے، وہ اثنا عشری مسلک کے متبع نظر آتے ہیں اس سلسلہ میں محمد حسین قتیل فرید آبادی (ف ۱۲۳۳ھ۔۱۸۱۸ء) اور مکندر رام فدوی لاہور کی مثالیں موجود ہیں کہ یہ دونوں نومسلم عقیدتاً شیعہ تھے اور اس مسلک کا اس قدر غلبہ تھا کہ ہندو مصنفین بھی حمد ونعت کے بعد منقبت علی رضی اللہ عنہ یا ائمہ اطہار لکھنی ضروری سمجھتے تھے۔

وقائع عالم شاہی کا مؤلف کنور پریم کشور فراقی لکھتا ہے:②

''صلوات بے غایات ونیاز
بے نہایات بر ابن عم ووصی
اعظم او کہ مظہر العجائب و

① نجم الحسن مشہور مجتہد ومہتمم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ۔
② وقائع عالم شاہی از کنور پریم کشور فراقی مرتبہ امتیاز علی خاں عرشی صفحہ ۲۰، رام پور ۱۹۴۹ء۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسد اللہ الغالب وصاحب
ذوالفقار قسیم الجنۃ دان راست''

''بے انتہا درود و نیاز حضور ﷺ کے چچا کے بیٹے اور ان کے وصی اعظم پر جو مظہر العجائب اسد اللہ الغالب صاحب ذوالفقار اور جنت تقسیم کرنے والے کو سزا وار ہیں''۔

دیا شنکر نسیم مثنوی گلزار نسیم میں لکھتے ہیں:

پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے
یعنی کہ مطیع پنج تن ہے

راجا رتن سنگھ زخمی (ف ۱۳۶۷ھ) ایک ''قصیدہ ہفت بند'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں (۱۳۵۴ھ۔ ۱۸۳۸ء میں) لکھا ہے اس کے آخری بند کے تین شعر درج ذیل ہیں: ①

تاب درد وغم ندارد پیش ازیں زخمی وگر
زود رحمے کن بحالش اے شہ والا مقام
تا کجے ایں درد غربت تا کجے ایں رنج سفر
در بریلی باز کے بینم دل خود رابکام
بر تو شاہا صد سلام وبر تو شاہا صدر درود
زخمی غم دیدہ را بہر خدا دریاب زود ②

① قصیدہ ہفت بند حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے دیکھئے مصنف علی گڑھ بابت ماہ اپریل ۱۹۲۶ء۔
② بعض حضرات کا خیال ہے کہ فراقی اور زخمی مسلمان ہو گئے تھے اگر ایسا ہے تو وہ فدوی اور قتیل کے ساتھ محصور ہوں گے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''زخمی اب اس سے زیادہ درد وغم برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔
اے شہ والا مقام (حضرت علی رضی اللہ عنہ) میرے حال زار پر جلد رحم فرمایئے،
کب تک سفر کی سختیاں برداشت کروں اور مارا مارا پھروں، اپنے وطن
بریلی میں کب اطمینان وسکون کی زندگی بسر کرنے میں کامیاب ہوسکوں
گا۔شہ والا آپ پر سینکڑوں درود وسلام غمگین زخمی کی مدد کو جلد پہنچیے''۔

اس دور میں امارت ووزارت، جاگیرداری ومنصب داری کے عہدوں پر شیعہ حضرات فائز تھے اور رفاہ معیشت بھی ان کو حاصل تھی اسی لیے فریقین اہل سنت واہل تشیع میں مناکحت ومصاہرت کے رشتے بھی ہوتے تھے اور اس طرح بھی ان کے مسلک کی اشاعت ہوتی تھی۔قاضی ثناء اللہ پانی پتی (ف ۱۲۲۵ھ۔۱۸۱۰ء) اپنے وصیت نامہ میں ان امور کی طرف خاص طور سے نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:①

''از جملہ تقدیم مصلحت دینی
بر مصلحت دنیوی آنست کہ
درمناکحت دینداری کار منظور
دارد وچوں دریں زمانہ
دریں شہر مذہب روافض
بسیار شیوع یافتہ است وشرفا
بیشتر بر علو نسب یا رفاہِ معیشت
نظر می دارند اوّل رعایت ایں
باید کرد دختر بکسے رافضی یا

① مجموعہ وصایا اربعہ مرتبہ محمد ایوب قادری صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد ۱۹۶۴ء۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

متہم برفض اگرچہ صاحب

دولت عالی نسب باشد نباید

دادروز قیامت سوائے دین

وتقویٰ ہیچ بکار نخواہد آمد و

نسب رانخواہد پرسید''۔

''دینی مصلحت کو دنیوی مصلحت پر فوقیت دینے کا طریقۂ کار یہ ہونا چاہیے کہ شادی بیاہ میں دینداری کو مقدم سمجھا جائے چونکہ اس دور اور اس شہر میں شیعی مذہب بہت زیادہ پھیل گیا ہے اور شرفا زیادہ تر عالی نشینی اور دولت وثروت کو دیکھتے ہیں، پہلی فوقیت اس بات کو دینی چاہیے کہ اپنی بیٹی کسی رافضی یا شیعیت کے قائل شخص کو نہ دینی چاہیے، وہ کتنا ہی عالی نسب اور دولت مند کیوں نہ ہو، قیامت کے دن تقویٰ کے علاوہ سب کچھ بیکار ہے نسب کی کوئی پرسش نہ ہوگی''۔

قاضی صاحب اپنی معرکۃ الآرا تصنیف ''السیف المسلول'' کے آغاز میں ''مذہب روافض بسیار شیوع یافتہ است'' کی تشریح اس طرح کرتے ہیں:①

''روافض خصوصاً اثناءعشریہ دزیدیہ دریں وقت ودیار مذہب اثناءعشریہ ظہورے پیدا کردہ وبسبب جہل وحمق اکثر اہل زماں خصوص بعض از اہل بلدہ پانی پت کہ آباؤ اجداد شاں اہل سنت وایماں بودند گمراہ شدند فقیر خواست کہ کتاب بعبارت فارسی آسان در ردّ روافض نویسد تا ہر عامی ازاں نفع گیرد وشاید کہ کسے براہ ہدایت آید واجر وثواب براقسم عاید

① السیف المسلول از قاضی ثناء اللہ پانی پتی صفحہ ۲ مطبع احمدی دہلوی ۱۲۶۸ھ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گردد''۔

''رافضیوں اور خاص طور پر اثناء عشری اور زیدیوں نے اس دور اور اس ملک میں شیعی مذہب کو پھیلایا ہے۔ اور اپنی بے علمی اور جہالت کے سبب اکثر اسی دور کے لوگ خصوصاً پانی پت کے باشندے جن کے باپ دادا سنی مذہب رکھتے تھے گمراہ ہو گئے اس لیے اس فقیر نے چاہا آسان فارسی میں ایک کتاب رافضیوں کے ردّ میں لکھوں۔ تا کہ ہر آدمی اور اَن پڑھ اس سے فائدے حاصل کرے، شاید کہ کوئی شخص راہِ ہدایت پائے اور اس کے لکھنے والے کو ثواب ملے''۔

قاضی صاحب نے عبدالرحیم شیعی ملتانی کے ردّ میں ایک اور رسالہ ''شہاب ثاقب لرد الروافض الشیاطین المار دین'' تصنیف کیا جو مطبع محمدی دہلی میں طبع ہو چکا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعیت وتفضیلیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو اس دور میں اکابر مشائخ نقشبندیہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ ،حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمہ اللہ ، حضرت شاہ غلام علی نقشبندی رحمہ اللہ ،حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ وغیرہم نے بڑی پامردی اور ہمت سے روکا اور ان حضرات کے بعد سب سے زیادہ کوشش اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کی، نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ یہ سیلاب بڑھتے بڑھتے خود ان کے خاندان میں داخل ہو چکا تھا[1] ان کے شاگرد اور رشتہ دار قمر الدین منت شیعہ ہو چکے تھے ان حالات میں شاہ عبدالعزیز نے قلمی جہاد فرمایا، اس سلسلہ میں ان کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی دو معرکۃ الآرا تصانیف **ازالۃ الخفاء** اور **قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین** نے مشعل راہ کا کام دیا ہو گا۔

① ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۹۲۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد کے مشن کو جاری رکھا اور ''ہر چہ پدر تمام نہ کند پسر تمام کند'' کے مقولہ کو ثابت کر دکھایا۔ اس سلسلہ میں شاہ عبدالعزیز کی سب سے معرکتہ الآرا تصنیف ''تحفہ اثناء عشریہ'' ہے جو اپنے موضوع پر نہایت مدلل، مفصل، متوازن اور واضح کتاب ہے، علمائے محققین اس کی تعریف میں رطب اللسان اور علمائے مخالفین اس کے دلائل و براہین کے سامنے عاجز ہیں۔شاہ صاحب کا اندازِ بیان نہایت حکیمانہ اور متاثر کن ہے، کلامی مباحث کو دل نشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ رشتہ اعتدال کو کہیں ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے۔حوالے نہایت ذمہ داری اور احتیاط سے نقل کیے گئے ہیں۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں:①

دریں رسالہ انچہ زکتب معتبر
شیعہ منقول است احتمال
افترا و بہتان را درآں گنجائش
ندہد زیرا کہ کتب منقول
عنہا از مشاہیر کتب شیعہ
ومعتبرات ایشاں اند باید
کہ بے دماغی نفرماید ونقل
را با اصل مطابقت دہدو
ازاں بترسد کہ اگر صحت نقل
ظاہر شود تقبل آں لازم گردد''۔

① تحفہ اثناء عشرہ از شاہ عبدالعزیز صفحہ ۲۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس رسالے میں جو بھی شیعوں کی کتابوں سے نقل کی گئی ہے، اس میں افترا اور بہتان کی گنجائش نہیں، اس لیے کہ وہ کتابیں جن سے نقل کیا گیا ہے معتبر اور مشہور شیعوں کی ہیں، اس لیے ان سے بے اعتنائی نہ کریں اور نقل کو اصل سے ملالیں اور اس سے نہ ڈریں کہ اگر نقل صحیح نکلی تو ماننا پڑے گا''۔

تحفہ اثناء عشریہ کے سبب تالیف کے متعلق خود شاہ صاحب لکھتے ہیں: ①

''غرض از تسوید ایں رسالہ
وتحریر ایں مقالہ آں است
کہ دریں بلاد کہ ما ساکن آئیم
ودریں زماں کہ ما در آئیم
رواج مذہب اثناء عشریہ
وشیوع آں بحدے اتفاق
افتادہ کہ کم خانہ باشد کہ یک
دوکس ازاں خانہ بآں مذہب
متمذہب نباشند وراغب
بایں عقیدہ نشوند لیکن اکثرے
از حلیہ علم تاریخ واخبار خود
عاطل واز احوال اصول و
اسلاف خود بے خبر وغافل
می باشند وہر گاہ درمحافل

① تحفہ اثناء عشریہ صفحہ ۲ فخر المطابع دہلی ۱۲۶۹ھ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ومجالس با اہل سنت و جماعت
گفتگومی نمایندکج مج می گر یند
وشتر گر بہ می آرند جستہ لِلّٰہ
تعالیٰ ،بتحر یرایں رسالہ پرداختہ
شدتا دروقت مناظرہ از جادہ
خود بیروں نرد ندواصول خود
رامنکر نشوندودربعضے از
امورواقعی شک وتردّدرا
راہ ندہندودریں رسالہ التزام
کردہ شدکہ درنقل مذہب
شیعہ و بیان اصول ایشاں و
والزاماتے کہ عائد بایشاں می
شودوغیرازکتب معتبرہ ایشاں
منقول عنہ نباشد‘‘۔

’’اس رسالے کوسیاہ کرنے اوراس مقالے کوتحریر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس ملک میں جس کے ہم باشندے ہیں اس میں اثنا عشری اورشیعیت کا رواج اس قدر بڑھ گیا ہے کہ شاید ہی کوئی گھر ہو جہاں ایک دوشخص اس مذہب کے پیرو نہ ہوں یا اس مذہب کی طرف ان کا رجحان نہ ہو۔لیکن اکثریت ان کی ایسی ہے جو زیورعلم سے عاری ہے اپنی تاریخ سے ناواقف اوراپنی روایات سے بے بہرہ ہیں اوراپنے اسلاف سے بے خبر

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

وغافل بھی، جب کہ وہ اہل سنت کی محفلوں میں سنیوں سے کسی معاملے میں گفتگو کرتے ہیں اول فول بکتے ہیں اور بے سر پیر کی ہانکتے ہیں، خالصتاً اللہ واسطے یہ رسالہ ضبط تحریر میں لایا گیا ہے، تاکہ آپسی مناظرے میں راہ راست سے نہ ہٹ سکیں، اور اپنے ہی اصول کے منکر نہ بن سکیں اور بعض سچی باتوں میں شک نہ کر سکیں اور اس میں خاص طور پر یہ لحاظ رکھا گیا ہے کہ مذہب شیعہ کے نقل میں اور ان اصول کے بیان میں اور ان الزامات میں جو اِن پر عائد ہوتا ہے ان کے پاس معتبر کتابوں کے علاوہ کوئی حوالہ نہ ہو''۔

تحفہ کو بارہ اماموں کی نسبت سے مندرجہ ذیل بارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے:

''باب اوّل: درکیفیت حدوث مذہب تشیع وانتساب آں بفرق مختلفہ

باب دوم: درمکائد شیعہ وطرق اضلال وتلبیس

باب سوم: درذکر اسلاف شیعہ علماء وکتب ایشاں

باب چہارم: دراحوال اخبار شیعہ وذکر رواۃ اینہا

باب پنجم: درالٰہیات

باب ششم: درنبوات

باب ہفتم: درامامت

باب ہشتم: درمعاد

باب نہم: درمسائل فقہ

باب دہم: درمطاعن خلفاء ثلٰثہ دام المؤمنین ودیگر صحابہ

باب یازدہم، درخواص مذہب شیعہ، اوہام، تعصّبات، ہفوات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب دوازدہم، درتولا وتبرا''۔

''باب اول: شیعہ مذہب کی جڑ اور مختلف فرقوں سے ان کا لگاؤ۔

باب دوم: شیعوں کی حیلہ بازی، ان کی گمراہی کے طریقے اور تلبیس

باب سوم: شیعہ کے قدیم علماء اور ان کی کتابیں

باب چہارم: شیعوں کے احوال اور ان کے راویوں کا تذکرہ

باب پنجم: مسئلہ الٰہیات

باب ششم: نبوات کے بارے میں

باب ہفتم: مسئلہ امامت کے بارے میں

باب ہشتم: مسئلہ آخرت کے بارے میں

باب نہم: فقہی مسائل کے بارے میں

باب دہم: خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی شان میں برائی اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ ودیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی مذمت میں

باب یازدہم: شیعہ مذہب کے خواص، اوہام، تعصّبات اور خرافات کے بارے میں

باب دوازدہم: ولایت وتبرّا کے بارے میں''۔

شاہ صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ بارہویں صدی کے گزرنے کے بعد لکھا ہے خود فرماتے ہیں:①

''بعد از انقضاء قرن ثانی عشر

از ہجرت خیر البشر علیہ التحیۃ و

السلام صورت تالیف پذیرفتہ

① تحفہ اثناء عشریہ صفحہ ۲۔۱۰۲.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وجلوظہور گرفتہ''۔

''حضور اکرم ﷺ کی ہجرت کے بارہ میں سو سال بعد یہ کتاب تالیف ہو کر منظر عام پر آئی''۔

خاتمہ کتاب میں لکھتے ہیں:①

''ایں نسخہ عجیبہ کہ مسمّٰی بہ تحفہ
اثنا عشریہ است بعد از گزشتن
دو از دہ قرن صدی از ہجرت
حضرت خیر الانام علیہ وعلٰی
اہل بیتہٖ واصحابہ التحیۃ و
السلام سمت تحریر یافت
نقش اختتام پذیرفت''۔

''یہ عجیب وغریب نسخہ (رسالہ) جس کا نام تحفہ اثناء عشریہ ہے بارہ صدی ہجری گزرنے کے بعد ضبط تحریر میں آئی، اور اختتام پذیر ہوئی''۔

تحفہ اثناء عشریہ (۱۲۰۴ھ۔۹۰۔۱۷۸۹ء) میں تالیف ہوا کسی نے تاریخ تالیف کہی ہے:②

''تحفہ ر ایک فن مداں کہ درد
سوئے ہر معرفت سراغ آمد
سوئے الفاظ معانی اش بنگر

① تحفہ اثناء عشریہ صفحہ ۲۔۴۰۱۔
② ملفوظات عزیزی صفحہ ۷۰۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہست دریا کہ درآیاغ آمد
بسکہ نور ہدایت است ویقین
سال تصنیف او ''چراغ'' آمد

''(قطع تاریخ) تحفہ اثنا عشریہ کو محض ایک فن پارہ نہ سمجھنا بلکہ اس سے معرفت کا پتہ ملتا ہے، اس کے الفاظ ومعانی پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے چونکہ یہ کتاب یقین وہدایت کا نور ہے اس رعایت سے اس کی تصنیف کا سال ''چراغ'' سے نکلتا ہے''۔

تحفہ اثناءعشریہ کے ردّ میں شاہ صاحب کے ایک معاصر حکیم مرزا محمد المتخلص بہ کامل دہلوی (ف ۱۲۳۵ھ۔ ۲۰۔۱۸۱۹ء) نے سب سے پہلے قلم اٹھایا اور انہوں نے تحفہ اثناءعشریہ کی تالیف کے دو سال بعد ایک کتاب نزہت اثناعشریہ ۱۳۰۶ھ۔ ۱۷۹۱ء۔ میں تالیف کی ۔ ① تحفہ اثناءعشریہ ذوالفقار الدولہ مرزا نجف خاں امیر الامراء کے مرنے کے بعد لکھا گیا۔ مرزا کا انتقال ۲۶ اپریل ۱۱۹۶ھ۔ ۱۷۸۲ء۔ میں ہوا ہے۔

مرزا نجف خاں کے مرنے کے بعد دہلی کی سیاست پر مرزا نجف خاں کی بہن خدیجہ سلطان بیگم اور اس کی پارٹی کے چار ممتاز رکن افراسیاب، مرزا شفیع، نجف قلی خاں اور محمد بیگ ہمدانی پوری طرح اثر انداز رہے۔②

اول الذکر افراسیاب اور مرزا شفیع نجف خاں کے مرنے کے بعد یہی دونوں امیر الامرائی کے منصب پر قابض ہوئے۔③ ان دونوں کے خاتمہ کے بعد مہاراجی

① نجوم السماء کی تالیف ۱۲۸۶ھ میں ہوئی ہے اور اس وقت وہ لکھتا ہے کہ نزہت اثناءعشریہ کی تالیف کو اسّی ۸۰ سال ہو گئے۔ ملاحظہ ہو: نجوم السماء صفحہ ۳۵۹.

②③ اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو فال آف دی مغل ایمپائر جلد سوم صفحہ ۱۶۴، ۱۹۷۔ کلکتہ ۱۹۵۳ء.

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سندھیا اور غلام قادر روہیلہ کا عمل دخل ہوا مگر اس وقت بھی شیعہ امراء زین العابدین (برادر مرزا نجف خاں) نجف قلی خاں، محمد بیگ ہمدانی اور اسماعیل بیگ ملکی سیاست پر بری طرح چھائے ہوئے تھے①۔

ان لوگوں کے اقتدار، تشیع کے عام غلبہ اور اودھ کے نواب وزیر کے سیاسی اثر واستیلاء کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثناء عشریہ میں بحیثیت مصنف اپنا نام لکھنا مناسب نہ سمجھا اور انہوں نے مصنف کی حیثیت سے اپنا غیر معروف (تاریخی) نام ''غلام حلیم بن شیخ قطب الدین احمد''② لکھا ہے۔ تحفہ اثناء عشریہ نے شیعیت اور تفضیلیت کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روکنے میں بہت کام کیا۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں:③

''غرض کہ منظور ردّ ایں مذہب
بود کہ مردم بدیدین ایں
کتاب در آن اعتقاد دست
شوند یا ترک نمایند الحمدللہ
کہ ایں معنی حاصل شد منظور
فقیر ازیں مقدمات سلوک
ایں طریق جدید براذہان
اولی الالباب وطالبان را
صواب بود الحمدللہ کہ حاصل شد''

---

① اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو: فال آف دی مغل ایمپائر جلد سوم صفحہ ۱۶۴، ۱۹۷ (کلکتہ ۱۹۵۳ء)۔
② شاہ عبدالعزیز کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی کا نام قطب الدین احمد بھی تھا۔
③ فتاویٰ عزیزی جلد اول (بہ تصحیح مولوی احمد احسن نانوتوی) صفحہ ۱۳۱۔ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۱ھ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''اس رسالے کا مقصد شیعہ مذہب کا ردّ تھا تا کہ لوگ اس کتاب کو دیکھ کر اس مذہب کے بارے میں سست اعتقاد ہو جائیں یا اس کو چھوڑ دیں، اللہ کا شکر ہے کہ مقصد حاصل ہو گیا۔ اس فقیر کے پیش نظر اس کتاب کے ذریعے عقلمندوں کو راہ راست دکھانا اور حق جویوں کو سیدھی راہ دکھانی تھی۔ اللہ کا شکر کہ وہ پوری ہوئی''۔

مرزا محمد علی مؤلف نجوم السماء لکھتے ہیں: ①

''چوں فاضل عزیز تحفہ خود

را ظاہر نمود، ضلالت شیوع

گرفت و مردم جہاں

و ناحق بیں بطرف آں

گردیدند''۔

''جب فاضل عزیز (شاہ عبدالعزیز) نے اپنے تحفہ (تحفہ اثناء عشریہ) کو عام کیا تو شیعوں نے گمراہ کن باتیں کیں اور علاقہ کے ناعاقبت اندیش لوگوں کو ان کی طرف کر دیا''۔

تحفہ اثناء عشریہ کے متعلق سرسید احمد خاں (ف ۱۸۹۸ء) لکھتے ہیں: ②

''اوائل حال میں فرقہ اثناء عشریہ نے شورش کو بلند کیا اور باعث تفرقہ خاطر جہال اہل تسنن کے ہوئے حضرت (شاہ عبدالعزیز) نے بسبب

① نجوم السماء صفحہ ۳۵۲۔

② تذکرہ اہل دہلی (آثار الصادید باب چہارم از سرسید احمد خاں) مرتبہ احمد میاں اختر جونا گڑھی صفحہ ۵۳، ۵۴، (انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ۱۹۵۵ء۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

التماس طالبین کمال کے کتاب تحفہ اثناء عشریہ کہ غایت شہرت محتاج بیان نہیں بدل توجہ قلیل بصرف اوقات وجہیز سے بایں کثرت ضخامت تصنیف کی کہ وقت عبارت اس کتاب کی اس طرح سے زبانی ارشاد کرتے جاتے تھے کہ گویا از بریاد ہے اور حوالہ کتب شیعہ کے جن کو علمائے فرقہ مذکور نے شاید بجز نام کے سنا نہ ہوگا، باعتماد حافظہ بیان ہوتے جاتے تھے اور اس پر متانت عبارت اور لطائف وظرافت جیسے ہیں ناظرین پر ہویدا ہے''۔

سرسید احمد خاں نے ۱۸۴۴ء میں تحفہ اثنا عشریہ کے دسویں اور بارہویں باب کا اردو ترجمہ ''تحفہ حسن'' کے نام سے شائع کیا۔① یہ دونوں باب خلفائے ثلٰثہ، ام المؤمنین اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے مطاعن کے جواب اور تولا وتبرّا کے بیان میں ہیں، سرسید نے یہ ترجمہ اپنے استاد مولوی نور الحسن صاحب کی مدد سے کیا تھا۔

چنانچہ سید صاحب خود اسی میں لکھتے ہیں:

''مجھ میں ایسی قابلیت نہ تھی کہ جو میں اس کتاب کا ترجمہ کر سکتا لیکن استاذی مولوی نور الحسن کاندھلوی کی مدد سے یہ کام انجام کو پہنچا''۔②

یہ تحفہ اثناء عشریہ کا (جزوی طور سے) پہلا اردو ترجمہ ہے جو سرسید احمد خاں کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا کہ جنگ آزادی سے دس بارہ سال پہلے بھی اس مسلک کا اس قدر زور تھا کہ سرسید احمد خاں جیسے معتدل مصلح نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھنی ضروری سمجھی۔ حالانکہ جب علامہ شبلی نے ''الفاروق'' کی تالیف شروع کی تو سرسید احمد خاں کو

① سیرت فرید از سرسید احمد خاں (مرتبہ حکیم محمود احمد برکاتی) صفحہ ۱۷ (پاک اکیڈمی، کراچی ۱۹۶۴ء)۔
② سرسید کا علمی کارنامہ از قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی صفحہ ۲۵ (ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی ۱۹۶۴ء)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خیال ہوا کہ کہیں شیعہ وسنی بحث پھر شروع نہ ہو جائے۔

تحفہ اثناء عشریہ کے متعلق شیخ احمد اکرام لکھتے ہیں:①

''تحفہ اثناء عشریہ فی الحقیقت ایک عہد آفریں کتاب ہے اور شاہ عبدالعزیز نے اس کی تالیف میں بے حد محنت اور جانفشانی سے کام لیا اس سے پہلے مختلف شیعہ سنی مسائل پر کتابیں تصنیف ہوئیں خود شاہ ولی اللہ صاحب نے **قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، ازالۃ الخفاء** اور بعض رسائل میں ان مسائل سے متعلق بحث کی تھی لیکن ایسی جامع و مانع کتاب کوئی نہ تھی، فی الحقیقت تحفہ اثناء عشریہ شیعہ سنی مسائل کا ایک انسائیکلو پیڈیا ہے کتاب کا مطبوع نول کشوری ایڈیشن بڑی تقطیع کے ساڑھے چھ سو صفحوں پر محیط ہے لیکن چونکہ بیان میں بڑے ایجاز واختصار سے کام لیا گیا ہے اس لیے مطالب ومعانی اور دلائل وحوالے بے شمار آ گئے ہیں۔

کتاب کے جامع و مانع ہونے کے علاوہ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ روایات وبیانات کے بیان میں فقط مستند اور معتبر شیعہ کتب پر انحصار کیا گیا ہے اور تواریخ وتفسیر میں سے فقط ان ہی چیزوں کو چنا ہے جن پر شیعہ سنی دونوں فریق متفق ہیں کتاب کی زبان اور طرز بیان بھی متین اور مذہبانہ ہے''۔

علمائے شیعہ نے تحفہ کے ردّ میں پوری کوشش کی ہے مگر اس کے ساتھ ہی شاہ عبدالعزیز کے علمی وقار ومرتبہ کو بھی مجروح کرنے کی مذموم سعی کی ہے کبھی تو یہ الزام تراشا ہے کہ اس کی تصنیف میں دوسرے علماء بھی شریک رہے ہیں اور اس بات کو شہرت

① رود کوثر از شیخ محمد اکرم صفحہ ۵۷۱، ۵۷۲۔ لاہور ۱۹۵۸ء۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دی کہ یہ کتاب مسروقہ ہے اور خواجہ نصر اللہ کابلی کی ''صواعق موبقہ'' کا فارسی ترجمہ ہے① لکھنؤ میں یہ اعتراض بڑی شدومد سے کیا گیا۔

چنانچہ شاہ صاحب نے اپنے تلمیذ رشید مرزا حسن علی محدث لکھنوی (۱۲۵۵ھ۔ ۱۸۳۹ء) کے ایک استفسار کے جواب میں ایک طویل مکتوب ارقام فرمایا ہے جس سے نہ صرف یہ بے بنیاد اعتراض رفع ہو جاتا ہے بلکہ تحفہ اثناء عشریہ کے ماخذ اور اس کی ترتیب پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں:②

''در وقت تصنیف تحفہ اثناء
عشریہ از کتاب ہائے اہل سنت
کہ در ردّ مذہب شیعہ و کتب
شیعہ کہ در ردّ مذہب اہل سنت
تالیف شدہ سہ قسم بہم رسیدہ
بود قسم اول در مجادلہ ایں
مسئلہ خاص یعنی اثبات خلافت
خلفائے ثلٰثہ و ردّ آں مثل
نواقض الروافض و مرافض
الروافض و صواعق محرقہ
و شرح تجرید از طرف اہل سنت

① نجوم السماء صفحہ ۳۵۳، ۳۸، ۵۳۸۔
② فتاویٰ عزیزی جلد اوّل صفحہ ۱۲۹، ۱۳۱۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ومسائل النواصب وردّ
شبہات الاعور و اظہار الحق
وسفینۃ النجات از طرف شیعہ
قسم دوم آں کتاب ہا است
کہ در مسئلہ امامت وشروط
آں ومواقع آں بہ تفصیل
تصنیف شدہ مثل بحث
امامت در شرح مقاصد و
شرح مواقف وطوالع الانوار
واربعین از طرف اہل سنت
وتصانیف علامہ حلی ومقداد
وحدائق موبقہ در ردّ صواعق
محرقہ ومقداد از طرف شیعہ
قسم سوم آں است کہ تمام
مذہب شیعہ را ہم در الٰہیات
وہم در معاد وہم در امامت
وہم در روایت احادیث وہم
در اصول ردّ''

''تحفہ اثناء عشریہ کے تصنیف کے وقت اہل سنت کی کتابیں جو مذہب شیعہ کے ردّ میں تھیں اور شیعوں کی کتابیں جو اہل سنت کے جواب میں تھیں ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی تین قسمیں پیش نظر تھیں:

پہلی قسم: اثباتِ خلافت خلفائے ثلاثہ کے جھگڑے، اور اس کے ردّ میں سنیوں کی طرف سے جو کتابیں سامنے تھیں وہ نواقض الروافض ومرافض الروافض وصواعق محرقہ وشرح تجرید از طرف اہل سنت ومصائب النواصب درد شبہات الاعور واظہار الحق سفینۃ النجات شیعوں کی طرف سے۔

دوسری قسم: ان کتابوں کی جن میں مسئلہ امامت، اس کی شرائط اور مواقع مفصل تصنیف ہوئی تھی امامت کی بحث سے متعلق سنیوں کی جانب سے شرح مواقف طوالع الانوار واربعین اور تصانیف علامہ حِلّی ومقداد اور شیعوں کی جانب سے حدائق موبقہ صواعق محرقہ کے جواب میں ہیں۔

تیسری قسم: ان تصانیف کی ہیں کہ جس میں تمام شیعوں کے مذہبی اعتقادات، الٰہیات اور آخرت کی حدیثوں کی روایت کو ردّ کیا ہے''۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

شیعہ فرقہ کا فروغ

ماخوذ از: محترم شیخ محمد اکرام

اٹھارہویں صدی میں شیعیت کا فروغ:

اٹھارہویں صدی میں شمالی ہندوستان میں شیعہ مذہب نے بڑا فروغ حاصل کیا۔ مغربی مستشرقین (مثلاً ہالسٹر) کا اندازہ ہے کہ اورنگ زیب کے امراء کی اکثریت اس فرقہ سے تعلق رکھتی تھی۔ اگرچہ اپنے عقائد پر بعضوں نے احتیاط و مصلحت کوشی کا پردہ ڈال رکھا تھا۔ جب عالمگیر کی آنکھیں بند ہوئیں تو اس احتیاط کی بھی ضرورت نہ رہی۔ نئی روش میں پہل اورنگ زیب کے بیٹے اور جانشین نے کی۔ جس نے حکم دیا کہ خطبہ جمعہ میں علی ولی اللہ وصی رسول اللہ کے الفاظ اضافہ کیے جائیں۔

آگرہ، احمد آباد اور بعض دوسرے شہروں میں اہل سنت والجماعت نے اس حکم کی مخالفت کی۔ احمد آباد میں خطیب نے اس پر عملدرآمد کیا تو ہجوم نے برافروختہ ہوکر اسے تہ تیغ کر ڈالا۔ لیکن بادشاہ اپنے فیصلے پر اڑا رہا۔ حتی کہ لاہور میں صورت حال بہت نازک ہوگئی۔ یہاں بادشاہ نے سنی علماء کو بحث ومباحثہ کے لیے بلایا اور زور سے اپنے فیصلے کی تائید کی۔ ان علماء کے سرگروہ حاجی یار محمد تھے، جو اس زمانے میں فضلائے لاہور میں سب سے زیادہ ممتاز تھے۔ انہوں نے بہادر شاہ کو کھری کھری سنائیں۔ جب بادشاہ نے کہا کہ

''کیا تم میرے غضب سے نہیں ڈرتے''

تو انہوں نے جواب دیا کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''میری چار آرزوئیں تھیں: حصول علم، حفظ قرآن، حج اور شہادت۔ خدا کے فضل سے پہلی تین تو پوری ہو گئیں اب زہے قسمت، اگر چوتھی بھی حاصل ہو جائے''۔

یہ بحث کئی روز جاری رہی اور بالآخر بادشاہ نے توپخانہ کے افسر کو حکم دیا کہ وہ بروز جمعہ (دوم اکتوبر ۱۷۱۱ء) بادشاہی مسجد کے منبر سے نئے احکام کے مطابق خطبہ پڑھے، لیکن لاہور کے عوام اور پٹھان سپاہیوں نے طے کیا کہ اس اقدام کا وہ پوری طاقت کے ساتھ مقابلہ کریں گے اور قریباً ایک لاکھ کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ جب جمعہ کے روز بادشاہ نے دیکھا کہ لاہور کے بازاروں میں لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع ہیں تو اس نے اپنا حکم منسوخ کر دیا۔ اور سلطنت میں خطبہ کے لیے وہی طرز اختیار کی گئی جو عہد جہانگیری میں رائج تھی۔

اہل لاہور کے اس کامیاب مظاہرے کے بعد کسی مغل بادشاہ نے شیعہ عقائد① کی پشت پناہی نہیں کی۔

لیکن اٹھارہویں صدی میں جو نئی ریاستیں اور حکومتیں قائم ہوئیں، ان میں بھاری اکثریت شیعہ حکام کی تھی۔ ان میں پہلی ریاست مرشد آباد کی تھی، جس کی بنیاد عالمگیر کے معتمد اور محبوب دیوان بنگالہ، مرشد قلی خاں نے رکھی۔ اس وسیع حکومت کے بڑے تہذیبی مرکز مرشد آباد، عظیم آباد اور جہانگیر نگر (ڈھاکہ) تھے۔ شاہانِ اودھ کے مورثِ اعلیٰ (برہان الملک سعادت خاں میر محمد امین نیشاپوری) کے خاندان کی پشت پناہی نظامت مرشد آباد نے کی۔ برہان الملک کے بھائی میر محمد باقر کو نظامت سے

① آخری مغل بادشاہ، بہادر شاہ ثانی ظفر کی نسبت ایک زمانے میں لکھنؤ میں مشہور ہو گیا تھا کہ اس نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا ہے، لیکن جب سنی علماء و اکابر نے اس پر مواخذہ کیا تو بادشاہ نے اس افواہ کی تردید کی اور مرزا غالبؔ سے ایک فارسی مثنوی لکھوا کر عوام و خواص کو اپنے سنی ہونے کا یقین دلایا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وظیفہ ملتا تھا۔ اس بھائی اور اپنے والد سے ملنے کے لیے میر محمد امین نیشا پور سے بنگالہ میں آئے اور پھر محمد شاہی دربار سے بڑا مرتبہ حاصل کر کے حکومت لکھنؤ کے بانی ہوئے۔ بالآخر لکھنؤ شیعہ حکومت اور خیالات کا بڑا مرکز ہو گیا۔ نوابانِ رامپور میں بھی اکثریت اہل تشیع کی تھی۔ سندھ میں ریاست خیر پور کے بانی اور رؤسا انہی خیالات کے تھے۔ ان حکومتوں کے علاوہ عام عہدوں اور جاگیروں میں بھی شیعہ حضرات کا بڑا اثر ورسوخ تھا۔ آخری مغل بادشاہوں کے کئی وزیر انہی عقائد کے تھے۔ مثلاً بہادر شاہ کا وزیر اعظم منعم خاں جس کے مشورے پر بادشاہ نے خطبہ کے الفاظ بدلنے چاہے۔ خود اورنگ زیب کے وزیر اعظم اسد خاں اور سپہ سالار ذوالفقار خاں کے عقائد کے متعلق شبہ ہے۔

سادات بارہہ جن میں ''بادشاہ گر'' سید برادران (قطب الملک سید عبداللہ خاں اور امیر الامرا سید حسین علی خاں) نے ایک زمانے میں بڑا اقتدار حاصل کر لیا تھا۔ وزیر الممالک صفدر جنگ۔ امیر الامرا نجف خاں تو یقیناً شیعہ خیالات کے تھے۔ عام عہدہ داروں کا تو کوئی شمار نہیں۔ علمی اور ادبی معاملات میں حضرات شیعہ کا مرتبہ اس سے بھی بلند تھا۔ خود اورنگ زیب نے اپنی بیٹی زیب النساء کی تعلیم ایک ممتاز شیعہ فاضل، ملا محمد سعید اشرفؔ ماژندرانی کے سپرد کر رکھی تھی۔ وہ مشہور شیعہ عالم، مولانا محمد تقی مجلسی اصفہانی کے نواسے تھے۔ شیعہ علماء کی مستند تاریخ نجوم السماء میں ان کا اپنا علیحدہ تذکرہ ہے۔ شہزادی کی بارگاہ میں انہیں جو خصوصیت حاصل تھی، اس کا کچھ اندازہ اس قصیدے سے ہو سکتا ہے جو ایران واپس جانے کے وقت پر انہوں نے شہزادی سے رخصت لینے کے لیے پیش کیا۔

یکبار از وطن نتواں برگرفت دل

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

در غربتم اگرچہ فزون است اعتبار
پیش تو قُربِ وبُعد تفاوت نمی کند
گو خدمت حضور نباشد مرا شعار
نسبت بہ باطن است چہ دہلی چہ اصفہان
دل پیش تست تن چہ بہ کابل چہ در قندھار

وطن میں قیام کے بعد وہ پھر ہندوستان واپس آئے۔ اس وقت عالمگیر کی وفات ہوچکی تھی، لیکن اس کے پوتے شہزادہ عظیم الشان حاکم عظیم آباد نے ان کی بڑی قدر کی اور وہ بالآخر مونگیر میں فوت ہوئے۔ اورنگ زیب کے دربار کا سب سے کامیاب نثر نگار اور شاعر نعمت خاں عالی شیعہ تھا اور اس زمانے کے متعدد ممتاز شعراء کا یہی مذہب تھا۔ فارسی شعر وادب میں ایک ایسے فرقے کا امتیاز جس میں کثرت سے ایرانی الاصل اہل قلم شامل ہوں عجیب نہیں۔ لیکن مغلیہ سلطنت کے آخری دور میں علم تاریخ کے میدان میں بھی یہ فرقہ پیش پیش تھا۔

علامہ شبلی نے مضامین عالمگیر میں بڑے شکایت آمیز لہجے میں اس امر کا اظہار کیا ہے کہ

''عہد عالمگیری کے سب سے برگزیدہ مؤرخ شیعہ تھے اور انہوں نے اس زمانے کے واقعات جس انداز سے لکھے ہیں ان کی بنا پر عالمگیر سے انصاف نہیں کیا جا سکتا''۔

علامہ مرحوم کا یہ اظہار کئی لحاظ سے افسوسناک ہے۔ ایک تو یہ خیال کہ (مستثنیات کو چھوڑ کر) عہد عالمگیری کے ذمہ دار شیعہ مؤرخین نے واقعات جانبداری سے اور اصول فن کو نظر انداز کر کے لکھے ہیں، غلط ہے۔ دوسرے اہل سنت اہل علم کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیے بھی کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ تاریخ کے فن میں عالمگیر کے طویل عہد میں ان کا ایک نامور تاریخ نگار نہ ہوا۔

اردو ادب کی ابتدا اور ترقی میں بھی شیعہ اہل قلم کا بڑا ہاتھ تھا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ

ہماری علمی اور ادبی زندگی میں شیعہ حضرات کا حصہ ان کی تناسب تعداد سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کی ایک وجہ تو اس فرقے میں کثرت سے ایسے (سادات یا ایرانی النسل) اعلیٰ خاندانوں کی شمولیت ہے، جنہوں نے ہر میدان میں ایک بلند معیار پیش نظر رکھا ہے۔

دوسرے چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے شیعہ حضرات کی عقیدت ومحبت کی ایک اہم بنیاد ان کا ''باب مدینۃ العلم'' ہونا ہے۔ اس لیے اس فرقے میں علم کی محبت ایک مذہبی فریضہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور اہل علم کا خاص احترام ہوتا ہے اور اٹھارہویں صدی میں (مثلاً میر غلام علی آزاد اور دوسرے سادات بلگرام کی کوششوں میں) اس خصوصیت کے بڑے کامیاب مظاہرے نظر آتے ہیں۔

سیاسی اقتدار اور علمی اور ادبی امتیاز کے علاوہ اٹھارہویں صدی میں شیعہ حضرات کا تجارتی کاروبار میں بھی بڑا عمل دخل تھا۔ بالخصوص (سُورت اور ہگلی کی) بحری تجارت میں ان کا حصہ بہت تھا۔ سُورت میں بوہرے اور خوجے تجارت میں پیش پیش تھے اور بنگالہ کے شیرازی اور اصفہانی تاجر خاندانوں کا آغاز بھی اسی زمانے میں ہوا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حاجی محمد محسن:

اٹھارہویں صدی کے شیعہ اکابر میں ایک نہایت مبارک نام حاجی محمد محسن کا ہے۔ جو ایک ایرانی تاجر خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ لیکن جن کی اپنی عمر دوسرے مشاغل میں گزری اور جن کی مخیرانہ کوششیں مسلمانانِ بنگالہ کی تاریخ کا سب سے روشن باب ہیں۔ ان کے دادا آغا فضل اللہ بہ شغل تجارت ایران سے آئے۔ پہلے مرشد آباد میں کچھ عرصہ ٹھہرے اور پھر ہگلی میں اقامت اختیار کی، جو کلکتے کی آبادی سے پہلے مشرقی ہندوستان کی سب سے بڑی بندرگاہ تھا۔ یہاں ان دنوں ایک اور ایرانی اہل ثروت آغا مطہر مقیم تھے، جنہیں مشرقی پاکستان کے موجودہ ضلع جسور اور بعض دوسرے علاقوں کی زمینداری اورنگ زیب کی طرف سے ملی تھی۔

آغا مطہر نے اپنے حسن انتظام سے اپنی جائیداد میں بڑا اضافہ کیا، لیکن ان کی اولاد نرینہ کوئی نہ تھی۔ عمر کے آخری حصے میں ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی، جس کا نام انہوں نے منو جان خانم رکھا۔ لڑکی کی عمر سات برس کی تھی جب آغا مطہر نے وفات پائی لیکن مرنے سے پہلے انہوں نے اپنی تمام جائیداد بیٹی کے نام منتقل کر دی۔ ان کی وفات کے بعد ان کی بیوہ نے آغا فضل اللہ کے بیٹے حاجی فیض اللہ سے شادی کر لی۔ ان کی واحد اولاد (حاجی) محمد محسن ۱۷۳۰ء میں پیدا ہوئے۔

محمد محسن اور منو جان خانم سوتیلے بھائی بہن تھے، لیکن بہن نے، جو عمر میں آٹھ سال بڑی تھیں، انہیں سگے بھائیوں سے زیادہ عزیز رکھا۔ اور تعلیم و تربیت میں بھی ان کی نگرانی کی۔ ان دونوں کے استاد ہگلی کے آغا شیرازی تھے، جو نہ صرف ایک زبردست فاضل، بلکہ جہاندیدہ سیاح تھے۔ اور انہوں نے اپنے سفر کی کہانیوں سے خرد سال محسن کے دل میں بھی سیر و سیاحت کی لگن پیدا کر دی، ہگلی میں تعلیم مکمل کرنے کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعد وہ مرشد آباد گئے اور وہاں کے مشہور مدرسے میں تکمیل تعلیم کی۔ اس کے بعد وہ ہگلی واپس آ گئے اور اپنی ہمشیرہ کے کاموں میں اس کی مدد کی۔ اس کے بعد وہ تیس، بتیس کی عمر میں حج کے لیے روانہ ہوئے۔ واپسی پر سخت تکلیف اٹھائی۔ راستے میں ڈاکوؤں نے قید کر لیا۔ ان سے گلو خلاصی ہوئی تو عراق کا رخ کیا۔

اور تحصیل علم اور عراق اور ایران کی سیر وسیاحت میں سالہا سال صرف کیے اور ساٹھ سال کی عمر میں اصفہانیوں کے ایک قافلہ کے ساتھ ہندوستان واپس آئے۔ دہلی، لکھنؤ، بنارس، عظیم آباد، مرشد آباد ہوتے ہوئے ہگلی پہنچے۔ کبھی قیام ڈھاکہ میں رہتا، کبھی مرشد آباد، کبھی ہگلی، بڑی سادہ زندگی تھی اور آزادانہ بسر کرتے تھے۔ کبھی شادی نہیں کی تھی اور ایک سوتیلی بہن کے علاوہ دنیا میں کوئی رشتہ دار نہ تھا۔

منوجان خانم کے شوہر مرزا اصلاح الدین لاولد فوت ہوئے تھے۔ انہوں نے حاجی محمد محسن کو اپنی تمام جائیداد کا مختار بنایا۔ انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے انتظام کیا اور بہن نے مرتے وقت اپنی تمام جائیداد اِن کے نام منتقل کر دی۔

منوجان خانم کی وفات اکیاسی سال کی عمر میں ۱۸۰۳ء میں ہوئی اور ان کی وسیع جائیداد کے وارث حاجی محمد محسن ہوئے، لیکن ان کی سادہ زندگی میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ تین سال بعد انہوں نے وہ تمام جائیداد جس کی سالانہ آمدنی اس زمانے میں پینتالیس ہزار تھی، امور خیر کے لیے وقف کر دی۔ ذاتی مصارف کے لیے اتنی جائیداد رکھی، جس کی ماہوار آمدنی سو روپے سے زیادہ نہ تھی۔

حاجی محمد محسن نے ۲۰ اپریل ۱۸۰۶ء کو وقف کی باقاعدہ رجسٹری کرائی اس کے چھ سال بعد تک وہ زندہ رہے اور یہ زمانہ انہوں نے وقف کے معاملات کو خوش اسلوبی سے سلجھانے میں گزارا۔ ان کی وفات بیاسی برس کی عمر میں نومبر ۱۸۱۲ء میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئی۔ قاضی القضاۃ مولوی سراج الدین علی خاں نے تاریخ لکھی۔

عارف کامل زمانہ برفت

حاجی محمد محسن نے جائیداد وقف کرتے وقت اس کی سالانہ آمدنی کے نو حصے کیے تھے۔ تین حصے تو امام باڑہ ہگلی کی نگہداشت، مجالس محرم اور دوسرے مراسم کے اخراجات اور فاتحہ خوانی کے لیے تھے۔ دو حصے متولیوں کے گزارہ کے لیے اور چار حصے ادارے اور وظائف کے لیے۔ لیکن واقف کی وفات کے بعد جانشین متولیوں نے جو بدعنوانیاں کیں اور جس طرح جعل سازی سے جائیداد اپنے نام دوامی پٹہ پر لینے کی کوشش کی، اس نے بورڈ آف ریونیو کو مجبور کر دیا کہ جائیداد کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے اور بالآخر پریوی کونسل کے فیصلے کے بعد ۱۸۳۵ء میں گورنمنٹ نے طے کیا کہ وہ وقف کی بجا آوری کی ذمہ داری لے۔ گورنمنٹ نے صرف ایک متولی مقرر کیا اور آمدنی کا ۹/ ۱ حصہ بچا لیا۔

وظائف وغیرہ کے لیے جو چار حصے مقرر ہوئے تھے (اور جنہیں واقف کے مقرر کردہ متولیوں نے دستاویز کے مطابق صرف نہیں کیا تھا) انہیں حکومت نے عام تعلیمی اخراجات کے لیے منتقل کر لیا اور محسن فنڈ کی مدد سے ۱۸۳۶ء میں ہگلی کالج قائم کیا اور سینتیس ۳۷ سال تک اسے محسن فنڈ کی مدد سے چلایا، لیکن مسلمان اس پر معترض تھے کہ ایک اسلامی وقف کو ایک ایسے کالج کے لیے کیوں استعمال کیا جائے، جس سے فائدہ اٹھانے والے بیشتر غیر مسلم تھے۔

ڈاکٹر ہنٹر نے ''دی انڈین مسلمانز'' میں باا ثر طریقے سے اس استدلال کی حمایت کی۔ نواب عبداللطیف نے بھی کوشش کی اور ۱۸۷۳ء میں فیصلہ ہوا کہ ہگلی کالج کے اخراجات کا گورنمنٹ انتظام کرے۔ محسن فنڈ کی آمدنی ڈھاکہ، چٹا کانگ،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

راجشاہی اور ہگلی میں مدرسے قائم کرنے پر خرچ ہو اور کچھ حصہ مسلمان طلبا کے لیے وقف ہو۔ تاکہ جو مسلمان بنگال کے کسی انگریزی سکول یا کالج میں تعلیم پائے، اس کی فیس کا دوتہائی حصہ اس فنڈ سے دیا جائے۔

حاجی محمد محسن کے مذہبی عقائد کی نسبت طبقاتِ محسنیہ میں لکھا ہے:

''درعقائد مذہبی طبعش بسوئے مذہب جعفری خیلے متوجہ بود۔ اکثرے سنیاں کہ ملازم او بودند حسب ہدایت وفرمائش مذہب امامیہ اختیار کردند۔ ازاں گروہ رجب علی خاں وشاکر علی خاں متولیانِ سابق بودند کہ شیعہ شدند''۔

دکن کے شیعہ علماء:

شمالی ہندوستان میں شیعہ اقتدار کے مرکز قائم ہو جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں نامور شیعہ علما ایران سے آنے شروع ہوئے یا مقامی باشندوں میں ہی فروغ پانے لگے۔ اس سے پہلے (قاضی نوراللہ شوستری اور ملا محمد یزدی کو چھوڑ کر) شیعہ علما کے نام دکن کی شیعہ سلطنتوں کے ضمن میں آتے ہیں۔ مثلاً میر محمد مومن استر آبادی جو شاہ طہماسپ صفوی کے دربار میں بڑا مرتبہ رکھتے تھے اور ایک شہزادہ اقتدار کی کشمکش میں ناکام رہا تو انہیں بھی اس سے قریبی تعلقات کی بنا پر ایران چھوڑنا پڑا۔ وہ شمالی ہندوستان کے رستے دکن چلے گئے اور سلطان محمد قلی قطب شاہ والیٔ گولکنڈہ کی ملازمت اختیار کی اور رفتہ رفتہ وکیل السلطنت ہو گئے اور کوئی پچیس سال اس عہدے پر فائز رہے۔

نجوم السماء کے مطابق ۱۰۲۵ھ میں وہ زندہ تھے۔ اسی طرح میر نظام الدین احمد بن محمد معصوم الحسینی شیرازی تھے۔ ان کے والد شاہ عباس ثانی صفوی کے ہاں بڑا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ رکھتے تھے۔ جب بادشاہ کی ہمشیرہ حج کے لیے گئیں تو انہیں مناسک حج کی تعلیم کے لیے ساتھ بھیجا گیا۔ کچھ اتفاقات ایسے پیش آئے کہ اس سفر میں ہی ان کی شادی اپنی شاگردہ سے ہوگئی۔ اب بادشاہ کے ڈر سے دونوں ایران تو واپس نہ جاسکتے تھے۔ اس لیے مکہ معظّمہ میں اقامت اختیار کی۔ وہیں میر نظام الدین احمد پیدا ہوئے اور تعلیم پائی۔

جب ان کے کمالات کا شہرہ ہوا تو میر جملہ نے، جو اِن دنوں والی حیدر آباد، عبداللہ قطب شاہ کا وزیر تھا، انہیں اور نجف اشرف کے سید سلطان کو بلا بھیجا تاکہ ان عالی خاندان سیدوں سے اپنی دو بیٹیاں بیاہ دے۔ اتفاق سے عبداللہ قطب شاہ کی دو بیٹیاں تھیں۔ وہ بھی چاہتا تھا کہ ان عالی النسب سیدوں سے ان کی شادی ہو۔ اس پر میر جملہ برافروختہ ہوکر حیدر آباد سے چلا گیا اور اورنگ سے، جو اِن دنوں دکن میں گورنر تھا جاملا۔

عبداللہ شاہ کی ایک بیٹی کی شادی میر نظام الدین سے ہوئی۔ لیکن انہوں نے اپنی سالی کی سید سلطان سے شادی کی مخالفت کی اور بالآخر اس لڑکی کی شادی ابوالحسن تاناشاہ سے ہوئی جو گولکنڈہ کا آخری بادشاہ تھا۔ میر نظام الدین ایک شاعر اور عالم اور شاعروں کے قدردان تھے۔ ان کی وفات ۱۶۶۷ء یا ۱۶۶۸ء میں بمقام حیدر آباد ہوئی۔

دکن میں آنے سے پہلے ان کی حجاز میں شادی ہو چکی تھی اور اس سے ان کے ہاں ایک بیٹا مولانا صدر الدین علی المعروف سید علی خاں مدنی مدینے میں پیدا ہوا تھا۔ جو علم وفضل میں اپنے باپ سے بھی بازی لے گیا۔ وہ ۱۰۵۲ھ میں پیدا ہوئے اور حصول تعلیم کے بعد والد سے ملنے حیدر آباد چلے گئے، لیکن اس کے جلد بعد عبداللہ قطب شاہ چل بسا اور اس کے ایک سال بعد ان کے والد بھی وفات پا گئے۔ اب ابوالحسن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تانا شاہ تخت نشین تھا۔ اس نے میر نظام الدین کے متعلق کو دِق کرنا شروع کیا۔ سید علی حیدر آباد چھوڑ کر برہان پور میں اورنگ زیب سے جا ملے، جو اَب بادشاہ تھا اور معاملات دکن کو سلجھانے کے لیے یہاں پہنچا تھا۔ انہیں ایک اعلیٰ منصب ملا۔ اور ایک زمانے میں یہ برہان پور کے دیوان بھی مقرر ہوئے۔

لیکن بالآخرانہوں نے اورنگ زیب سے اجازت لی اور وطن کا رخ کیا۔ پہلے اصفہان میں سلطان حسین صفوی کے پاس پہنچے۔ لیکن جب اس نے کما حقہ، قدر نہ کی تو اپنے وطن شیراز کا رخ کیا۔ اور وہاں مدرسہ منصوریہ میں تعلیم وتدریس میں زندگی کے باقی دن گزار دیئے اور وہیں اپنے بزرگوں یعنی امیر صدر الدین محمد اور امیر غیاث الدین منصور کے پہلو میں دفن ہوئے۔ مشہور شاعر حزیں جس نے ان سے اصفہان میں ملاقات کی۔ ان کی بڑی تعریف کرتا ہے۔ وہ عربی اور فارسی کے بڑے شاعر تھے۔ اور نثر میں دوسری تصانیف کے علاوہ انہوں نے اپنے زمانے کے ادیبوں کا ایک بیش قیمت تذکرہ سلافتہ العصر فی محاسن اعیان العصر کے نام سے عربی میں لکھا۔

مرشد آباد:

شمالی ہندوستان میں پہلا اہم شیعہ ثقافتی مرکز مرشد آباد تھا۔ اس کا نام مخصوص آباد تھا، لیکن جب مرشد قلی خاں دیوانِ بنگالہ نے ۱۷۰۴ء میں شہزادہ عظیم الشان ناظم بنگالہ سے چپقلش کی بنا پر صوبائی دارالحکومت ڈھاکہ کو خیر باد کہا اور نئے مقام میں ٹکسال اور دفاتر قائم کر کے اسے دیوانی کا صدر مقام بنایا تو اس کا نام بھی اپنے نام پر مرشد آباد رکھا۔ بعد میں وہ ناظم بنگالہ بھی ہو گیا اور بہار واڑیسہ بھی اس کے تحت دے دیا گیا اور اس طرح یہ شہر بنگال، بہار، اڑیسہ کی نیم مختار حکومت کا دارالسلطنت ہو گیا۔ ڈھاکہ، عظیم آباد اور ہگلی اس کے تابع تھے۔ افسوس کہ مرشد آباد کی ثقافتی تاریخ نہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لکھی گئی۔اس موضوع کی اپنی دلچسپی بھی بہت ہے۔

اس کے علاوہ مرشد آباد شمالی ہندوستان اور مشرقی بنگال (ڈھاکہ) کے درمیان ایک ثقافتی سنگم تھا اور مشرقی پاکستان کی ثقافتی تاریخ اس کے مطالعہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ پھر لکھنؤ کے فروغ سے پہلے، جب دہلی، نادری اور درانی حملوں میں برباد ہوئی تو اہل علم کے لیے بڑی جائے پناہ مرشد آباد تھا۔مثلاً مشہور شاعر سوزؔ، میر دردؔ کے صاحبزادے المؔ، فدویؔ دہلوی، شاہ رکن الدین عشقؔ، اشرف علی خاں فغاںؔ، شاہ قدرت اللہ خاں قدرتؔ اس سلسلے میں دہلی سے مرشد آباد پہنچے۔ ان میں سے کچھ تو حالات سدھرنے پر دہلی واپس چلے گئے۔بعض نے عظیم آباد کو ترجیح دی، لیکن شاہ قدرت اللہ کی وفات مرشد آباد میں ہوئی۔

۱۷۹۱ء میں مشہور شاعر انشاؔ کا خاندان بھی زوالِ دہلی کے زمانے میں وہاں گیا اور انشاؔ خود مرشد آباد میں پیدا ہوئے۔ وہ بعد ازاں دہلی واپس چلے گئے لیکن ان کی شاعری اور شخصیت میں کئی عناصر ایسے ہیں، جن میں مرشد آباد کا اثر صاف نظر آتا ہے۔

ہماری تہذیبی تاریخ میں مرشد آباد کا ایک خاص مقام ہے، لیکن شیعیت کی تاریخ میں مرشد آباد، اور اس کے ثقافتی جانشین عظیم آباد کی اہمیت اس سے بھی زیادہ ہے۔ بدقسمتی سے اب نظامت بنگالہ کی مذہبی تاریخ کے متعلق مواد دستیاب نہیں ہوتا۔ فقط سیر المتاخرین میں غلام حسین خاں طباطبائی نے علی ویردی خاں کی وفات کے سلسلے میں چند شیعہ علماء و مشائخ کے نام گنائے ہیں اور تذکرہ گلشن ہند میں اس علاقے کے اردو شعرا کے نام ملتے ہیں۔

سیر المتاخرین میں بعض اہم نام مصنف کے اپنے خاندان کے ہیں۔ مثلاً اس کے دادا سید علیم اللہ طباطبائی جو ۱۷۳۲ء میں عظیم آباد آئے اور ۱۷۴۳ء میں وہاں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وفات پا گئے۔ ان کے حالات اور کرامات پر غلام حسین خاں نے ایک علیحدہ مثنوی بشارت الامت کے نام سے لکھی ہے۔ شاہ حیدری اس کی حقیقی دادی کے چچا تھے۔ ''در تشیع نہایت مجاہر و بے باک'' وہ بھاگلپور میں مقیم تھے۔ جب یہاں پر ایک رئیس محمد غوث خاں سخت بیمار پڑے۔ شاہ حیدری ان کے پاس پہنچے اور کہا کہ

''تم شیعہ ہونے کا وعدہ کرو میں تمہاری شفا کا ذمہ لیتا ہوں''۔

انہوں نے قبول کیا۔ اتفاق سے وہ اچھے ہو گئے اور تمام عمر شاہ حیدری کے حلقہ بگوش رہے۔ بعض علما باہر سے آئے تھے اور بعض نے یہاں سے ایران جا کر تعلیم حاصل کی۔ مثلاً شیخ محمد حسن جو (مشہور شاعر حزیںؔ کی طرح) ایران پر افغانوں کے غلبے کے بعد ہندوستان آئے۔ میر قاسم ناظم بنگالہ نے انہیں عظیم آباد میں زمین عطا کی۔ جہاں ان کا مزار ہے۔ سب سے بزرگ و با اثر علامہ سید محمد علی تھے۔ جن کی پیدائش دکن میں ہوئی، لیکن تعلیم ایران کے علمائے کبار سے حاصل کی۔ حج کے لیے مکہ معظّمہ جا رہے تھے کہ جہاز طوفان میں تباہ ہو گیا اور یہ سندھ کے کنارے پر پہنچے۔ وہاں سے احمد آباد، سورت، اورنگ آباد، ہگلی، لکھنؤ، عظیم آباد ہوتے ہوئے پھر حج کو گئے اور حج اور زیارتوں کے بعد مرشد آباد پہنچے۔

سراج الدولہ نے ان کی قدر نہ کی بلکہ مکان سے نکال دیا۔ لیکن علی ویردی خان ان کا بڑا مداح و معتقد تھا۔ اس کے چچا حاجی احمد کا ایک بیٹا سراج الدولہ کی مخالفت کی پروا نہ کرتے ہوئے برہنہ پا ان کی خدمت میں پہنچا اور دریا کے کنارے ایک مکان ان کی اقامت کے لیے نذر کیا۔ سید محمد علی نے یہاں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا۔ انہوں نے عربی اور فارسی میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ مقفی عربی میں، قدیم محققین و عرفا کے طریقے پر حضرت پنجتن پاک کے حالات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لکھے۔ اور ملا محسن کاشی کی علم فقہ کی دو کتابوں کی عربی اور فارسی شرح لکھی۔ علم نحو میں بھی ایک نامکمل فارسی رسالہ لکھا اور اخوان الصفا کے کئی نسخے جمع کر کے تحقیق و مقابلہ کے بعد ایک صحیح نسخہ مرتب کیا۔

سیر المتاخرین کا مصنف ۱۷۸۰ء میں عظیم آباد سے کلکتے جاتے ہوئے مرشد آباد ٹھہرا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ

''مرشد آباد کے بیشتر اکابر سید محمد علی کی خدمت میں حاضر ہوکر مستفید ہوتے تھے''

جن مقامی علما نے ایران میں تعلیم حاصل کر کے امتیاز حاصل کیا۔ ان میں شیخ پورہ (بہار) کے مولوی نصیر اور ان کے صاحبزادے تھے۔ جس زمانے میں امیر الامرا شائستہ خاں حاکم بنگالہ تھے، اس وقت یہاں ایران سے اخوند ملا شاہ محمد شیرازی تشریف لائے، لیکن جلد واپس چلے گئے۔

مولوی نصیر تحصیل علم کے لیے ان کے ساتھ ایران روانہ ہوئے، اور ان کی سواری کے ساتھ پا پیادہ چل کر ہر روز سبق حاصل کرتے۔ ایران میں وہ چوٹی کے علما کی خدمت میں پہنچے اور فقہ واحادیث اور علوم دنیوی، بالخصوص ہیئت، ہندسہ اور حساب میں امتیاز حاصل کیا۔ ایران میں ان کی بڑی عزت تھی، لیکن وہ ہندوستان واپس آئے اور عظیم آباد میں مقیم ہو گئے۔ ان کے بیٹے داؤد علی خان ان سے تعلیم حاصل کر کے ان کے جانشین ہوئے۔ کچھ دیر بعد زیارتوں کے لیے گئے اور اس میں اتنا شغف حاصل کیا کہ ان کا لقب ہی زائر حسین خاں ہو گیا۔ ان کے صاحبزادے محمد حسن خان ہوئے۔ مرشد آباد میں ایک قابل ذکر ہستی قاضی غلام مظفر کی تھی، جنہیں علی ویردی خاں نے اپنا داروغہ عدالت مقرر کیا تھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''مرد خوش تقریر با کثر فنونِ علمی ماہر و در نظم و نثر سلیقۂ لائق داشت''۔

شاہانِ اسلام کا عام دستور رہا ہے کہ خواہ دلی لگاؤ کی خاطر، خواہ عوام میں اپنی علم نوازی کا سکہ بٹھانے کے لیے علماء سے خاص امتیاز کرتے۔ بلبن، بایں ہمہ طنطنہ وتکبر پورے کوکبۂ شاہی کے ساتھ برگزیدہ علماء کے گھر جاتا۔ علماء کو تمام شاہی دعوتوں میں بلانے اور ان سے علمی اختلاط کے لیے وقت نکالنے کا رواج تو عام تھا۔ مرشد آباد میں بھی اس پر عمل درآمد تھا۔ علی ویردی خاں کے مصروف نظام اوقات میں علمی مجالس کے لیے بھی وقت تھا۔ جب وہ عصر کی نماز سے فارغ ہوتا تو علمی اور دینی مجلس برپا ہوتی۔

''افاضل وابرار مثل سید الافاضل میر محمد علی فاضل ادام اللہ عزہ وتقی قلی خاں وحکیم ہادی خاں ومرزا محمد حسین صفوی وفاضلے دیگر ملتانی''۔ (جس کا نام مؤلف میر المتاخرین کو یاد نہیں رہا) دیوان خانے میں تشریف لاتے۔ سید محمد علی کا اس محل میں جو احترام ہوتا، وہ دیکھنے کی چیز ہے۔ دیوان خانے میں ناظم کی مسند کے بالمقابل ان کے لیے مستقل مسند رکھی تھی، جس پر ایک بڑا تکیہ پڑا رہتا۔ جب وہ باہر کے دروازے میں داخل ہوتے اور چبوترے پر قدم رکھتے۔ علی ویردی خاں اپنی مسند پر کھڑا ہو جاتا اور جب وہ چبوترے اور صحن کا فاصلہ طے کر کے وسیع ایوانِ عمارت میں داخل ہوتے تو بُعد وفاصلہ کے باوجود علی ویردی خاں مسند سے اتر کر ان کو باادب سلام کرتا۔ وہ جواب دیتے اور اپنی مسند معینہ پر جا بیٹھتے۔ اس وقت علی ویردی خاں اپنے پہلو سے ایک تکیہ کو چک ان کی خدمت میں پیش کرتا۔ پھر علماء کے لیے حقے لائے جاتے اور قہوے کا دور شروع ہوتا۔ علی ویردی خاں حقہ نہیں پیتا تھا، لیکن قہوے میں شریک ہوتا۔

ابتدائی مراسم ختم ہو جاتے تو فاضل ملتانی کے سامنے تکیہ دھرا جاتا۔ جس پر امامیہ مذہب کی ایک نہایت اہم کتاب رکھی جاتی۔ وہ اس میں سے چند اجزا پڑھتے،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جن کی تشریح وتفہیم سید محمد علی کرتے۔ پھر علمی اور دینی مسائل پر گفتگو ہوتی۔ دو گھنٹے تک یہ مجلس قائم رہتی۔ پھر سید محمد علی رخصت ہوتے اور اسی احترام ومراسم کے ساتھ جن سے ان کا خیر مقدم ہوا تھا، علی ویردی خاں انہیں خیر باد کہتا۔ آہستہ آہستہ دوسرے علماء تشریف لے جاتے اور یہ مجلس ختم ہوتی۔

مرشد آباد کے تمدن میں فقط خوبیاں اور نیکیاں ہی نہ تھیں۔ جو باتیں دَورِ زوال میں قائم شدہ اکثر شخصی ریاستوں میں عام تھیں، مرشد آباد ان سے مستثنیٰ نہ تھا، لیکن مرشد قلی خاں جو ۱۷۲۷ء تک برسراقتدار رہا اور علی ویردی خاں جو ۱۷۴۰ء سے ۱۷۵۶ء تک ناظم تھا، دو بڑے قابل اور منتظم حاکم تھے اور انہوں نے مرشد آباد کو ایک اہم سیاسی اور ثقافتی مرکز بنا دیا تھا۔

عظیم آباد:

مرشد آباد کے ساتھ ساتھ عظیم آباد کا ذکر بھی واجب ہے جو ۱۷۳۱ء میں مرشد آباد کے تابع آ گیا۔ لیکن اپنے محل وقوع (اور مرشد آباد کے تیز سیاسی زوال) کی وجہ سے زیادہ اہم اور پائیدار ثقافتی مرکز ثابت ہوا۔ اس کی اہمیت اس وقت شروع ہوئی۔ جب ۱۷۰۲ء میں شہزادہ عظیم الشان حاکم بنگالہ نے ڈھاکہ کی جگہ پٹنہ کو اپنا صدر مقام چنا۔ کئی عمارتوں اور محلوں کا اضافہ کیا اور شہر کا نام اپنے نام پر عظیم آباد رکھا۔ بعد میں ناظم بنگالہ کا دارالحکومت مرشد آباد ہوا، لیکن بہار کا ناظم یا نائب ناظم عظیم آباد میں رہتا تھا اور شہر کا ثقافتی تسلسل برقرار رہا۔ مرشد آباد کے اثر سے یہاں کئی اہم شیعہ خاندان آباد ہوئے اور اب بھی موجود ہیں۔

لیکن اس معاملے میں یہاں کیفیت مرشد آباد سے کسی قدر مختلف رہی اور یہ محض اتفاق نہیں کہ نادری حملہ کے بعد جب دہلی کے شاعر اور ادیب منتشر ہوئے تو مظہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جانجاناںؒ کے اکثر نامور تلامذہ و مرید جن میں سے بعض مثلاً ہیبت قلی خاں حسرتؔ، میر محمد باقر حزیںؔ، محمد فقیہ دردؔمند اساتذہ فن میں شمار ہونے کے لائق ہیں۔ مرشد آباد نہیں گئے، عظیم آباد آئے۔

عظیم آباد کی ثقافتی تاریخ لکھنا یہاں ممکن نہیں۔ صرف چند اہم ناموں کو گنایا جا سکتا ہے۔ شاید اِن میں سرفہرست سیر المتاخرین کے مصنف غلام حسین خاں طباطبائی کا نام ہے، ان کے والد علی ویردی خاں کے قرابتدار تھے اور کچھ دنوں عظیم آباد میں صوبیدار رہے، لیکن بیٹے کا اصل طرہ افتخار سیر المتاخرین کی تصنیف ہے۔ اس میں کئی فنی نقص ہیں۔ مصنف کا تعصب مذہبی تو صاف ظاہر ہے۔ لیکن مغلوں کے عہد زوال کی اس سے زیادہ مکمل تاریخ کوئی نہیں۔ مصنف کی معلومات وسیع تھیں اور نگہ غائر اور نئی ایسٹ انڈیا کمپنی کے کاموں اور اصولوں پر انہوں نے جس جرأت اور معاملہ فہمی سے تبصرہ کیا ہے، وہ اسلامی ہندوستان کے سیاسی ادب میں (سرسید کے اسباب غدر کی طرح) ایک معرکے کی چیز ہے۔ انہوں نے اپنے دادا شاہ علیم اللہ دہلوی کے حالات میں ایک مثنوی بشارت الامت اور مثنوی مولانا روم کی ایک شرح بھی لکھی۔

جو مرتبہ طباطبائی کا سیاسی تاریخ نگاری میں ہے، قریب قریب وہی رتبہ نواب علی ابراہیم خاں کا ادبی تاریخ میں ہے۔ ان کے ادبی اور سیاسی کارناموں کا ابھی صحیح جائزہ نہیں لیا گیا۔ لیکن وہ ایک غیر معمولی شخصیت اور مستعدی کے انسان تھے۔ وہ عظیم آباد کے قریب شیخ پورہ میں پیدا ہوئے۔ مرشد آباد میں نشو ونما پائی۔ وہ ایک زمانے میں عظیم آباد کے نائب ناظم ہو گئے اور میر قاسم کے وزیر باتدبیر اس زمانے میں تھے، جب وہ انگریزوں سے برسر پرخاش تھا۔ اس کے باوجود انگریز اِن کی قابلیت کے معترف تھے۔ آخر میں وہ مرشد آباد میں خانہ نشین ہو گئے تھے۔ ①

① تذکرہ مسرت افزا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن ۱۷۸۱ء میں جب وارن ہسٹینگز کلکتہ سے مغرب کی طرف تسخیر ممالک کے لیے چلا تو راستے میں مرشد آباد سے نواب علی ابراہیم خاں کو ''بصد اعزاز واکرام'' اپنے ساتھ لیا اور جب راجا چیت سنگھ والیِ بنارس کو برطرف کیا تو نواب ابراہیم کو عدالت دیوانی ضلع بنارس کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا۔ لارڈ کارنوالس کے عہد میں وہ وہاں کے گورنر بھی رہے۔ قیام بنارس کے دوران میں انہوں نے ادبی اور سیاسی تاریخ نگاری کی طرف توجہ کی۔ ان کی مشہور ترین تصنیف اردو شعرا کا تذکرہ گلزارِ ابراہیم ہے، جس کا اردو ترجمہ ''گلشن ہند'' انجمن ترقی اردو نے شائع کیا ہے۔ اس کا زیادہ حصہ مرشد آباد میں لکھا گیا۔

مرشد آباد اور عظیم آباد کی ادبی تاریخ جاننے کے لیے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ فارسی شعرا کا تذکرہ ''صحف ابراہیم'' انہی خوبیوں کا مخزن ہے جو اردو تذکرے کا مابہ الامتیاز ہیں۔ لیکن یہ زیور طبع سے محروم ہے۔ ''خلاصۃ الکلام'' مثنوی نگار فارسی شعرا کا تذکرہ ہے۔ ان کے علاوہ کئی تاریخی کتب اور ''خطوط'' ان کے یادگار ہیں۔ ۱۷۹۳ء میں بمقام بنارس وفات پائی۔ ''نواب کی ڈیوڑھی'' کے نام سے ایک محلہ اب تک ان کے نام سے وہاں آباد ہے۔

اٹھارہویں صدی میں عظیم آباد کی ایک اور قابل ذکر خصوصیت یہاں کے بعض ہندو کائستھ رؤسا کا فروغ ہے، جنہوں نے اردو ادب کی سرپرستی کی۔ مثلاً مہاراجہ شتاب رائے جو عظیم آباد کے نائب صوبہ اور مرشد آباد کے نائب دیوان تھے۔ ان کے دربار سے اشرف علی خاں فغاںؔ جیسے شاعر وابستہ تھے۔ بڑے انقلابوں کے بعد ۱۷۷۵ء میں وفات پائی۔ ان کے بیٹے مہاراجہ کلیان رائے عاشقؔ بھی صاحب دیوان شاعر تھے۔ ان سے پہلے میر جعفر کے زمانے میں مہاراجہ رام نائن موزوںؔ عظیم آباد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں ناظم تھے۔ وہ فارسی میں حزیںؔ کے شاگرد تھے اور اردو میں بھی صاف خوشگوار شعر کہتے تھے۔ میر قاسم نے انہیں معزول کر کے ۱۷۶۳ء میں گنگا میں غرق کر دیا۔

عظیم آباد کی دوسری ادبی ہستیوں میں راسخ تھے، جنہیں بہار کا میرؔ کہا جاتا ہے۔ ۱۸۲۵ء میں وفات پائی۔ ان کے ہمعصر بلکہ پیشرو شاہ رکن تھے۔ انیسویں صدی کی قابل ذکر ہستیوں میں شاہ الفت حسین فریادؔ تھے، جو ۱۸۰۴ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۸۱ء میں وفات پا گئے۔ ۱۸۳۸ء میں وہ مرشد آباد چلے گئے۔ اور مرشد زادوں کے اتالیق مقرر ہوئے۔ چار سال بعد وہ ناظم مرشد آباد کی طرف سے سفیر ہو کر کلکتے گئے اور ۱۸۷۴ء تک وہیں رہے۔ ان بتیس سالوں میں وہ سولہ برس تک عہدہ سفارت پر مامور رہے۔ بعد میں استعفیٰ دے دیا، لیکن کلکتے میں علمی اور ادبی زندگی میں ان کا بڑا مقام تھا۔ انہوں نے فارسی زبان میں کئی اخبارات مثلاً ''آئینہ گیتی'' نما نکالے۔ اکابر کلکتہ ان کا بڑا ادب کرتے تھے، بلکہ اکثر (مثلاً خان بہادر عبداللطیف بانی محمڈن لٹریری ایسوسی ایشن۔ عبیدی سہروردی۔ مولانا عبدالرؤف وحید) آپ کے شاگرد تھے۔ آپ کی مفصل سوانح عمری (حیات فریاد) آپ کے فخر استاد شاگرد جناب شاد عظیم آبادی نے اپنی وفات سے ایک سال پہلے ۱۹۲۶ء میں مکمل کی۔ فی الحقیقت یہ کتاب عظیم آباد، مرشد آباد، کلکتہ کی علمی اور ادبی زندگی کا مرقع ہے۔ شادؔ خود متعدد تاریخی اور ادبی کتب کے مصنف اور ایک قادر الکلام شاعر تھے۔

انیسویں صدی میں بہار کے جن بزرگوں نے نام پایا، ان میں صفیرؔ بلگرامی تھے، جو آگرے میں بس گئے تھے اور دوسری کتب کے علاوہ جلوۂ خضر کے مؤلف تھے۔ ان کے علاوہ فردؔ، میر وزیر علی عبرتیؔ، شاہ فرزند علی صوفیؔ، سید شاہ امین احمد فردوسی شوقؔ، آغا حسین قلی عاشقیؔ مؤلف تذکرہ نشتر عشق بھی قابل یاد ہیں، لیکن شاید

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہار کا اس صدی کا سب سے اہم ثقافتی کارنامہ ''بانکے پور لائبریری'' کا قیام ہے۔ جس کا آغاز خان بہادر مولوی خدا بخش کے والد نے کیا تھا، لیکن جسے انہوں نے بے انتہا وسعت دے کر اسلامی دنیا کا ایک اہم کتب خانہ قائم کر دیا۔ اور ۱۸۹۰ء میں اسے وقف کیا۔

اسی صدی میں عظیم آباد کے محلہ صادق پورہ نے شہرت پائی جو مولانا سید احمد شہید بریلوی رحمہ اللہ کے سفر عظیم آباد ۱۸۲۱ء کے بعد دینی اور علمی سرگرمیوں کا بڑا مرکز ہو گیا تھا۔ علمی حیثیت سے اس مرکز کے نمائندے حکیم مولانا عبدالحمید پریشاںؔ تھے، جن کے والد ماجد مولانا احمد اللہ صاحب کو ۱۸۶۵ء میں حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ملی تھی۔ حکیم صاحب کا علمی فیض ان کے نواسہ ڈاکٹر عظیم الدین عظیم نے جاری رکھا، جن کے بیٹے ڈاکٹر کلیم الدین احمد اردو تنقیدی حلقوں میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لکھنو کے اکابر شیعہ علماء

شمالی ہندوستان میں شیعیت کا سب سے اہم مرکز لکھنؤ ہے۔ وہاں کی ادبی اور ثقافتی تاریخ پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ شیعہ علماء پر بھی مستقل کتابیں ممتاز لکھنوی اہل قلم نے لکھی ہیں، لیکن ان کی زیادہ شہرت نہیں ہوئی۔ اور شیعہ علماء کے حالات سے عام طور پر بے خبری ہے۔

مجتہد العصر مولانا دلدار علی صاحب:

شیعہ علماء میں سب سے اہم مولانا سید دلدار علی صاحب تھے۔ وہ ہندوستان کے پہلے مجتہد تسلیم کیے جاتے ہیں اور نجوم السماء میں لکھا ہے کہ

> ''ان علاقوں میں جو کوئی شیعہ مذہب کا چرچا ہے وہ ان کی بدولت ہے
> (''وآنچہ دریں دیار قدرے از دین واسلام است ۔ ہمہ از برکاتِ
> آنجناب غفران مآب است'')

انہوں نے پہلی مرتبہ شمالی ہند میں شیعہ جماعت کی مذہبی تنظیم کی۔ ان کی علیحدہ نماز جمعہ اور باجماعت نماز کا سلسلہ شروع کیا اور اشاعت وترویج شیعیت پر پوری توجہ کی۔ وہ نصیر آباد میں ۱۷۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ ہندوستان کے فضلا سے علوم عقلیہ حاصل کرنے کے بعد وہ عراق تشریف لے گئے اور تکمیل تعلیم کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف میں جو مشہور اساتذہ تھے ان کی خدمت میں پہنچے اور ''فقہ وحدیث واصول'' کی تعلیم حاصل کی۔ پھر مشہد گئے اور وہاں کے بزرگوں سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فیض حاصل کیا۔ ہندوستان واپس آ کر اہل وعیال کو لکھنؤ بلا لیا اور یہیں اپنے آپ کو تصنیف وتالیف اور اشاعت وتنظیم شیعیت کے لیے وقف کر دیا۔

اس زمانے میں فیض آباد میں (جو لکھنؤ کے فروغ سے پہلے کچھ عرصہ تک اودھ کا دارالحکومت رہا) ملا محمد علی کشمیری کا بڑا شہرہ تھا۔ وہ ملا عبدالحکیم کشمیری کے شاگرد تھے اور کشمیر سے آ کر فیض آباد میں مقیم ہو گئے تھے۔ ان کی زیادہ توجہ علم فقہ پر تھی۔ انہوں نے فضیلت نماز جماعت پر ایک رسالہ لکھا، جس میں نواب آصف الدولہ کی توجہ اس طرف دلائی کہ اس کے ملک میں مولانا سید دلدار علی جیسا دیندار اور مجتہدین کربلا ومشہد کا مانا ہوا عالم موجود ہے، جو پیش نماز ہونے کے ہر طرح لائق ہے۔ اگر نواب نمازِ پنجگانہ اس کے پیچھے پڑھیں تو ہر جگہ نماز باجماعت کا رواج ہو جائے گا۔ نواب نے ملا محمد علی کشمیری کا یہ مشورہ قبول کیا اور مولانا دلدار علی کو نمازِ جماعت میں پیش امام بننے پر آمادہ کر لیا اور اودھ میں ایک نئی مذہبی زندگی کا آغاز ہوا۔

مولانا دلدار علی کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ مثلاً مراۃ العقول (ملقب بہ عماد اسلام) جو پانچ ضخیم جلدوں میں لکھی گئی۔ پہلی جلد مباحث توحید کے متعلق، دوسری مباحث عدل اور متعلقہ مسائل کے بیان میں۔ تیسری نبوت، چوتھی امامت اور پانچویں معادِ جسمانی وروحانی کے متعلق تھی۔

نجوم السماء میں لکھا ہے:

''الحق کتابیست کہ گوش فلک نظیرش نشنیدہ وچشم روزکار عدیلش ندیدہ''

''اساس الاصول'' بھی اسی طرح کی ایک ٹھوس کتاب ہے۔ ان دو کے علاوہ آپ نے چھ کتابیں اور رسالے شاہ عبدالعزیز دہلوی کی ''تحفہ اثنا عشریہ'' کے مختلف ابواب وبیانات کی تردید میں لکھیں۔ تصوف کے مخالف تھے۔ شہاب ثاقب میں آپ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے ''مذاہب مبتدعہ صوفیہ'' پر نکتہ چینی کی ہے اور ان مشہور صوفیہ کی تردید کی، جو وحدت الوجود کے قائل تھے۔ اس مستقل کتاب کے علاوہ آپ نے مولوی محمد سمیع صوفی کے جواب میں ایک رسالہ لکھا۔ جس میں تصوف کا بطلان کیا ہے اور شیعہ علما کو اس سے پاک ثابت کیا ہے۔ ان کے علاوہ کئی رسالے فقہی مسائل کے متعلق تھے۔ مثلاً ''رسالہ ذہبیہ'' جو ظروف ذہبی کے احکام کے متعلق ہے۔ ''رسالہ ارضئین'' جس میں املاک واراضی اور ان معاملات کے جو کفارِ ہند وغیرہ سے پیش آتے ہیں۔ مسائل بیان ہوئے ہیں وغیرہ۔ مولانا دلدار علی نے ۴ مئی ۱۸۲۰ء میں وفات پائی۔ مزار لکھنؤ میں ہے۔

سلطان العلماء سید محمد صاحب مجتہد العصر:

مولانا دلدار علی صاحب کے کام کی اہمیت صرف ان کی تصانیف اور ذاتی تنظیمی کوششوں میں نہیں، بلکہ ان کے تلامذہ اور فرزندوں نے ان کا کام جاری رکھا اور اس کی بنیادیں گہری اور پختہ کر دیں۔ ان کے مشہور تلامذہ میں سے مفتی سید محمد قلی خاں کنتوری۔ مرزا محمد خلیل زائر۔ سید احمد علی الحمد آبادی اور میر مرتضیٰ کے نام لیے جاتے ہیں۔ مولوی یاد علی نے جو آپ کے چچیرے بھائی اور شاگرد تھے، کلام مجید کی فارسی تفسیر شیعہ نقطہ نظر سے لکھی، لیکن آپ کا اصل فیض آپ کے فرزندوں نے جاری رکھا۔ ان میں سب سے بڑے اور والد کے جانشین اور وصی سلطان العلماء مولانا سید محمد تھے۔

''مرجع خلائق در ریاست دینی و دنیوی بود''۔

شاہان اودھ کے عہد میں ان کا وہی مرتبہ تھا جو بعض سنی ممالک میں شیخ الاسلام کا ہوتا ہے۔ شاہانِ اودھ کی رسم تاجپوشی کے وقت سلطان العلماء ہی ان کے سر پر تاج رکھتے۔ مملکت کے تمام شرعی اور مذہبی امور آپ کی رائے سے طے پاتے۔ محکمہ افتاء آپ کے سپرد تھا اور آپ کی سفارش پر ہی مفتی اور اس محکمہ کے دوسرے ملازم مقرر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوتے۔ آپ کے مشورے سے ایک مدرسہ شاہی قائم کیا گیا۔ بادشاہ آپ کی رائے کا بڑا پاس کرتے اور وہ اپنا اثر ورسوخ شیعہ ضرورت مندوں کی حاجت پوری کرنے اور شیعہ مذہب کی اشاعت وتقویت کے لیے استعمال کرتے۔

غالبؔ کے فارسی خطوط پڑھنے والے جانتے ہیں کہ اسے شاہانِ اودھ سے عطیہ اس وقت وصول ہوا، جب اس نے سلطان العلماء کو اپنا ذریعہ وواسطہ بنایا۔ اور جب بہادر شاہ نے غالبؔ سے ایک فارسی مثنوی لکھوا کر اپنی شیعیت کی تردید کرائی تو غالبؔ کو ''مجتہد العصر سلطان العلماء سید محمد صاحب'' کے سامنے اس کے لیے جواب دہ ہونا پڑا۔ اس خاندان کے ساتھ غالبؔ کے خاص مراسم تھے۔ جب سلطان العلماء کے بھائی سید العلماء سید حسین نے وفات پائی تو غالبؔ نے ایک بڑا پُر درد مرثیہ لکھا۔

گشت داغِ غم حسین علی
تازہ در ماتم حسین علی

جس دبدبے اور اخلاقی جرأت کے انسان سلطان العلماء تھے، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب چند روز کی راست روی کے بعد واجد علی شاہ عیش وعشرت میں منہمک ہوگیا تو مجتہد العصر نے اپنے عہدے سے استعفیٰ پیش کیا، لیکن واجد علی شاہ نے اصرار کیا کہ یا تو خود یہ فرائض بجالائیں یا اپنے خاندان سے کسی دوسرے کو نامزد کریں اور فرقہ امامیہ کی ضروریات کی طرف توجہ دلائی تو مجتہد العصر کو استعفیٰ واپس لینا پڑا۔

(۱۸۴۸ء) ہنومان گڑھی کے واقعہ پر بھی آپ نے مولوی فضل حق خیر آبادی اور مولوی سعد اللہ سے زیادہ جرأت ایمانی کا ثبوت دیا اور لکھا:

''قصاص مسلمانان از کافراں وقصاص کلام اللہ وبنا نہادن مسجد بر حکام وقت بہ تجویز حاکم شرع واجب است''①

① تاریخ اودھ حصہ پنجم ص ۲۲۲ وص ۲۳۶.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شاہانِ اودھ (بالخصوص امجد علی شاہ اور واجد علی شاہ) کے زمانے میں سلطان العلماء کو جو اقتدار حاصل تھا۔ وہ ان کے والد بزرگوار کے حصے میں بھی نہ آیا، لیکن ان کے حصے میں تلخ لمحے بھی زیادہ تھے۔ اودھ کی حکومت کا خاتمہ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہوا اور جنگ آزادی کے بعد جب لکھنؤ پر دوبارہ انگریزی قبضہ ہوا۔ تو آپ کو لکھنؤ سے ہجرت کر کے قریب کے ایک قصبہ میں پناہ لینی پڑی اور اپنے خاندان اور عیال و اطفال کے ساتھ تشویش اور پریشانی کا ایک پر آشوب زمانہ دیکھنا پڑا۔

آپ کی وفات ۲۴ جولائی ۱۸۶۷ء کو ہوئی اور اپنے خاندانی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ تحفہ اثنا عشریہ کے ایک حصہ (باب امامت) کا بھی آپ نے جواب لکھا جو نظر ثانی نہ ہو سکنے کے باعث شائع نہ ہوا۔ لیکن ایک رسالہ اس کتاب کے بعض اندراجات کی تردید میں عام طور پر ملتا ہے۔ ایک رسالہ فوائد نصیریہ کے نام سے آپ نے احکامِ زکوٰۃ خمس کے متعلق لکھا اور غالباً آپ کے اثر سے ہی شاہانِ اودھ میں پہلی مرتبہ امجد علی شاہ نے باقاعدہ زکوٰۃ دینی شروع کی جو تین لاکھ سالانہ کے قریب تھی اور آپ کی نگرانی میں محتاجوں اور مستحقوں کو نصیب ہوتی۔

آپ کے جانشین آپ کے صاحبزادے سید ابوالحسن ہوئے، جنہیں واجد علی شاہ نے مٹیابرج کے قیام کے دوران میں ملاذ العلماء اور حکومت انگلشیہ نے شمس العلماء کا خطاب دیا۔

سید دلدار علی صاحب کے دوسرے بیٹے بھی علم و فضل میں ممتاز تھے۔ سید علی ۱۷۸۶ء میں پیدا ہوئے اور عراق میں تعلیم پائی اور تصنیف و تالیف اور تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ انہوں نے کئی مباحثوں اور مناظروں میں حصہ لیا اور واقعہ فدک،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

متعہ، جواز، تعزیہ داری کے متعلق رسائل لکھے۔ لیکن ان کا اہم ترین کام کلام مجید کی اردو زبان میں تفسیر ہے جو دو جلدوں میں مکمل ہوئی اور امامیہ نقطہ نظر کی ترجمان ہے۔

تفسیر کی تکمیل کے بعد وہ اپنے بعض دوستوں کے ساتھ زیارتوں کے لیے عراق کی طرف روانہ ہوئے اور اس سفر کے دوران میں ۱۸۴۱ء میں کربلائے معلیٰ میں وفات پا گئے۔ ایک اور صاحبزادے سید حسن تھے۔ انہوں نے اصول دین پر دوسری کتب کے علاوہ اردو زبان میں ایک مبسوط کتاب لکھی۔ ان کی وفات ۱۸۴۴ء میں بمقام لکھنؤ ہوئی۔ پانچویں صاحبزادے سید مہدی تھے۔ وہ تئیس برس کی عمر میں اپنے والد کی زندگی ہی میں وفات پا گئے۔ مولانا دلدار علی کو اس ہونہار بیٹے کی جوان مرگی کا بڑا رنج ہوا، جس کا اظہار انہوں نے ایک کتاب ''مسکن القلوب'' میں کیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لکھنوی شیعیت کی خصوصیات

مولانا سید دلدار علی اور ان کے خاندان کی شمالی ہندوستان میں اثنا عشری خیالات کی تنظیم و اشاعت میں قریب قریب وہی حیثیت ہے جو عام مسلمانوں میں شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کی ہے۔ لیکن تصوف کی جس طرح مولانا نے مخالفت کی۔ اس سے کئی شیعہ اہل الرائے متفق نہیں۔ مثلاً حیاتِ فریاد میں سید علی محمد شاد، صفوی بادشاہوں کی ان کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے جو سیاسی اور دوسری مصلحتوں کی بنا پر انہوں نے تصوف کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینے کے لیے کیں، لکھتے ہیں:

''اس شیعہ گروہ علمائے ریاضت، متصوفین بادین و دیانت کے مٹا ڈالنے اور ان کی جڑ بنیاد کھود ڈالنے کے لیے ایک زمانہ میں جبکہ شاہ سلطان حسین صفوی بادشاہ ایران تھا اور جناب علامہ مجلسی قاضی القضاۃ تھے، بارہ سو فاضل صرف اس امر کی تحقیق میں سرگرم تھے کہ دریافت کریں کہ کون الٰہیات وریاضیات میں مشغول ہے تاکہ اس کی تردید کریں۔ علمائے ظاہر وشریعت محض کا نہایت سختی سے برتاؤ تھا۔ طہارت جسمانی کے آگے طہارت باطن کا دھیان اور خیال تک نہ رہا تھا۔ ان باتوں کی طرف متوجہ تھے کہ یوں ہاتھ کو غوطہ دو اور یوں پاؤں کا مسح کرو۔ اور اس قسم کے بیانوں میں بال کی کھال کھینچی جاتی، اصل جڑ طہارتِ باطن وصفائی قلب کے خیال کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ ہندوستان کی شیعہ جماعت تو تابع اور شاگرد علمائے عراق وایران کے ہے۔ یہی حالت ہندوستان بھر کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شیعوں کی ہوگئی کہ باطنیت کا کہیں نام تک نہیں رہا۔ بقول جناب آقا احمد مجتہد بیہانی کے شاخ کو پکڑ لیا۔ اور جڑ کھود ڈالی۔ جس زمانے میں جناب غفران مآب مولانا سید دلدار علی مغفور تحصیل علوم دینی کے لیے عراق تشریف لے گئے تھے تو علمائے باطن میں سے ایک بھی عراق وایران میں نہ تھا اور اگر کوئی ہوگا تو بالکل پوشیدہ پہاڑوں میں چھپا ہوگا۔ حضرت غفران مآب جو سبق وہاں سے پڑھ آئے تھے، یہاں کے شیعوں نے طوطوں اور میناؤں کی طرح رٹنے شروع کیے۔ پھر انیسؔ مرحوم کے اس مصرعہ کو ''جس پھول کو سونگھتا ہوں بُو تیری ہے''۔ خلاف شریعت کیوں نہ سمجھا جاتا۔

راقم موجودہ شیعوں کے اعتقادات کو ہرگز برا نہیں جانتا، جو ظاہر شرع کے مطیع ومنقاد ہیں۔ مگر یہ ضرور کہوں گا کہ تصوف ہر مذہب کی روح وجان ہے۔ اگر اس کو نکال دیا تو مذہب بے روح ہو کے رہ گیا''۔

سید علی محمد خود شیعہ تھے۔ اس لیے ہم نے ان کی رائے کو تفصیل سے نقل کر دیا، لیکن تصوف کے متعلق یہ رائے ان تک محدود نہیں۔ ہندوستان میں تصوف کا رنگ عام طور پر اس طرح چھایا ہوا ہے کہ شیعہ حضرات بھی اس سے پوری طرح آزاد نہیں۔ مغربی پاکستان بالخصوص سندھ اور جنوب مغربی پنجاب میں کئی صوفی خانوادے ایسے ہیں، جن کے بزرگ شیعہ خیالات کے ہیں۔ خود دہلی میں غالبؔ شیعہ تھا اور مولانا دلدار علی کے خاندان سے اس کے خاص مراسم تھے، لیکن وہ وحدت الوجود کا قائل تھا اور چشتی خاندان کے ایک بزرگ کا مرید تھا۔ خاص طور پر متشرع اور ثقہ حلقوں اور مرکزوں کے باہر شیعیت اور تصوف کے اس امتزاج نے فرقہ وارانہ اختلافات کم کر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس براعظم ① میں بالخصوص ان علاقوں میں جو اَب پاکستان میں ہیں، شیعہ سنی تعلقات خوشگوار رہے ہیں۔

دوسرے علمائے شیعہ:

مولانا سید دلدار علی کے خاندان کے علاوہ اس زمانے میں کئی اور نامور شیعہ علماء تھے۔ ان میں ملا محمد علی کشمیری کا ہم ذکر کر چکے۔ ایک اور سرگرم شیعی بزرگ مرزا محمد کامل بن عنایت احمد خاں کشمیری مقیم دہلی تھے۔ وہ ایک حاذق طبیب تھے، لیکن شیعہ سنی مباحث میں بڑی دلچسپی لیا کرتے تھے۔ شاہ عبدالعزیز سے ان کی تحفہ اثنا عشریہ سے پہلے ہی بحثیں ہوا کرتی تھیں اور جب یہ کتاب عام ہوئی تو مرزا نے اس کے جواب میں ''نزہت اثنا عشریہ'' لکھی۔ اس کے علاوہ بھی مرزا نے متعدد کتب تصنیف کیں۔ مثلاً تاریخ العلماء۔

> ''منتخب کنز العمال ملا علی متقی کہ دراں احادیث والہ بر امامت جناب امیر ودیگر ائمہ ہدیٰ ومثالب ومعائب خلفائے ثلاثہ ودگر اصحابؓ انتخاب فرمودہ''۔

ایک اور کتاب علامہ ابن حجر عسقلانی کی ایک تالیف سے اخذ کی گئی تھی اور اس میں صحاح ستہ کی قابل اعتراض باتیں جمع کی تھیں۔

''کتاب تنبیہ اہل الکمال والانصاف علی اختلال رجال اہل الخلاف دراں

---

① خود واجد علی شاہ کی نسبت مولوی عبدالحلیم شرر کا بیان پڑھنے کے قابل ہے:

> ''بادشاہ اگرچہ شیعہ تھے مگر مزاج میں مطلق تعصب نہ تھا۔ ان کا پرانا مقولہ تھا۔ میری دو آنکھوں میں سے ایک شیعہ ہے اور ایک سنی ہے''۔ (گزشتہ لکھنؤ ص ۷۰)

مٹیا برج کلکتہ کے قیام میں واجد علی شاہ کا سارا انتظامی کاروبار سنیوں کے ہاتھ میں تھا۔ وزیراعظم (منصرم الدولہ) منشی السلطان وغیرہ سنی تھے۔ شیعہ مذہبی تقریبات کا انصرام بھی ان کے ہاتھ میں تھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسماء رجال کذابین و وضاعین و مجہولین و ضعفا و خوارج و نواصب و قدریہ و مرجیہ را کہ ارباب صحاح ستہ کہ بقول اصح عبارت از صحیح بخاری و مسلم و ترمذی و مالک و نسائی و ابوذر راست۔ در کتاب صحاح خود آوردہ اند۔ ایں کتاب را ز تقریب ابن حجر عسقلانی استخراج فرمودہ'' ایک اور کتاب میں اہل سنت کے تعصّبات اور قابل اعتراض خیالات کو جمع کیا تھا۔

مرزا محمد کی وفات بڑے افسوسناک حالات میں ہوئی اور اس سے اس زمانے کے مذہبی مناقشات پر روشنی پڑتی ہے۔ نجوم السماء کے بیان کے مطابق:

''اس زمانے میں بادشاہ وقت کا ایک رشتہ دار امیر نواح دہلی میں رہتا تھا۔ وہ بڑا متعصب سنی تھا اور مرزا کی تصانیف پڑھ کر خون کے گھونٹ پیا کرتا تھا۔ اس نے ایک دفعہ بیماری کا بہانہ کیا اور بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ اس کے شفا پانے کی واحد صورت یہ ہے کہ مرزا محمد کو اس کے علاج کے لیے بھیجا جائے۔ بادشاہ نے باصرار انہیں جانے کے لیے کہا۔ وہ نہیں جانا چاہتے تھے، لیکن بادشاہ کے حکم سے مجبور ہو گئے۔ روانگی کے وقت وہ کہتے تھے کہ

''میرے لیے یہ سفر موت کا بلاوا ہے اور سب کے حقوق بخشوا کر روانہ ہوئے''۔

چنانچہ یہی ہوا۔ انہیں زہر دے دیا گیا اور دہلی میں لا کر پنجہ شریف میں جہاں شیعہ اکابر کی قبریں ہیں، دفن کیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۸۲۰ء میں روپذیر ہوا''۔

علامہ تفضّل حسین کاشمیری:

مذکورہ بالا بزرگوں کے علاوہ اور کئی شیعہ علماء نے اس زمانے میں شہرت پائی۔ لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس زمانے میں جب فرقہ وارانہ اختلافات زوروں پر تھے،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سب سے زبردست شیعہ عالم ایک ایسا بزرگ تھا، جس نے اختلافی مسائل پر کچھ نہیں لکھا۔ یعنی علامہ تفضّل حسین خاں کشمیری۔ وہ شیعہ خیالات کے تھے۔ نجوم السماء میں ان کی نسبت لکھا ہے:

''در تشیع غالی و نورو لائے ائمہ اطہار صلوٰۃ اللہ علیہم از سمائے اولامع''۔

وہ کشمیری الاصل تھے۔ لاہور میں پیدا ہوئے۔ دہلی میں تربیت پائی۔ فلسفہ وحکمت میں تکمیل تعلیم بنارس جا کر شیخ علی حزیں سے کی اور تصنیف وتالیف اور درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔ وہ علوم ریاضی کے بڑے ماہر تھے۔ عربی، فارسی، انگریزی، لاطینی اور یونانی خوب جانتے تھے۔ حکمائے مغرب کی کئی کتابیں انہوں نے عربی میں ترجمہ کیں اور جبر ومقابلہ، مغربی علم ہیئت، ہندسہ اور طبیعیات کی کئی مستقل کتابیں خود لکھیں۔ نمازِ ظہر سے پہلے فقہ امامیہ اور اس کے بعد فقہ حنفی کا درس دیا کرتے تھے۔

آصف الدولہ نے انہیں لکھنؤ بلا کر اپنا نائب مقرر کر دیا، لیکن وہ اس کام سے خوش نہ تھے اور دنیا داروں کا طریقہ اختیار کرنے سے انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے نیابت کے زمانے میں بھی اپنی سادگی برقرار رکھی۔ اور دروازے پر دربان تک مقرر نہ کیا جو عرضدار آتا سیدھا ان تک پہنچتا اور ہر وقت حاجت مندوں کا ہجوم رہتا۔ آصف الدولہ کی مسند پر نواب سعادت علی خاں بیٹھا تو اس نے بھی آپ کی نیابت کو برقرار رکھنا چاہا۔ لیکن آپ استعفیٰ دے کر کلکتہ چلے گئے اور گوشہ عزلت میں اپنے علمی مشاغل اور مطالعہ میں مصروف ہو گئے، لیکن اب دماغی محنت اور کثرت کار کی وجہ سے آپ کی صحت تباہ ہو چکی تھی۔

۱۷۹۹ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور دماغ بھی متاثر ہو گیا۔ جب کلکتے میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علاج سے فائدہ نہ ہوا تو تبدیلی آب و ہوا کے لیے لکھنؤ کی طرف روانہ ہوئے، لیکن لکھنؤ پہنچنے سے پہلے موت کا پیغام آ پہنچا اور یکم مارچ ۱۸۰۱ء کو وفات پا گئے۔

اسماعیلی فرقے:

ہم نے شمالی ہند کے علمائے شیعہ کے حالات کسی قدر تفصیل سے بیان کر دیئے، لیکن یہ سب اثنا عشری تھے۔ شیعوں کا ایک دوسرا اہم فرقہ اسماعیلی ہے جو ایک زمانے میں اثنا عشری فرقے سے زیادہ اہمیت رکھتا تھا اور شاید آج بھی پاکستان کے شیعہ حضرات میں اس فرقے کی تعداد کافی ہے۔ افسوس ہے ان کے علماء و زعماء کے حالات دستیاب نہیں ہوئے۔ تواریخ کی کتب سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ عہد عالمگیری میں جب ترویج شرع کی کوششیں ہوئیں تو گجرات کے اسماعیلیوں سے مواخذہ کیا گیا۔ بعض بوہرہ سرگروہوں کو گرفتار کر لیا گیا اور اپنے پیروؤں سے جو رقمیں وہ وصول کرتے تھے، انہیں بند کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن اورنگ زیب کے بعد یہ پالیسی برقرار نہ رکھی گئی۔ بلکہ شاہ عالم اول نے بوہرہ داعی کو جس کا صدر مقام اس وقت اجین تھا، امتیازی خطابات دیئے اور اجین شہر کا قاضی مقرر کر دیا۔①

لیکن شاید اسماعیلی تاریخ میں دورِ آخر کا سب سے اہم واقعہ یہ تھا کہ خوجوں کے سرگروہ ایران سے ترک وطن کر کے ہندوستان میں آ مقیم ہوئے۔ آغا خان اول ۱۸۴۰ء میں فتح علی شاہ قاچار سے بگڑ کر ہندوستان میں پناہ گزیں ہوئے اور اس وقت سے آغا خانی خوجوں کی نئی تنظیم کا آغاز ہوا۔ بوہرہ جماعت کے داعی نے بھی ۱۷۸۵ء میں سُورت کو اپنا صدر مقام بنایا، جو اِن کی جماعت کے لیے زیادہ سازگار ثابت ہوا۔

① ڈانلڈسن۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مغلیہ دور میں شیعہ

ماخوذ از: حکیم فیض عالم صدیقی

شیعیت نے جاہل سنیوں پر کیا اثر ڈالا:

انگورہ کے المیہ کے ایک سو چوبیس سال بعد اسی تیمور کی نسل سے ۱۵۲۶ء میں بابر نے ہندوستان میں ابراہیم لودھی کو شکست دے کر دہلی پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت ہندوستان میں حنفیت کا دور دورہ تھا۔ قطب الدین بیک فخر الدین کوفی کا پروردہ تھا۔ فخر الدین کوفی حضرت ابوحنیفہ کی اولاد سے تھا۔ قطب الدین سے پہلے ہندوستان میں تمام غیر مقلد تھے اور یا خال خال شوافع اور باطنی یعنی اسماعیلی تھے۔ خاندان غلامان کے بعد خلجی، تغلق اور لودھی سبھی حنفی تھے۔ البتہ خاندان سادات تقیہ کی آڑ میں حنفی تھے۔ بابر کو مذہب سے لگاؤ تھا نہ تعلق البتہ ورثہ میں ملی ہوئی شیعیت کے جراثیم سے خالی نہ تھا۔ اس لیے اس نے تورہِ چنگیزی کو اپنا دستور العمل قرار دیا۔

بابر کے مرنے کے بعد سلطنت ہمایوں کو ملی جب اسے شیر شاہ سوری نے یہاں سے مار بھگایا تو اس نے ایران کے شیعہ بادشاہ طہماسپ کے ہاں پناہ لی، طہماسپ کے لیے یہ ایک سنہری موقع تھا اس نے ہمایوں کی بڑی آؤ بھگت کی اور اپنی فوج دے کر اسے ہندوستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دلائی۔ ہمایوں کی فوج میں بقول مؤلف دربار اکبری① گدا علی، مسکین علی، زلف علی، پنجہ علی اور کشف علی وغیرہ کی اکثریت تھی۔

① دربار اکبری محمد حسین آزاد کی تالیف ہے۔ محمد حسین آزاد بھی شیعہ تھا جسے انگریزوں نے ایک جاسوسی مشن پر افغانستان، تاشقند اور یارقند وغیرہ کی طرف بھیجا تھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس پر حمید سنبھلی نے بادشاہ کو کہا کہ

ہمہ لشکر شمار را رافضی بینم بندہ علی، کلب علی، پنجہ علی کے ساتھ ''یا علی مدد'' کا نعرہ بھی جاری ہو گیا۔

مشہور شیعہ مؤرخ جسٹس امیر علی نے ''جامع الاحکام فی فقہ الاسلام'' میں لکھا ہے کہ

''ہمایوں کے زمانہ تک شیعہ مذہب گولکنڈہ اور بیجاپور کی ریاستوں تک محدود تھا مگر ۱۵۵۵ء میں جب ہمایوں شاہ ایران سے مدد لے کر واپس لوٹا تو اس کے ساتھ ایران سے جو شیعہ آئے تھے انہوں نے اپنا رنگ جمانا شروع کیا اور مذہب شیعہ شائع ہونا شروع ہوا۔

۱۵۷۶ء میں شاہ اسماعیل ثانی نے شیعیت ترک کر کے سنی مسلک اختیار کیا تو دربار کے شیعہ وزراء و امراء نے مخالفت کی اس وجہ سے اس نے سختی کا برتاؤ کیا۔ تو وہ تمام شیعہ امراء ایران سے بھاگ کر ہمایوں کے پاس پہنچ گئے۔ مشہور شاعر عرفی اور نظیری، مشہور مصور عبدالصمد، میر علی فرخ مشہور مدبر علی مردان اور آصف خان سبھی شیعہ تھے ہمایوں کی یہ رباعی تمام تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے:

ہستیم زجان بندۂ اولاد علی رضی اللہ عنہ
ہستیم ہمیشہ شاد با یاد علی رضی اللہ عنہ
چوں سر ولایت زعلی ظاہر شُد
کردیم ہمیشہ درد خود ناد علی رضی اللہ عنہ

ہمایوں کے زمانہ میں ہی سادات بارہہ کو عروج حاصل ہوا جن کا ایک

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بزرگ محمود خان بارہہ رانا سانگا کے خلاف ہلدی گھاٹ کے معرکہ میں بابر کی فوج میں تھا۔

اکبر کے زمانہ میں شیعوں نے اس قدر مستحکم حیثیت حاصل کر لی تھی کہ اکبر کے دین الٰہی کی ایجاد پر اِن کے ایک مجتہد ملا محمد یزدی قاضی القضاۃ نے فتویٰ دیا کہ اکبر کافر ہو گیا ہے جسے اکبر نے قتل کرا دیا۔ قیام اکبر آباد کے زمانہ میں شیعہ تمام عہدوں پر قابض تھے نواب خان کے زمانہ میں کشمیر میں شیعوں نے فساد پیدا کیا اور بہت کشت وخون ہوا۔

دراصل شیعہ مغلیہ سلطنت کے اندر ایک آزاد ریاست بنانا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں کشمیر کو دور افتادہ شہر سمجھ کر بغاوت کر دی مگر نواب خان نے ان کے کس بل نکال کر رکھ دیئے۔

بیرم خان نے تو اکبر کا کانٹا ہی درمیان سے نکالنے کا منصوبہ تیار کر لیا۔ اور خود اکبر کی فراست اور عیاری کی بھینٹ چڑھ گیا۔ عہد اکبری کا پہلا شیخ الاسلام گدائی بھی شیعہ تھا۔ اکبر کے زمانہ میں قاضی نور اللہ شوستری متولد ۱۵۴۹ء جسے شیعہ شہید ثالث کہتے ہیں ۱۵۸۷ء میں ہندوستان پہنچا۔

اکبر کے متعلق عام طور پر مشہور ہے کہ اسے بے دینی کی راہ شیخ مبارک اور اس کے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی نے دکھائی مگر یہ بالکل غلط ہے اکبر کو بے دینی کی راہ نور اللہ شوستری اور ملا محمد یزدی نے دکھائی اور راہ نہیں دکھائی بلکہ اس پر چلایا بھی۔

ملا محمد یزدی نے بادشاہ کی خلوت کی ملاقاتوں میں پہلے تین خلفا اور بعض صحابہ اور اولیائے کبار فرقہ اہل سنت وجماعت کو برا بھلا کہا اور سب کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جہنمی ہونے کا فتویٰ دیا۔①

ادھر بادشاہ پر ملا محمد یزدی حاوی تھا، دوسری طرف نور اللہ نے قاضی القضاۃ کی حیثیت میں گول مول فتوے دینے شروع کیے ادھر ایک اجودھستی شیخ تاج الدین نامی نے جسے ثانی ابن عربی ہونے کا دعویٰ تھا وحدت الوجود کا راگ الاپنا شروع کر دیا اور بادشاہ کو خلیفۃ الزمان کے خطاب سے پکارنا شروع کر دیا۔ متعہ کی مالکی فقہ کی رو سے چھٹی مل گئی ان حالات میں اگر اکبر دین الٰہی جاری نہ کرتا تو کیا کرتا ملا یزدی حضرت اجمیری کی دشنام طرازی کی وجہ سے قتل ہوا۔

قاضی نور اللہ شوستری کو مذاہب اربعہ کے فقہی مسائل پر یدطولیٰ حاصل تھا۔ اس نے تقیہ کر رکھا تھا۔ اکبر نے اسے قاضی القضاۃ بنا دیا قاضی نے امامیہ مذہب کے مطابق فتوے دینے شروع کیے اگر کوئی اعتراض کرتا تو جوڑ توڑ کر کے ائمہ اربعہ کی فقہ سے ثبوت پیش کر دیتا۔

اس عرصہ میں یہ شخص خفیہ طور پر تصنیف و تالیف میں مشغول رہا۔ اکبر کے بعد جہانگیر کے زمانہ میں راز کھلنے لگا چونکہ نور جہاں اور اس کا بھائی آصف خان شیعہ تھے اور در پردہ قاضی کی مدد بھی کرتے تھے۔ مگر اہل سنت کو اب قاضی مذکور کھٹکنے لگا چنانچہ ایک آدمی شیعہ بن کر قاضی مذکور کے پاس پہنچا اور اس سے مجالس المؤمنین مستعار لے کر نقل کی اور بادشاہ کے پیش کر دی۔

قاضی کے لیے حکم ہوا کہ دُرّے مارے جائیں ۶۳ سال کی عمر میں قاضی اس سزا سے مر گیا۔ اس کا مزار آگرہ میں ہے② یہ قول مصنف نجوم السماء کا ہے ورنہ قاضی کو

---

① منتخب التواریخ جلد دوم ۲۰۹ / ۲۵۹۔

② تلخیص از ترجمہ نجوم السماء ص ۱۵۔۱۶۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دُرّے اس وجہ سے مارے گئے تھے کہ اس نے جہانگیر کے پیر شیخ سلیم کے حق میں ناجائز کلمات استعمال کیے تھے بعد میں جہانگیر نے نور جہاں کے کہنے پر ان تمام علماء کو قتل کرا دیا۔ جنہوں نے قاضی نور اللہ کی سزا کا فتویٰ دیا تھا۔①

نور جہاں نے قاضی نور اللہ کے مرنے کے بعد نور محمد مجتہد کو آگے بڑھانے کی کوششیں شروع کر دیں اور اسے ہر طرح سے تیار کر کے جہانگیر کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ نور محمد مجتہد کا مولانا ابوالحسن سے مناظرہ کرایا جائے، بادشاہ کی موجودگی میں مناظرہ ہوا۔ نور محمد شیعہ مجتہد مولانا ابوالحسن سے پوچھا کہ علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا کہتے ہو؟ مولانا نے کتاب وسنت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف کی پھر مولانا نے نور محمد مجتہد سے پوچھا:

''درحق سلیم چشتی چہ میگوئی؟''

شیعہ مجتہد نے اول فول بکنا شروع کر دیا۔ جہانگیر شیخ کا بڑا معتقد تھا اس نے شیعہ مجتہد کی زبان گدی سے کھنچوا دی۔ نور جہاں بہت چیخی چلائی مگر اس کا کوئی بس نہ چلا۔

جہانگیر کے بعد شاہجہاں کی باری آئی اس کی چہیتی ملکہ ممتاز محل شیعہ تھی جس کے مرنے پر اس نے قوم کے خزانے کا کروڑوں روپیہ اس کی قبر پر خرچ کر دیا۔ قوم کے روپے سے تخت طاؤس بنوایا۔ باغات لگوائے، بارہ دریاں بنوائیں، محلات تعمیر کروائے، غرضیکہ تعیش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ چار پشتوں کی جمع شدہ دولت بے دریغ لٹوائی اس کے دین کے متعلق اندازہ لگانے کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کی چہیتی ملکہ شیعہ تھی ایسے بادشاہ کے گھر میں جو کچھ ہوتا رہا ہوگا وہ گو ہمیں تاریخی شواہد سے معلوم نہ ہو سکا۔ مگر ہم اس کے اثرات دیکھ سکتے ہیں اس کے بیٹے شجاع کے عقائد اثنا عشری عقائد کا چربہ تھے۔ دارا کے عقائد باطنیوں اور قرامطیوں کے عقائد کا ملغوبہ تھے۔

① نور المجالس مصنفہ منشی نور الحسن۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اورنگ زیب پر اپنا رنگ چڑھا ہوا تھا جس نے باپ کو بخشا نہ بھائیوں کو یہ سب شاہ جہاں کی تربیت کا اثر تھا۔

شاہ جہان کے بعد اورنگ زیب سربرآرائے سلطنت ہوا آج اورنگ زیب کو مجدد وقت کہنے والے بھی موجود ہیں اور اسے بڑا پکا اور سچا مسلمان کہنے والے بھی۔ اگر کسی کے پاس کسی کی مسلمانی ماپنے کا کوئی آلہ ہو تو یہ اسے ہی معلوم ہوگا مگر ایک مبصر کی حیثیت سے جب کوئی شخص ایک غیر جانبدارانہ انداز سے نظر ڈالے گا تو صاف نظر آئے گا کہ اورنگ زیب نے جو کچھ کیا یا اس سے سرزد ہوا بحیثیت مجموعی وہ ہندوستانی مسلمانوں کے زوال کی خشت اول کہا جا سکتا ہے۔ میرا موضوع سخن اس وقت چونکہ صرف شیعیت ہے اس لیے میں صرف اسی موضوع کی طرف قارئین کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

اورنگ زیب کو جس وقت حکومت ملی اس وقت دکن کی شیعہ سلطنتوں کے ساتھ ساتھ مرہٹے بھی زور پکڑ چکے تھے۔ شمالی ہند میں سکھ اور جاٹ پر پُرزے نکال رہے تھے۔ اورنگ زیب نے ان خطرات سے آنکھیں موند کر پہلے بھائیوں کی گوشمالی کی اور ان کا کانٹا درمیان سے نکالا اس کے بعد بجائے اس کے کہ اپنے گھر کی خبر لیتا مرہٹوں پر چڑھ دوڑا وہ جانتا تھا کہ میری فوج میں شیعوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے اس نے آنکھیں موند کر ان لوگوں کو اوپر اٹھایا۔

ہالسٹر لکھتا ہے کہ

> ''اورنگ زیب کے امراء کی اکثریت شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتی تھی۔ اگرچہ احتیاط کے طور پر بعض نے اپنے عقائد پر مصلحت کوشی کا پردہ ڈال رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اورنگ زیب مرہٹوں کے مقابلے میں ناکام رہا۔ اورنگ زیب خوب جانتا تھا کہ جس گھر میں میری پرورش ہوئی ہے وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گھرانہ رفض کے جراثیم سے خالی نہیں۔ مگر بجائے اس طرف توجہ کرنے کے اس کی سطحی ذہنیت نے اسے ایک اور ہی راستہ پر ڈال دیا۔ یعنی اس نے ملک کے تمام جلیل القدر علماء کو اکٹھا کر کے سو سے زائد جناتی، مجہول الاسم غیر معروف اور غیر متداول کتابوں سے ایک اور نا قابل عمل قطعاً غیر ضروری کتاب کی تدوین پر وقت، دولت اور بہترین دماغوں کے ضیاع کی بنیاد رکھی۔ کاشکہ اورنگ زیب فتاویٰ① عالمگیری کی تدوین کی بجائے کتاب وسنت کی روشنی میں بدعات، منکرات اور مشرکانہ رسوم ورواج اور عقائد کے ردّ میں کوئی کتاب تالیف کرتا تو شیعوں کا خود ہی زور ٹوٹ جاتا مگر اس مردِ خدا نے امت کے راستہ میں ایک اور سنگ گراں لڑھکا دیا''۔

اورنگ زیب کو شیعہ دشمن کہا گیا ہے مگر یہ قطعاً غلط اور اس پر بہتان ہے اسے شیعیت سے نفرت ضرور تھی مگر اس ضمن میں وہ چند سوقیانہ قسم کی وقتی حرکات سے آگے نہ بڑھ سکا۔

کہ نہ نوحہ کرو، نہ ماتم کرو، صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا نہ کہو اس کی سطحی ذہنیت ان خطرات کا اندازہ نہ کرسکی کہ اگر ان لوگوں کا تعاقب قرآن وسنت کی روشنی میں نہ کیا گیا تو آگے چل کر یہ پودا شجر عظیم بن جائے گا۔ ہمیں کسی تاریخ کی کتاب سے اورنگ زیب کی شیعہ دشمنی کا ایک واقعہ بھی نہیں ملتا اس نے اگر بھائیوں کو قتل کرایا تو حکومت کے لیے

---

① شیخ محمد اکرم ایم اے نے رود کوثر میں فتاویٰ عالمگیری کے متعلق کیا خوب لکھا ہے کہ
فتاویٰ عالمگیری ایک معرکتہ اللہ الکتاب ہے لیکن ماحول اور نقطہ نظر کا فرق ہے آج اگر اس کے باب تکفیر پر عمل کیا جائے تو قوم کا شیرازہ بکھر جائے ص ۴۴۲۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قتل کرایا، دکن کی شیعہ سلطنتیں① ختم کیں تو وہ جوع الارض تھی یا اپنا بچاؤ۔ اگر وہ شیعہ دشمن تھا تو اس نے بقول ہالسٹر فوج کے بڑے بڑے عہدے شیعوں کو کیوں دے رکھے تھے اور آخر وہی شیعہ طباطبائی اور ابن علقمی ثابت ہو کر رہے جن کو اس نے اہم عہدے تفویض کر رکھے تھے۔

۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب مر گیا تو اس کے جانشین نے خطبہ جمعہ میں ''عَلِیٌّ وَلِیٌّ وَصِیُّ رسول اللہ ﷺ'' کے الفاظ کے اضافے کا حکم دیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اورنگ زیب کے گھر میں شیعیت پروان چڑھتی رہی۔

احمد آباد کے خطیب نے اس حکم پر عمل کیا تو نمازیوں نے اسے قتل کر دیا مگر بہادر شاہ باز نہ آیا لاہور کے حاجی یار محمد نے کھری کھری سنائیں مگر بہادر شاہ پر بری طرح یہ خبط سوار تھا یہاں تک کہ توپ خانہ کی مدد سے شاہی مسجد میں ۱۲ اکتوبر ۱۸۱۰ء جمعہ کے روز اسی بدعت کے اجراء کا فیصلہ کیا مگر پٹھان سر بکف میدان میں نکل آئے اور بہادر شاہ کا دماغ ٹھکانے آ گیا۔ اب ہندوستان میں نئی نئی ریاستیں اور حکومتیں قائم ہو رہی تھیں۔

مرشد آباد، لکھنؤ، رام پور، عظیم آباد، جہاں گیر نگر شیعیت کے مرکزی مقام بن

① بابر کے ہندوستان میں وارد ہونے سے ۲۶۰ سال پہلے یعنی ۱۳۴۷ء میں حسن بہمن شاہ نے دکن سلطنت کی بنیاد رکھی یہ ہندوستان میں پہلی شیعہ سلطنت تھی جو ۱۴۸۲ء کے لگ بھگ یعنی بابر سے سوا سو سال پہلے ہی ختم ہو گئی اس کے بعد عادل شاہ نے بیجاپور میں نظام شاہ نے احمد نگر میں عماد شاہ نے برار میں برید شاہ نے بیدر میں قطب شاہ نے گولکنڈہ میں آزاد شیعہ سلطنتیں قائم کیں یہ تمام سلطنتیں مغل حکمرانوں کے سامنے پروان چڑھیں مرہٹوں کے لیے یہ ریاستیں جائے پناہ تھیں مرہٹے مغلیہ سلطنت میں لوٹ مار کر کے ان ریاستوں میں پناہ گزین ہو جاتے تھے اور اورنگ زیب ان وجوہات سے انہیں ختم کرنے پر مجبور ہو گیا ان شیعہ ریاستوں کا سقوط شیعہ مرہٹہ گٹھ جوڑ تھا اور بنیادی وجہ مرہٹوں کی خودسری تھی نہ کہ شیعہ دشمنی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چکے تھے بہادر شاہ کا وزیر اعظم منعم خان دہلی میں وہی کردار ادا کر رہا تھا جو ابن علقمی نے بغداد میں کیا تھا اورنگ زیب کی بیٹی زیب النساء کا استاد ایک شیعہ عالم محمد سعید اشرف ماژندرانی تھا۔ جس کے چند روز ایران جانے پر زیب النساء نے نہایت افسوس کا اظہار کیا۔ الغرض مغلیہ حکومت اب شیعوں کے ہاتھ میں ایک کٹھ پتلی کی طرح تھی۔ منعم خان کے بعد دہلی میں حسین علی اور عبداللہ کا ستارہ چمکا ۱۷۱۳ء سے ۱۷۱۹ء تک فرخ سیر کے زمانے میں ان کا طوطی بولتا رہا۔ مرکز کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر سکھوں کا ایک چیلا بندہ بیراگی کے نام سے سرہند میں ستر ہزار مسلمانوں کو شہید کرنے کے بعد آگے بڑھنے کے لیے پر تول رہا تھا کہ فرخ سیر نے اسے گرفتار کر لیا اب اس نے سید برادران کی طرف توجہ کی تو وہ مرہٹوں کو چڑھا لائے۔

یہ انتشار تمام کا تمام شیعوں کا پیدا کردہ تھا اور مسلمانوں کے لیے یہ پوری صدی گویا ایک قسم کا عذاب الٰہی تھا۔ آج یہ حکمران ہے کل وہ، ادھر جاٹ ہیں ادھر سکھ۔ ایک طرف مرہٹے ہیں دوسری طرف انگریز اور ان سب کو آگے بڑھانے اور پیچھے ہٹانے والے ہاتھ اس وقت تک پس پردہ ہیں جب تک اودھ میں اپنی حکومت مستحکم نہیں کر لیتے۔

سید برادران نے ۱۸ فروری ۱۷۱۹ء سے ۱۴ اگست ۱۷۱۹ء تک یعنی صرف چھ ماہ یکے بعد دیگرے تین بادشاہ تخت پر بٹھائے۔ مگر حسین علی اور عبداللہ کے وجود میں ہزاروں شیعہ دربار میں موجود تھے وہ مرہٹوں کو چڑھا لائے۔ یہ گویا حسین طباطبائی، ابن علقمی اور شادر کے کردار کا اعادہ تھا۔ شاہ ولی اللہ کی تحریک پر احمد شاہ ابدالی مرہٹوں کا زور توڑنے کے لیے پانی پت پہنچا تو ابراہیم گارڈی نامی ایک شیعہ مرہٹوں کے توپ خانے کا افسر اعلیٰ تھا۔ اور آخر مرہٹوں کے ساتھ خود بھی بھسم ہو گیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس دور کی تاریخ صاف بتاتی ہے کہ تقیہ کی آڑ میں چھپے ہوئے شیعہ کھل کر سامنے آچکے تھے اور آخر انہوں نے سعادت علی خان کو اودھ کی حکومت دلا کر ہی دم لیا۔

بندہ بیراگی جس نے سرہند کے مقام پر ستر ہزار مسلمانوں کے گھروں کو شہید کیا اسے شیعہ سازشوں نے ہی جرأت دلائی تھی اور پھر قانونِ قدرت کی ایک نیرنگی دیکھئے کہ یہ سب کچھ خواجہ احمد فاروقی کی قیومیت کی بستی اور چوتھے قائم کی موجودگی میں ہوا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قند مکرر

مغلوں کے مورث اعلیٰ نے سلطان بایزید کو اس وقت گرفتار کیا جب وہ تمام یورپ کو فتح کرنے کے ارادے سے گھر سے نکلا تھا۔ امیر تیمور میں ذرّہ بھر بھی دینی حمیت ہوتی تو وہ عیسائیوں کا ساتھ دیتے ہوئے ہرگز بایزید سے جنگ نہ کرتا پھر اس کے بعد بابر سے لے کر معراج الدین ظفر تک شیعوں نے ہر مقام پر اپنی بالادستی کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔

محمد شاہ کے زمانے میں نادر شاہ درّانی نے دہلی میں جو قتل عام کیا اس کی نظیر اس کے پیش رو شیعہ فاتحین یعنی آلِ بویہ، تیمور، ابن علقمی حسین طباطبائی وغیرہ کے علاوہ کہیں نہیں ملتی۔ قاضی نور اللہ کے قتل کا ردّعمل مغل حکمرانوں کی ذہنیت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ قاضی مذکور کے خلاف فتویٰ صرف درے لگانے کا تھا اس وقت اس کی عمر ۶۳ سال کے قریب تھی وہ اس سزا میں مر گیا یعنی قتل نہیں کیا گیا بلکہ خود مرا مگر اس کے مرنے کے جرم میں جہانگیر نے اپنی دعوت کے کہنے پر ان تمام علماء کو قتل کر دیا جنہوں نے قاضی مذکور کے خلاف درے لگانے کا فتویٰ دیا تھا۔ اکبر کا دین الٰہی بھی شیعیت کی تبلیغ کا اثر تھا جس نے اسلام میں امامت کا تصور پیدا کیا تھا۔①

دکن کی مہدوی تحریک بھی اسی دور کی پیداوار ہے نظام شاہی خاندان کے چھٹے بادشاہ اسماعیل نے مہدوی عقائد اختیار کیے اور ۱۵۹۰ء میں شیعوں نے اسے قتل کر دیا اور دو سال کے بعد احمد نگر میں پھر شیعی اثرات غالب آ گئے۔

① سید محمد جونپوری۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس تحریک کے بانی سید محمد جونپوری ۱۴۴۳ء میں پیدا ہوئے ظاہری باطنی علوم میں دستگاہ کامل رکھتے تھے ۱۴۹۵ء میں تین سو ساٹھ ہمراہیوں کے ساتھ حج کو گئے اور وہاں حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ واپسی پر کھمپائت پہنچے وہاں سے پٹن، جالور، ناگور، جیسبہ سے ہوتے ہوئے ٹھٹھ پہنچے کہیں مخالفت ہوئی اور کہیں موافقت۔ آخر خراسان کی طرف روانہ ہوئے اور فرہ کے مقام پر ۲۳ اپریل ۱۵۰۴ء میں وفات پائی۔

مہدوی تحریک نے دکن کی عسکری اور سیاسی زندگی میں بھرپور حصہ لیا، مہدوی سپاہی اور افسر بڑے بہادر اور جانثار، جوشیلے اور سریع الغضب ہوتے تھے۔ راجہ چندر لال کے زمانہ میں حیدر آباد مہدوی گروہ کا مرکز تھا محمود بن لطیف خان ۹۴۴ھ کے زمانہ میں مہدویوں کا طرز عمل بالکل حسن بن صباح کے فدائیوں کی طرح تھا۔ شیخ علائی بھی اسی سلسلہ کے پرجوش داعی تھے۔ نواب بہادر یار جنگ بھی مہدوی تھے آج کل کراچی میں ان کی ایک انجمن ''ذکر مہدوی انجمن'' موجود ہے۔ گجرات، جے پور، حیدر آباد میں بھی یہ لوگ موجود ہیں۔

شیخ محمد اکرام ایم اے رود کوثر میں لکھتے ہیں کہ

> ''بابر نے ہمایوں کے لیے جو وصیت لکھی اس میں یہ بھی مرقوم تھا کہ شیعہ سنی اختلافات کو ہمیشہ نظر انداز کرتے رہو''۔

سندھ میں محمد بن قاسم نے جو مبارک طریق کار شروع کیا تھا بعد کی فقہی تدوین نے اس میں رخنے ڈال دیئے اور مغلوں نے سب کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔①

مغلیہ دور میں شیعیت کے بڑھتے ہوئے خطرہ کو بھانپ کر حضرت احمد فاروق

---

① للمولف.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سرہندی نے رڈ روافض میں ایک رسالہ لکھا یہ رسالہ دراصل اس رسالے کا جواب تھا جو علمائے شیعہ نے علمائے ماوراالنہر کو اس وقت بھیجا جب عبداللہ خان اوزبک نے مشہد کا محاصرہ کر رکھا تھا لیکن اس کی تصنیف کی فوری وجہ یہ تھی کہ ہندوستان میں کئی شیعہ علماء مشہد کے مضامین دہراتے اور امراء وسلاطین کی مجلسوں میں انہیں بڑے فخر سے بیان کرتے ۔حضرت خواجہ ان محفلوں میں اس کی تردید کرتے مگر عوام الناس کے فائدہ کے لیے رسالہ ہی لکھنا ضروری سمجھا۔

ہندوستان میں جہانگیر کی مقبول نظر ملکہ نور جہاں شیعہ تھی۔ بادشاہ کا وزیر شیعہ تھا، شیعہ عقائد ملک میں شروع ہو گئے تھے اکبر کو خیال ہوا کہ کسی حرم کو رخصت کیے بغیر زیادہ عورتوں سے کس طرح متمتع ہوا جائے ایک دو نے متعہ کا راستہ دکھایا دوسروں نے اس کی حنفی فقہ کی رو سے مخالفت کی ۔اس پر بدایونی نے کہا:

''اگر ایک مالکی قاضی اس کے حق میں اپنے اصول کی رو سے فتویٰ دے دے تو ایک حنفی کے لیے بھی متعہ جائز ہے''۔

بادشاہ کو اور کیا چاہیے تھا۔حنفی قاضی کو رخصت کر دیا گیا اور مالکی قاضی کو تعیناتی کا پرزہ مل گیا۔جس نے حسب الطلب فتویٰ دے دیا یہ بھی گویا شیعیت کی فتح تھی۔

مغلوں کی بے دینی نے ہندوؤں کو اس قدر جرأت دلائی کہ انہوں نے کئی مقامات پر مساجد کو منہدم کر کے اپنے معبد اور مندر تعمیر کیے چنانچہ تھانیسہ میں ایک مسجد اور ایک بزرگ کا مزار گرا کر بڑا بھاری مندر تعمیر کر لیا۔رمضان میں برملا نان وطعام کے دور چلتے تھے مگر مسلمانوں کو ہندوؤں نے ایکا وشی کے موقعہ پر روٹی پکانے اور بیچنے سے روک دیا۔

بدایونی لکھتا ہے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''تاج الدین سنبھلی نقشبندی اکبر کے ہاں آزادانہ آمد و رفت رکھتا تھا اور بعض اوقات پوری راتیں شطحیات و ترہات کی نذر ہو جاتی تھیں''۔

خافی خان ۱۶۲۹ء کے ضمن میں صوبہ کابل کے متعلق لکھتا ہے کہ

''یہاں ایک گمراہ پیر کے احکام کو قرآن و حدیث کا درجہ دے کر عوام نے ملحدوں کے طریقے اختیار کر رکھے ہیں حضرت میاں میر کے ایک خلیفہ ملا شاہ کی وارستہ گوئی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ ایک بار کہہ اٹھا (نقل کفر، کفر نہ باشد)

پنجہ در پنجہ خدا دارم
من چہ پروائے مصطفیٰ دارم''

علماء کشمیر کے واویلا پر شاہجہان نے میاں میر سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ

''یہ ایک حال ہے اس کی وجہ سے اس کا قتل واجب نہیں''

اور ملا شاہ بچ گیا۔ آخر دارا شکوہ اور اس کی بہن جہاں آرا ملا شاہ کے مرید بن گئے۔

مغلیہ دور کا ایک اور شاہکار سرمد نامی یہودی النسل ہے۔ یہ شخص گویا منصور حلاج کا مثنیٰ تھا عام طور پر ننگا رہتا تھا۔ اور خلافِ شرع اشعار کہتا رہتا تھا۔ عوام کے پرزور احتجاج پر قتل ہوا۔

مصنف ''دبستان مذاہب'' لکھتا ہے کہ

''اس دور میں عجیب عجیب قسم کے فرقے اور مذاہب نمودار ہو گئے تھے۔ بیراگی ایک گروہ تھا جس میں ہندو مسلمان دونوں شامل تھے اور وشنو کی پوجا کرتے تھے''۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر ہنٹر لکھتا ہے کہ

''الحاد وتشکک اس حد تک بڑھ چکا تھا اور بدچلنی و بداخلاقی اس مقام پر پہنچ چکی تھی کہ ان کا سدباب کسی کے بس کا روگ نہ تھا''۔

دہلی کے محلہ شیطان پورہ میں بدچلنی کے ساتھ توہم پرستی بھی آ گئی تھی جادوگروں، امالوں اور کرامت کے دعویداروں سے دارالخلافہ بھرا پڑا تھا۔ (آج کل کے نقاش اور امال انہیں کی روحانی ذریت ہیں۔مولف)

ایک دفعہ اورنگ زیب نے کہا تھا کہ

''تمام ہندوستان میں صرف دو شخص ایسے ہیں جو شراب نوشی سے مجتنب رہے ہیں ایک میں خود اور دوسرے قاضی عبدالوہاب''۔

منوچی لکھتا ہے کہ

''قاضی کو تو میں خود شراب بہم پہنچاتا رہا اور پھر قاضی کے مرنے کے بعد اس کے گھر سے ایک لاکھ اشرفیاں اور پانچ لاکھ روپیہ نقد کے علاوہ جواہرات اور بے حساب مال نکلا''۔①

اورنگ زیب بے چارے کو قاضی صاحب کی اندرونی زندگی کی کیا خبر تھی مسائل المشائخ میں لکھا ہے کہ

''بنگال میں شطاری درویشوں نے اودھم مچا رکھا تھا اور ان کے ساتھ مداریہ فرقہ تو بنگال پر پیر تسمہ پا بن کر لپٹا ہوا تھا۔آج تک ڈھاکہ میں مدار جھنڈا کی گلی، مداری پور ندار باری کی بستیاں موجود ہیں۔موضع بلیا ضلع دیناج پور ایسے غیر شرعی فقیروں کا مرکز تھا جنہوں نے ہندو یوگ اسلامی

① یاد ایام مولانا عبدالحی ص ۶۸.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تصوف اور اخلاقی آزادی کی ایک کھچڑی بنا رکھی تھی۔ یہ لوگ صرف ایک لنگوٹی میں رہتے، پاؤں میں بیڑیاں پہنتے (آج کل بھی علی رضی اللہ عنہ کے اکثر ملنگ اسی ہیئت میں گھومتے پھرتے نظر آتے ہیں۔مؤلف) ان کے مورث اعلیٰ کوئی شاہ سلطان حسنی تھے جنھوں نے ایک ہندو راجہ کو مکر سے بلیا سے بھگا کر وہاں قبضہ کر لیا تھا۔ ان شاہ سلطان اور ان کے خلفاء نے اپنے چیلوں کو اجازت دے رکھی تھی کہ تم جہاں جاؤ۔علم، جھنڈے، پھریرے، بانس، عصا، باجے، ماہی مراتب اپنے ساتھ رکھو۔ اٹھارہویں صدی میں جب ان کی حکومت کا نظم ونسق ڈھیلا پڑ گیا تو ہزاروں کی تعداد میں ''مولا علی رضی اللہ عنہ'' کے یہ ننگ دھڑنگ ملنگ آبادیوں اور بستیوں پر ٹوٹ پڑے''۔

اصل میں یہ وہی مجوسی اور یہودی تحریک کی مختلف صورتیں تھیں جن کا اصل مقصد اسلام کو مٹانا تھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ مٹانا تو ہمارے بس میں نہیں البتہ اسلامی تعلیمات کو بگاڑنا آسان ہے تو یہ لوگ ہمہ تن اس کام میں جٹ گئے۔ آج مسلمانوں میں جتنی مشرکانہ رسومات عین اسلام سمجھی جاتی ہیں وہ سب مغلیہ دور کے ان مسلمان نما ''درشتی اور یہودی'' لوگوں کی پیدا کردہ ہیں اور ہمارے وہ بھائی جنہوں نے شیعیت کو ایک مذہب کے طور پر پایا اور قبول کیا وہ آج تک اس سازش سے بے خبر ہیں۔

اس مذہبی انتشار، من چلوں کی آنکھ مچولیوں، قسمت آزماؤں کی ریشہ دوانیوں میں اورنگ زیب جیسا آدمی کہاں تک کامیاب ہوسکتا تھا۔ پھر وہ اصل مرض کی بنیاد ہی نہ سمجھ سکا کہ یہ سب ہنگامے بالواسطہ یا بلاواسطہ شیعیت کی پیداوار ہیں۔ اور شیعیت اس کی گود میں پلتی، بڑھتی، پھلتی اور پھولتی رہی اور اس نے یہاں تک ترقی کی کہ اورنگ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زیب کی آنکھ بند ہوتے ہی اس کے جانشین نے علی ولی اللہ وصی رسول اللہ کا نعرہ لگا دیا۔ کیا ان حالات میں کوئی عقلمند اورنگ زیب کو شیعہ دشمن کہہ سکتا ہے؟

آج شرک و بدعت کی جتنی صورتیں ہمارے درمیان موجود ہیں یہ سب شیعیت کی پیدا کردہ اور اورنگ زیب کے زمانہ کی پیدا وار ہیں۔

شجرہ نوابانِ اودھ

۱۷۲۴ء تا ۱۸۵۶ء (۱۳۲ سال)

۱۔ بانی ریاست نواب برہان الملک سعادت خان نیشا پوری

۱۱۳۵ھ/ ۱۷۲۴ء تا ۱۱۵۱ھ/ ۱۷۳۹ء (۱۶ سال)

۲۔ نواب صفدر جنگ منصور علی خان شوہر۔ صدر النساء بیگم دختر

۱۱۵۱ھ/ ۱۷۳۹ء تا ۱۱۶۷ھ/ ۱۷۵۳ء (۱۶ سال)

۳۔ نواب شجاع الدولہ مرزا جلال الدین حیدر

۱۱۶۷ھ/ ۱۷۵۳ء تا ۱۱۸۸ھ/ ۱۷۷۵ء (۲۱ سال)

۴۔ نواب آصف الدولہ مرزا یحییٰ عرف مرزا آمانی①

۱۱۸۸ھ/ ۱۷۷۵ء تا ۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء (۲۲ سال)

۵۔ نواب یمین الدولہ مرزا سعادت علی خان پسر شجاع الدولہ

۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۸ء تا ۱۲۲۹ھ/ ۱۸۱۴ء (۱۶ سال)

① آصف الدولہ لاولد مرگیا۔ ایک مجہول الحال غریب علوی لڑکے کو اپنا متبنّیٰ بنایا۔ ان کے مرنے کے بعد وہی جانشین ہوا مگر تھوڑے عرصے کے بعد معزول کر کے شجاع الدولہ کے بیٹے سعادت علی خان کو بادشاہ بنایا گیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۶۔غازی الدین حیدر بادشاہ

۱۲۲۹ھ/۱۸۱۱ء تا ۱۲۴۳ھ/۱۸۲۷ء

۷۔نصیر الدین حیدر بادشاہ

۱۲۴۳ھ/۱۸۲۷ء تا ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء

۸۔محمد علی پسر سعادت علی خان

۱۸۳۷ء تا ۱۸۴۲ء

۹۔امجد علی شاہ

۱۸۴۲ء تا ۱۸۴۷ء

۱۰۔واجد علی شاہ

۱۸۴۷ء تا ۱۸۵۶ء

۱۔برہان الملک:

سلطان اودھ جس کا دارالحکومت لکھنؤ رہا۔ اس کا بانی برہان الملک سعادت خان تھا۔ جب اورنگ زیب نے دکن کی شیعہ سلطنتوں کو زیر کر لیا تو اس کے بعد اودھ میں ایک اور شیعہ سلطنت ۱۷۲۴ء میں قائم ہوئی۔ سعادت علی کو کھینچ تان کر شیعہ مؤرخوں نے زید بن موسیٰ بن جعفر صادق کی اولاد سے قرار دیا ہے۔ زید کو بعض نسابین نے غیر معقب قرار دیا ہے۔ اور جنہوں نے ان کی اولاد بیان کی ہے انہوں نے بھی چار بیٹے حسن، حسین، جعفر اور موسیٰ الاصم بیان کیے ہیں مگر سعادت خان کے شجرہ میں پانچواں بیٹا فخر الدین بیان کیا گیا ہے۔

حالانکہ اس دور میں بلکہ اس سے چند صدیاں بعد بھی اس قسم کے نام تاریخوں میں نہیں ملتے۔ بہر حال سعادت خان علوی تھا۔ یا مجہول النسب تھا۔ اس کی پیدائش

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نیشا پور میں ہوئی ، ہندوستان میں وارد ہونے کی تاریخ نہیں ملتی ۔ ۱۷۱۱ء میں سربلند خان کا فوجدار تھا فرخ سیر کے زمانہ میں ۱۷۱۹ء میں بیانہ کا فوجدار بن گیا۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار کا کہنا ہے کہ

''سعادت خان میں حب جاہ اور مطلب پرستی بے انتہا تھی حسین علی خان جیسے شخص کو جس کا حاشیہ نشین اور موردِ عنایت رہا تھا اس کو بھی نہ بخشا اور باوجود سید اور شیعہ ہونے کے اسے قتل کردیا''۔①

اس صلہ میں محمد شاہ کی طرف سے پنج ہزاری کے منصب پر فائز ہوا۔ ۱۱۳۳ھ میں اکبر آباد کا منصب دار بن گیا۔ دو سال بعد اودھ کی صوبیداری پر تقرر ہوا۔ اب اپنی شیعیت کے جوہر دکھانے لگے۔ شیخ زادگان لکھنؤ کو بے دردی سے کچلا جونپور اور غازی پور کے علماء شرفا کے وظائف بند کردیئے اہل سنت کے مدارس بند کردیئے جو قدیم زمانہ سے علم وفضل کے مخزن تھے۔②

۱۱۴۵ھ میں مرہٹوں کی یورش کا استیصال کیا مگر ساتھ ہی بقول غلام حسین طباطبائی مؤلف سیر المتاخرین نادر شاہ درانی سے ساز باز کر کے محمد شاہ پر حملہ کرادیا اس کا مقصد مغلیہ سلطنت کو شیعہ حکومت میں بدلنا تھا۔ نادر شاہ نوے کروڑ کی مالیت کا نقد وجنس اور تخت وطاؤس لے کر واپس چلا گیا۔ مگر ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کو تباہ کر گیا۔

نادر شاہ کے قتل عام سے ایک دن پہلے ہی سعادت خان لعارضہ سرطان مر گیا تاریخ وفات ایک عدد کی زیادتی سے۔

بے سعادت نمک حرام بمردہوئی/ ۱۱۵۲ھ۔

سعادت خان صرف شیعہ ہی نہیں تھا بلکہ شیعہ گر بھی تھا۔ خواجہ موسیٰ خان نقشبندی

① جلد اول ص ۱۳۳۰۔ ② بحۃ المرجان.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کی صحبت میں شیعہ ہوا اور اس کی اولاد کو لکھنؤ میں جاگیر ملی۔

۲۔صفدر جنگ ۱۷۳۹ء سے ۱۷۵۳ء تک:

سعادت خان لاولد مر گیا۔ اس کے بعد حکومت صفدر جنگ کو ملی جو اس کا بھانجا اور داماد تھا۔ مجہول النسب تھا۔ مؤلف تاریخ اودھ اسے ایک کاسہ ساز کا بیٹا بیان کرتا ہے نہایت غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ سعادت خان نے بہن اور بھانجے کو ہندوستان بلا کر اپنی بیٹی صدر جہان اس کے نکاح میں دی۔①

نادر شاہ نے ۱۱۵۰ھ میں محمد شاہ بادشاہ دہلی سے خلعت صوبیداری دلوایا۔ صفدر جنگ نے اپنے ماموں کی نسبت زیادہ عروج پایا۔ ۱۱۵۶ھ میں دہلی میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اودھ کی صوبیداری کے علاوہ صوبہ جات کشمیر اور الہ آباد کا انتظام بھی اس کے سپرد ہوا اور شاہی توپ خانہ کا انتظام بھی اس کے ذمہ ہوا۔

لطیفہ:

سعادت خان کو یارانِ طریقت نے علوی بنا دیا اور اس کے داماد اور بھانجے کو ایک غریب کاسہ ساز کا بیٹا یعنی سعادت خان کی بہن کسی ٹھٹھیارے سے بیاہی گئی۔ اور اس ٹھٹھیار کا بیٹا سعادت خان کا داماد بنا جو بعد میں اودھ کا صوبیدار رہا۔

۱۱۶۱ھ میں احمد شاہ ابدالی کے لشکر کو شکست دی② اور اس سلسلہ میں لاہور اور ملتان کا ناظم مقرر ہوا۔ صفدر یار جنگ ولی عہد احمد شاہ کو شکست دینے کے بعد ابھی نواح پانی پت میں تھا کہ محمد شاہ مر گیا اب ولی عہد احمد شاہ کے نام سے بادشاہ بن گیا۔ صدر جنگ وزیر رجب ۱۱۶۱ء میں جملہ الملک مدار المہام وزیر الممالک برہان الملک

① آخر تاجدار اودھ ص ۱۱.
② اسیر المتاخرین ج ۳ ص ۱۴.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابو المنصور خان بہادر صفدر جنگ کے خطاب ہشت ہزاری کے منصب پر فائز ہوا۔

اس زمانہ میں مرہٹے اور انگریز ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔صفدر جنگ نے ان سے لڑنے کی بجائے بنگش خان، افغانوں اور روہیلوں کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ احمد خان بنگش سے شکست کھا کر دوآبے کے علاقے پر مرہٹوں کو مسلط کرا دیا۔ پھر محمد شاہ برادر خورد احمد شاہ بادشاہ کو جو مسلکاً شیعہ تھا۔قتل کرانے کی سازش کی۔ بادشاہ نے انتظام الدولہ کو وزیر مقرر کر دیا اب ہر طرف سے آوازیں اٹھنے لگیں کہ صفدر جنگ شیعہ ہے اسی حالت میں ۱۷ ذی الحج ۱۱۶۷ھ کو سرطانی پھوڑے سے مر گیا۔

۳۔شجاع الدولہ ۱۷۵۳ء سے ۱۷۷۵ء تک:

۲۳ / ۲۴ سال کی عمر میں مسند وزارت پر بیٹھا لہو ولعب اور صحبت زنان اور دیگر افعال مذمومہ میں بے باک تھا۔شاہ عالم سے وزیر الممالک کا خطاب پایا۔ دغا، فریب، بدعہدی، ظلم وتعدی، بے رحمی وفسادات کے کئی واقعات ہمعصر مؤرخین نے لکھے ہیں:

> قاسم علی خان حاکم بنگالہ انگریزوں سے شکست کھا کر خزانہ اور دیگر قیمتی اشیاء لے کر اس کے پاس پہنچا اس نے عترت طاہرہ عباس بن علی رضی اللہ عنہ کے نام کی قسمیں کھا کر حفظ جان ومال اور عزت وآبرو کا معاہدہ لکھ دیا۔ پھر قاسم علی خان کو ساتھ لے کر انگریزوں سے جنگ کے لیے روانہ ہوا۔بکسر کے مقام پر شکست کھائی کسی نے دو بند شید افرنگی ۱۱۷۸ھ تاریخ لکھی۔ انگریزوں کے تمام مفتوحہ علاقے کا انہیں حکمران تسلیم کر کے ان سے صلح کر لی اور قاسم علی خان سے سب کچھ چھین لیا اور اسے گدائے محتاج بنا دیا۔ روہیلوں کو مٹانے میں بھی ظلم وشقاوت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حافظ رحمت خان روہیلہ کو شہید کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۱ صفر ۱۱۸۸ھ کا ہے اس کے بعد روہیلیوں کی جائیدادیں ضبط کیں شجاع الدولہ کی فوجیں قہر الٰہی بن کر روہیلہ بستیوں میں داخل ہوئیں مدرسوں، خانقاہوں، مسجدوں کی بے حرمتی کی گئی۔

جو کچھ سعادت خان نے جونپور، غازی پور اور کڑہ مانک پور کے سنی رؤسا سے کیا تھا اس نے اس پر اور زیادتیاں کیں۔

پدر نتواند پسر تمام کند کے مصداق اس نے سنیوں کی بستیوں کی بستیاں جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیں۔

سنیوں کی ضبطیے جائیداد کے سینکڑوں واقعات شیعہ مؤرخ طباطبائی اور دیگر مؤرخوں نے لکھے ہیں۔ مخدوم شاہ مینا عباسی کی جائیداد باپ نے ضبط کی۔ شاہ اجمل عباسی کے ۳۲ دیہات بیٹے نے ضبط کیے شاہ صاحب نے ایک نظم میں یہ واقعہ بطور دعا لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

نشیندنی شنیدم خادیدنی بدیدم
در رنج وغم تپیدم فریاد رس الٰہی

اس واقعہ کے تین ماہ بعد اس کے جوڑ میں پھوڑا نکلا۔ درد سے بے تاب لوٹ پوٹ ہوتا رہا۔ ماں نے ہر چند سمجھایا کہ روہیلیوں کے اہل وعیال جو قید میں ہیں آزاد کر دو۔ جن لوگوں کی جائیدادیں ضبط کی ہیں واگزار کر دو مگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔

سیر المتاخرین جلد ۳ ص ۹۴۰ کا شیعہ مصنف لکھتا ہے کہ

''اپنے برے کاموں کی وجہ سے عین عالم جوانی میں ۱۵ ذی قعد ۱۱۸۸ھ کو اس دنیا سے چل بسا''۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مزید چند بدکرداریاں:

شجاع الدولہ کے ظلم وستم مذہبی تعصب اور لہو ولعب وغیرہ کی فہرست طویل ہے اختصاراً چند باتیں پڑھ لیجیے:

۱۔ قاسم علی کو باوجود پختہ عہد و پیمان کیے لوٹ لیا۔

۲۔ روہیلوں پر بلا وجہ بے پناہ ظلم کیے۔

۳۔ خواہش نفس کا اس قدر حریص تھا کہ راستہ میں سواری پر ہی بے تاب ہو کر صحبت کر لیتا تھا۔ اور اس غرض کے لیے ہر وقت عورتیں ساتھ رکھتا تھا۔

۴۔ کھتری قوم کی ایک ہندو دوشیزہ کو جبراً اٹھوا کر منگوایا اور منہ کالا کیا۔

۵۔ اس کی ان بے حیائیوں سے تمام ملک میں رنڈیوں نے وہ زور پکڑا کہ منکوحہ عورتیں بے بس ہو کر رہ گئیں۔

۴۔ آصف الدولہ ۱۷۷۵ء سے ۱۷۹۷ء تک:

شجاع الدولہ کے مرنے کے بعد مسند نشین وزارت ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ خوش قامت نہ تھا۔ اوپر کا دھڑ بڑا اور نیچے کا اس قدر چھوٹا کہ گھوڑے کی سواری نہیں کر سکتا تھا۔ بچپن سے ہی بدوضع خواجہ سراؤں کی صحبت میں نہایت بری عادتوں اور بدافعالیوں کا عادی ہو گیا۔ اس وقت اودھ کے علاوہ تمام روہیل کھنڈ، صوبہ الٰہ آباد، چکلہ کوڑا، چکلہ اٹاوہ، فارس کا علاقہ، اضلاع جونپور، غازی پور وغیرہ اس کی عملداری میں تھے۔ آخری تین اضلاع شروع میں ہی انگریز کمپنی کے حوالے کر دیئے۔

ہندوؤں کی مصاحبت اختیار کی۔ فضول خرچیوں کی وجہ سے ماں اور دادی سے خود بھی دولت چھینتا رہا اور انگریزوں سے بھی چھنواتا رہا۔ ماں یعنی بہو بیگم کو آخر میں اس سے سخت نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ لہو ولعب مثلاً شراب نوشی، چوپڑ بازی، ہاتھیوں اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کبوتروں کی جنگ، مرغیوں کی لڑائی، پتنگ بازی اور کھیل تماشوں کے علاوہ ہولی اور بسنت کے پیشوں پر سالانہ تیس تیس لاکھ روپیہ خرچ کر دیتا۔ ماں اور دادی سے علیحدگی اختیار کر کے فیض آباد کی جگہ لکھنؤ کو دارالحکومت بنایا۔

شیعہ مورخ طباطبائی دو دفعہ اس سے ملا۔ وہ لکھتا ہے کہ

''آصف الدولہ کے تمام مصاحب اور ندیم اراذل اور پوچ قسم کے لوگ تھے بے محابلی مشروع اور خارج از غیرت کاموں میں اس نے بازاری لوگوں کو بھی مات کر دیا تھا۔ مگر ان باتوں کے باوجود فروغ شیعیت میں بڑا ہوشیار تھا''۔

۱۔ اس کی کوششوں سے ہزاروں سنی خاندان شیعہ ہو گئے۔ اور جو اپنی ضد پر قائم رہے ان کی جاگیریں ضبط کر لیں۔ ①

۲۔ روہیل کھنڈ میں شیعیت کی تبلیغ وتحریص میں بحالئے جائیداد کو آلہ کار بنایا۔ ②

۳۔ اس سے پہلے بلگرام میں ایک شیعہ نہ تھا مگر اس کے زمانہ میں سب شیعہ ہو گئے۔ ③

اس سلسلہ میں محمد ایوب قادری ایم اے کا مقدمہ فضائل صحابہ واہل بیت، مولوی آل حسن موودوی کی نخبۃ التواریخ، تذکرۃ الکرام، تاریخ اودھ قیصر التواریخ، شیعان ہند اور سیر المتاخرین کا مطالعہ کیجیے کہ آصف الدولہ نے تبلیغ شیعیت میں کیا کیا حربے استعمال کیے۔

۴۔ آصف الدولہ نے لکھنؤ میں امام باڑہ بنانے کی بنیاد رکھی بقول ابوطالب مؤلف تفصیح الغافلین لوگوں کے مکان جبراً چھینے جس کے مکان میں کوئی اچھا ملبہ ملا اس کے لیے

---

① گل رعنا ص ۱۵۳.

② تاریخ اودھ جلد ۱۔ ۰ ۱۹۳ء.

③ ماثر الکرام.

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہ مکان منہدم کرا دیا۔ بقول سرسید مؤلف اثار الصنادید: دہلی کا ایک مقبرہ منہدم کر کے یہاں کے سرخ پتھر لکھنؤ منگوائے۔ مکانوں کے علاوہ مسجدوں اور مزاروں کو بھی منہدم کرا کے سامان حاصل کیا۔①

۵۔ فقیرا نامی ایک من چلے نے ایک علم دریائے گومتی کے کنارے دفن کر دیا پھر مشہور کیا کہ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ

''فلاں مقام پر عباس کا علم مدفون ہے پھر اسے نکالا جو بھرت کا سہ شاخہ تھا اور منادی کرائی کہ یہ عباس کا علم ہے''۔②

آصف الدولہ نے فقیرا کو ایک ہزار روپیہ دیا اب علم کی درگاہ بن گئی جہاں باقاعدہ میلہ لگتا تھا اور ہزاروں پری پیکری آ کر دعوتِ نظارہ دیتی تھیں۔

۶۔ مرض موت کے وقت بار بار کہتا تھا:

''یا عباس میری مدد کر'' اور مجھے اس وقت بچا لو۔③

۷۔ اس کی دیکھا دیکھی امراء نے بھی حسب استطاعت امام باڑے تعمیر کرائے۔

۸۔ تبرّا بازی شجاع الدولہ کے زمانے سے شروع ہوگئی تھی مگر اب باقاعدہ ایک فریضہ کے طور پر بجا لائی جانے لگی۔ دہلی کا مغل شہزادہ عباس مرزا اس کا مہمان تھا۔ جو مسلکاً سُنّی تھا۔ ایک مجلس میں جب تبرّا بازی شروع ہوئی تو وہ اٹھ کر چلا گیا۔ آصف الدولہ نے اس کا وظیفہ بند کر دیا۔④

۹۔ لکھنؤ میں سُنّی کا شیعہ قاتل پھانسی کی سزا نہیں پاتا تھا۔ مسٹر سلیمن جو ۱۸۴۹ء سے

① معارف ۲۸ / دسمبر ۱۹۳۱ء۔
② تاریخ اودھ جلد ۴ ص ۳۰۰۔
③ قیصر التواریخ ص ۲۰۰، جلد ۲۔
④ حوالہ مذکورہ جلد ۱ ص ۱۷۵۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

۱۸۵۶ء تک لکھنؤ میں ریزیڈنٹ رہا۔ لکھتا ہے کہ

''لکھنؤ میں کوئی شیعہ قتل کرنے کے جرم میں خواہ کسی سُنّی ہی کو کیوں نہ قتل کیا ہو ہندو کا تو ذکر ہی کیا پھانسی کی سزا نہیں پاتا تھا''۔①

۱۰۔ مولانا شرؔر نے گزشتہ لکھنؤ میں اس قسم کے واقعات کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

۱۱۔ لکھنؤ سے تبرّا اور سبِّ صحابہ وخلفاء کی وبا ایک فن بن کر تمام ملک میں پھیل گئی اور شیعہ مبلّغین اور مقررین نے اس پر وہ وہ حاشیہ آرائیاں کیں کہ گویا شیعہ مذہب اصل میں صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دینا بن کر رہ گیا۔

۱۲۔ آصف الدولہ کے زمانے میں ہی ۱۲۰۰ھ میں نماز جمعہ وجماعت شیعہ کی ابتداء ہوئی۔

اس سے پہلے تمام ہندوستان میں شیعہ سنیوں کے پیچھے ہی نمازیں پڑھتے تھے اور مرزا احسن رضا نائب آصف الدولہ کی تحریک پر نجف جا کر سند اجتہاد لے کر آئے تھے۔ خطیب وپیش امام مقرر ہوئے یہ تمام واقعات مولوی دلدار علی نے اپنے رسالہ اجازہ میں قلمبند کیے ہیں۔

۱۳۔ اسی دور میں شیعوں نے خودساختہ اذان شروع کی۔

۱۴۔ آصف الدولہ کے زمانہ میں ہی عید بابا شجاع کی بدولت جاری ہوئی۔

۱۵۔ تعزیہ سازی اور ماتم اسی کے زمانہ میں شروع ہوا۔

۱۶۔ مرثیہ گوئی اسی کے زمانے میں شروع ہوئی اور اس نے باقاعدہ ایک فن کی شکل حاصل کی۔ تحت اللفظ خوانی، روضہ خوانی، حدیث خوانی، سوزخوانی رفتہ رفتہ مستقل فن بن گئے۔ سینکڑوں تنخواہ دار اس کام کے لیے نوکر رکھے گئے۔ بے شمار وضعی

① شیعیان ہند ص ۱۶۲ بحوالہ رپورٹ سلیمان.

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور من گھڑت روایات مرثیوں کے ذریعے بیان ہونے لگیں۔ کسی شخص نے ایک بار مشہور مرثیہ گو شاعر انیسؔ سے پوچھا کہ وقائع نگاری سے بے نیاز ہو کر تم کیسے من گھڑت واقعات بیان کرتے ہو تو انیسؔ نے جواب دیا کہ کوئی صاحب دس بند ہی ایسے کہہ کر سنا دیں جن میں صحیح روایات سے مطلق تجاوز نہ ہو۔ اور پھر بھی کلام موثر ہو تو میں مان لوں گا کہ وہ بہت بڑا شاعر ہے۔①

۱۷۔ متعہ کو رواج دیا جس سے غیر دائم متعہ کے کاروبار کو اس حد تک رونق ملی کہ طوائفوں اور رنڈیوں کے ہاں شرفاء اور مہذب لوگ بھی بے جھجک جانے لگے۔ چنانچہ شرر لکھتے ہیں کہ

> ''لکھنؤ میں عورتوں کو رتبہ حاصل ہو گیا کہ مہذب وشائستہ امراء کی محفلوں میں ان کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے لگیں۔ اور رنڈیوں کے مکان شرفاء کے اچھے خاصے کلب بن گئے''۔②

متعہ کو اس رواج نے شاہدان بازاری کو متصوفین کی سماع کی مجلسوں تک پہنچا دیا اور یہ سلسلہ اجمیر اور دوسری درگاہوں تک جا پہنچا۔ غالی حنفیوں کے ہاں آج کل جو قبوری بدعتیں نذر و نیاز، عرس، رنڈیوں کے مجرے، پیری مریدی کے گورکھ دھندے، قوالی کی محفلیں یا غریب نواز کے نعرے ملتے ہیں۔ یہ اسی متعہ برگ و بار ہیں۔

۱۸۔ فرقہ واریت کا عذاب یہ بھی اسی دور کی پیداوار ہے۔ مغلیہ دور میں یوں تو شیعہ کافی تھے مگر ان کے تعلقات ایک دوسرے سے بظاہر خوشگوار تھے مگر شیعوں کی تبرّابازی اور اس کے مقابلہ میں سنیوں کے چار یاری نعرے نے دونوں فرقوں

① یارگارِ انیسؔ۔
② گزشتہ لکھنؤ ص ۳۲۹۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے درمیان شدید مغائرت اور دشمنی پیدا کر دی۔

۵۔ نواب یمین الدولہ مرزا سعادت علی خان پسر شجاع الدولہ ۱۷۸۹ء سے ۱۸۱۴ء تک:

آصف الدولہ لا ولد مر گیا۔ ایک مجہول الحال غریب علوی لڑکے کو اپنا متبنی اور جانشین بنایا۔ مگر تھوڑے عرصے کے بعد اسے معزول کر کے شجاع الدولہ کے بیٹے سعادت علی خان کو بادشاہ بنایا گیا۔ آصف الدولہ کے زمانہ میں سعادت علی خان نے لکھنؤ میں قیام مناسب نہ سمجھا بلکہ کچھ عرصہ دہلی اور پھر آخر بنارس جا رہا وہاں منجم الملک ایک رضوی سید کی بیٹی کی تعریف سنی اپنے بیٹے غازی الدین کے لیے منجم الملک سے لڑکی کا رشتہ طلب کیا، ۱۷۹۴ء میں بڑی دوڑ دھوپ کے بعد یہ نکاح ہو گیا۔ سعادت علی خان ۱۱ جولائی ۱۸۱۴ء کو مر گیا۔

۶۔ غازی الدین حیدر بادشاہ ۱۸۱۴ء سے ۱۸۲۷ء تک:

''کمپنی بہادر'' کے نمائندے کی مدد سے نواب وزیر الممالک رفعت الدولہ رفیع الملک غازی الدین حیدر خان بہادر شہامت جنگ کے خطاب سے ملقب ہو کر مسند حکومت پر بیٹھے۔

بادشاہ بیگم سے شادی کے کچھ عرصہ بعد اپنی بیوی کی باندی صبح دولت پر طبیعت آئی اور اسے حمل ہو گیا۔ بادشاہ بیگم آپے سے باہر ہو گئی۔ ۱۲۱۸ جمادی الاول کو لڑکا پیدا ہوا مگر بادشاہ بادشاہ بیگم نے صبح دولت کو مروا دیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ ماں کو مروا دیا مگر اس کے بیٹے پر بڑی مہربان ہو گئی۔

یہی لڑکا آگے چل کر نصیر الدین حیدر کے نام سے سلطنت اودھ کا ساتواں حکمران تھا۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بادشاہ بیگم

بادشاہ بیگم نہایت تند مزاج، سرکش، من چلی اور ہیجانی غصہ کی مالک تھی۔ یہاں تک کہ اس کا شوہر غازی الدین حیدر بھی اس سے کنارہ کشی پر مجبور ہو گیا۔ اپنے جاہ وجلال اور قوت اقتدار بڑھانے کی وہ حد درجہ حریص تھی وہ چاہتی تھی کہ تمام اودھ کی سلطنت اس کی مٹھی میں ہو۔ مذہب کے معاملہ میں وہ صرف متشدد ہی نہ تھی بلکہ اس نے اس ضمن میں عجیب وغریب بدعتیں شروع کیں۔ وقائع دلپذیر مصنفہ عبدالاحد رابطہ مولانا شرر مرحوم کا گزشتہ لکھنؤ محمد تقی احمد کی تصنیف مبلغ مسٹر ہالسٹر کی تصنیف شیعانِ ہند میں یہ تمام خرافات تفصیل سے مذکور ہیں۔

چند باتیں آپ بھی پڑھ لیجیے:

۱۔ تاریخ کی کتابوں سے دوازدہ آئمہ کی شادیوں کی تاریخیں چھانٹ لیں اور ان کے مطابق ساچق اور حنا بندی کی رسمیں شروع کیں حتی کہ جس روز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تھا اس روز مورتیاں تیار کراتی۔ ایک علی رضی اللہ عنہ کی اور دوسری فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اور ان کی باقاعدہ شادی کراتی، نذریں پیش ہوتیں، خود تعظیماً کھڑی رہتی۔

۲۔ ایام محرم کی مدت سعادت علی خان کے زمانہ تک ۱۰ محرم تھی اس نے ۲۰ صفر تک بڑھا دی اور اس عرصہ میں تمام کام اپنی عملداری میں بند کرا دیئے۔

۳۔ امام مہدی کی چھٹی کی بدعت شروع کی یہ رسم ہندوؤں میں مروّج تھی یعنی بچہ پیدا ہونے کے بعد چھٹے روز دعوتیں ہوتیں اور خوشیاں منائی جاتیں ہر سال ماہ شعبان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں یہ رسم منائی جاتی۔

۴۔ سیدوں کی خوبصوت لڑکیاں حاصل کر کے ان کی پرورش کرتی اور گیارہ اماموں سے منسوب کر کے ان کی بیویاں بنائی جاتیں۔ اگر والدین لڑکی بخوشی نہ دیتے تو جبراً حاصل کی جاتی۔ ہر لڑکی کا نام کسی کی بیوی کے نام پر رکھا جاتا۔ انہیں اچھوتیاں کہا جاتا۔ ہر اچھوتی کے لیے تین تین باندیاں مقرر کی گئیں۔ بادشاہ بیگم خود اِن اچھوتیوں سے جھک کر ملتی ان کے لیے بیش قیمت لباس اور اعلیٰ کھانے مہیا کیے جاتے۔

یہ نوجوان لڑکیاں اپنے آپ کو سخت مجبور پاتیں۔ کہتے ہیں کہ

''ایک دن ایک اچھوتی نے رات کو رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ بادشاہ بیگم آ گئیں پوچھنے پر اچھوتی نے بتلایا کہ مجھے تو امام نے طلاق دے دی۔ بادشاہ بیگم نے اسے معہ اسباب اس کے والدین کے گھر بھیج دیا۔ اس طرح وہ غریب لڑکی اپنی عقلمندی اور حاضر دماغی سے اس قید سے چھوٹی''۔

۵۔ اچھوتیوں کی طرح اچھوت بھی تھے محل کے مخصوص کمرے مخصوص اماموں کے ناموں سے موسوم کر کے ان کو ہر طرح سجایا جاتا۔ بادشاہ بیگم خود بھی وہاں جھک کر جاتی امام کی مفروضہ بیوی کو اس کے مفروضہ خاوند کے کمرے تک بڑی عزت وتکریم سے پہنچایا جاتا۔

۶۔ بیگم نے اپنے محل میں ہر امام کے نام کا الگ الگ مقبرہ تیار کرا رکھا تھا۔ (یہ بدعت اس وقت بھی پاکستان کے مختلف قصبات میں دیکھنے میں آئی ہے)① اور ہر امام

① قصبہ پھلروان میں امام موسیٰ کاظم کے نام کا مزار ایک شیعہ نے بنوا رکھا ہے۔ چکوال اور ڈھڈیال کے درمیان ایک سنی زنخے نے بھی اس قسم کا مزار تیار کر کے لوگوں کو لوٹنے کا جال بچھایا اور لطف یہ کہ وہ زنخہ حافظ عبدالکریم صاحب راولپنڈی والے کی مریدی کا مدعی تھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے مقبرے کے ساتھ چھوٹی سی مسجد بھی تیار کرائی۔ حضرت عباس کا مقبرہ الگ تیار کیا گیا ہے۔

۷۔ بادشاہ بیگم کبھی کبھی بن ٹھن کر نہایت ستھرائی اور صفائی سے تخت پر بیٹھتی اور کہتی کہ مجھ پر شاہِ جناب آیا ہے لوگوں کے سوالوں کا جواب دیتی اور غیب کی باتیں بتاتی۔ (اس کی یہ بدعت آج تک پاکستان کے متعدد مقامات پر کئی من چلی عورتوں کے ذریعہ معاش کا سبب بنی ہوئی ہے)①

۸۔ اماموں کی فرضی بیویوں کو زچگی کے تمام دور سے گزارا جاتا۔ سونے کی گڑیاں بنا کر بچے کی شکل دی جاتی۔

بادشاہ بیگم کی ان ہی خرمستیوں کے پس منظر میں روپوش غازی الدین حیدر مر گیا۔

۷۔ نصیر الدین حیدر بادشاہ ۱۸۲۷ء سے ۱۸۳۷ء تک:

''گزشتہ لکھنؤ'' میں مولانا شرر لکھتے ہیں کہ

''نصیر الدین حیدر بادشاہ میں عورتوں میں رہتے رہتے اس درجہ زنانہ مزاجی پیدا ہو گئی تھی کہ عورتوں کی سی باتیں کرتا۔ عورتوں کا سا لباس پہنتا۔ زنانہ مزاجی کے ساتھ مذہبی عقیدت نے یہ شان پیدا کر دی کہ آئمہ عشرہ کی فرضی بیبیوں کی طرح خود حاملہ عورت بن کر زچہ خانہ میں بیٹھتا۔ چہرے اور حرکات سے وضع حمل کی تکلیف ظاہر کرتا۔ اور پھر خود ایک فرضی امام جنتا۔ جس کے لیے ولادت چھٹی اور نہانے کے تمام سامان اصل کے مطابق کیے جاتے یہ تقریبات اس قدر زیادہ تھیں کہ بادشاہ کو سال بھر انہیں سے فرصت نہ ملتی تھی۔ سلطنت کی طرف کون توجہ کرتا۔ مگر ان زنانہ

① ایسی ہی ایک عورت قصبہ رہتاس ضلع جہلم میں بھی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور طفلانہ حرکتوں کے باوجود نہایت ظالم تھا۔ چونکہ تمام زندگی عورتوں میں ہی گزری تھی اس لیے اس کے ظلم کی شکار اکثر عورتیں ہی ہوتیں سینکڑوں عورتوں کو ادنیٰ قصور اور معمولی بدگمانی پر زندہ دیوار میں چنوا دیا''۔①

اس نے بادشاہ بیگم سے دو ہاتھ بڑھ کر قاسم اور عباس کی بھی فرضی بیویاں نامزد کیں۔ نصیر الدین حیدر کی موت اور بیگم کے معاملات کی بربادی کے بعد یہ طلسم ٹوٹا اور زندہ درگور نوجوان عورتیں آزاد ہو کر شادیاں کر کے زندگی کی مسرتوں سے لطف اندوز ہونے لگیں۔

غازی الدین حیدر اور نصیر الدین حیدر کا زمانہ ایک طرف بدعات واختراعات میں اپنی مثال آپ تھا اور دوسری طرف اس دور میں بیگمات اودھ کی نہایت دردناک تاریخ دہرائی جاتی رہی۔

بیگمات اودھ میں سے پہلی نواب صدر النساء بیگم جو سعادت خان کی بیٹی صفدر جنگ کی بیوی اور شجاع الدولہ کی ماں تھی۔

دوسری بہو بیگم جو دہلی کے ایک شہنشاہ کی لاڈلی لے پالک یعنی محمد اسحاق خان بہادر کی بیٹی اور شجاع الدولہ کی بیوی تھی۔

تیسری، ضعیف العقل غازی الدین حیدر کی جوشیلی بیوی بادشاہ بیگم تھیں۔

چوتھی، حضرت محل جو واجد علی شاہ جیسے سادہ لوح مگر عاشق مزاج نواب کی اولو العزم بیگم تھیں۔

پہلی، دوسری اور چوتھی کا حال انگریزی ریولوں میں بڑی تفصیل سے آیا ہے اور بادشا بیگم کا صرف منا خان کے سلسلہ میں۔

① ملخصاً۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۸۔ محمد علی پسر سعادت علی خان ۱۸۳۷ء سے ۱۸۴۲ء تک:

نصیر الدین حیدر کے مرنے کے بعد منا خان ① کے ایک طویل المیہ کے بعد محمد علی کو مسند آرائے حکومت کیا گیا۔ یہ دور بادشاہ بیگم کے لیے نہایت عبرتناک ثابت ہوا۔

۹۔ امجد علی شاہ ۱۸۴۲ء سے ۱۸۴۷ء تک:

محمد علی اور امجد علی کے زمانہ میں مروجہ بدعات میں کسی حد تک کمی آئی۔ مگر تبرّا، متعہ، تعزیہ، مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی کے علاوہ فحاشی، بے حیائی اور جنسی آوارگی میں پہلے کی نسبت ترقی ہوئی۔

۱۰۔ واجد علی شاہ ۱۸۴۷ء سے ۱۸۵۶ء تک کے حالات:

اس کی اپنی زبان سے سنیے:

"مخفی نہ رہے کہ خداوند عالم نے ہر متنفس کو لذت عشق عطا فرمائی ہے بنا بر آں میرا خمیر بھی اسی آب و گل سے سجا ہوا ہے اور یہی درد ِجگر روزِ ازل سے مجھ کو بھی ملا ہے اب میری عمر کا چھبیسواں سال ہے اور میں اس صحرائے پر فضا میں بہت کچھ بادیہ پیمائی کر چکا ہوں۔

جب میرا سن آٹھ برس کا تھا اس زمانے میں ایک عورت (چمن نامی جس کی عمر تقریباً ۴۵ سال تھی) میری خدمت کے لیے متعین تھی۔ ایک روز اس نے عین عالم خواب میں مجھے چھیڑنا شروع کیا اور پھر اس کا روز کا معمول ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں دس سال کا ہو گیا۔

پھر امیرن نامی ایک عورت جس کی عمر ۳۵ / ۴۰ سال تھی۔ گیارہ برس کی

---

① تاریخ اودھ کا یہ ایک طویل اور دردناک باب ہے مگر یہاں چونکہ ہمارے موضوع سے باہر ہے اس لیے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عمر تک اس کا خیال رہا۔ گیارہ سال کی عمر میں ہر عورت سے محبتانہ چھیڑ چھاڑ کرتا تھا اس زمانہ میں بنو نامی ایک شوہر دار عورت کے عشق میں گرفتار ہوا اسی زمانے میں حاجی خانم جس کی عمر بائیس سال تھی اور گود میں پنجسالہ بچہ بھی تھا کے عشق میں گرفتار رہا۔ امامی خانم کے ذریعہ اس سے تعلق پیدا کرنا چاہا مگر امامی خانم جو نہایت بدشکل تھی مجھ پر ڈورے ڈالنے لگی مگر میں نے توجہ نہ کی میں تو حاجی خانم کے عشق میں گرفتار تھا۔ حاجی خانم جب کبھی اپنے خاوند کا ذکر کرتی تو میں از حد ملول اور افسردہ خاطر ہوتا پندرہ سال کی عمر میں نواب علی نقی خان مرحوم کی بیٹی سے میری نسبت قرار پائی۔ دو ماہ بعد شادی ہوگئی۔

شادی کے پانچ ماہ بعد نصیرالدین حیدر مر گئے اور میرے دادا نصیرالدولہ محمد علی تخت حکومت پر بیٹھے اور میرے والد امجد علی شاہ کو اپنا ولی عہد بنایا۔ میرے والد ثریا جاہ نے پانچ سو روپیہ میرا اور چار سو روپیہ میرے محل کا ماہانہ اپنی جیب سے مقرر فرمایا۔

میں اس عرصہ میں پوشیدہ طور پر اکثر اپنے محل کی خادماؤں سے چھیڑ چھاڑ کرتا رہتا تھا۔ اس سبب سے میرے محل نے اکثر عورتوں کو ملازمت سے برطرف کر دیا۔ میرے والد کی ولی عہدی کو ایک سال گزرا تھا کہ نواب اعظم بہو صاحبہ محل کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام مرزا نوشیرواں قدر بہادر رکھا۔ ۱۲۵۵ھ میں محل مذکور کے بطن سے مرزا فلک قدر بہادر پیدا ہوا۔ اس زمانہ میں میری عمر سترہ برس کی تھی از بسکہ عنفوان شباب تھا۔ مجھے جوشِ جوانی اور ولولہ طبیعت کی وجہ سے خیال گزرا کہ کسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرح ایام شباب حسین وخوش جمال عورتوں کی صحبت میں بسر کرنا چاہیے۔
آخر وحشت قلب وجوش سودا نے یہ ترکیب ذہن نشین کرائی کہ میں اپنی راحت کے واسطے عورتوں کو بطریق خدمت گزاری رکھ کر ان سے پوشیدہ رابطہ محبت پیدا کروں میں نے حکمت عملی سے کام لے کر موتی خانم نامی ایک عورت نوکر رکھی۔مگر میرے محل نے اسے نکلوا دیا۔
اس کے بعد مجبوراً میں نے شعروشاعری کی طرف اپنے دل کو منعطف کیا۔ میں نے قسم کھائی کہ جب تک وہ عورت مجھے نہ ملے گی مجھ پر کھانا پینا حرام ہے میں نے اس عورت کے عشق میں دو دیوان اور تین مثنویاں لکھیں اور کبھی چشم لطف سے اپنی محل کی طرف نہ دیکھا۔ انہوں نے منت وخوشامد سے لاکھ لاکھ پوچھا مگر میں نے کوئی جواب نہ دیا۔اسی زمانہ میں تیسرا لڑکا مرزا کیوں قدر بہادر پیدا ہوا۔
ان ہی دنوں صاحب خانم ایک عورت جو والد ماجد کی ملازم اور شوہر دار تھی میری نظر سے گزری اس کا سن ۳۲ سال یا اس سے کچھ زیادہ تھا اور نہایت حسین تھی ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ از حد محبت پیدا ہوگئی ہر وقت میرے پاس بیٹھی ہوئی گنجفہ کھیلا کرتی یا گانے بجانے میں مصروف رہتی۔
ایک دن اس نے میری مندری لے کر آگ میں گرم کی اور اپنی ران پر لگا دی جو اس کے گوشت میں پیوست ہوگئی اس کے بعد ایک برس تک ہم دونوں کے درمیان لیلیٰ مجنوں کی طرح رابطہ محبت قائم رہا۔
اس کے بعد عمدہ بیگم جو پہلے نصیرالدین حیدر کے یہاں نوکر تھی اور اس کی عمر ۲۷ سال تھی اس کی محبت میرے دل میں گھر کرنے لگی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی زمانہ میں والد ماجد کے یہاں تین بہنیں جو مرثیہ خوانوں میں ملازم تھیں اور انشاء کی نواسیاں تھیں حیدری بیگم، محمدی بیگم، ننھی بیگم ان سے تعلق پیدا ہوا۔ والد ماجد کو سلطنت مل چکی تھی اور میں ولی عہد بن چکا تھا۔ میری ولی عہدی کے زمانہ میں عمدہ بیگم خورد محل بن گئیں پہلے تو اس نے انشاء کی نواسیوں کو ٹکنے نہ دیا مگر آخر میں ننھی بیگم بھی محل بن گئیں۔ اسی زمانہ میں نجم النساء بیگم میرے محل میں داروغگی کے عہدے پر سرفراز تھیں۔

اس کے بعد امن اور امان نام کی دو عورتیں جو پہلے رئیس فرخ آباد کے گانے پر ملازم تھیں میرے پاس پہنچیں انہیں ''سرور محل والیاں'' کے خطاب سے سرفراز کیا۔ پھر داروغہ نجم النساء بیگم اور ان گانے والیوں کے ذریعہ وزیرن کو گھیرنا شروع کیا مگر کامیابی نہ ہوئی آخر ایک روز طپنچہ لے کر ''بادشاہ منزل'' پر چڑھ گیا۔ اندر سے چٹخنی لگا کر چاہا کہ اپنا کام تمام کر دوں۔ آخر شیخ غلام علی اسے لے آیا میں نے دوڑ کر اسے گود میں اٹھا لیا اور رات بھر اس کی شمع جمال پر پروانہ وار نثار ہوتا رہا۔

اس کے آنے پر مشکل کشا کا دسترخوان کیا۔ ملازموں نے نذریں گزاریں اور سب حسب مراتب سرفراز کیے گئے اس وقت میری عمر بائیس سال تھی، اسی عرصہ میں اٹھارہ نفر اسامیاں چنور بردار داروغہ نجم النساء بیگم کی معرفت ملازم ہوئیں انہیں حضور والیاں کے خطاب سے سرفراز کیا میں دو برس تک ہزار جعل وفریب کے ساتھ ہر ایک سے محبت کرتا رہا۔ اسی عرصہ میں بشیر خواجہ سرا کی بدولت ایک ماہ تاباں کے وصل سے کامیاب ہوا پھر گانے بجانے کی طرف طبیعت راغب ہوئی۔ قطب علی خان ستار باز کو استاد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقرر کیا اب صرف گانے بجانے والی عورتوں سے محبت رہ گئی۔ جبدری اور دلبر دو طوائفوں سے تعلقات پیدا ہوئے۔

دلبر کی بڑی بہن پہلے ہی میرے ساتھ تعلق رکھتی تھی۔اس نے دلبر کو میری نظر گزار کیا اور میں نے اسے سلطان پری کا خطاب دیا، اس کے بعد بشیر خواجہ کے ذریعہ یاسمین پری اور میر اکبر علی کے ذریعہ سلیمان پری۔ نواب خاص محل کے ذریعے عزت پری داروغہ نجم النساء کی معرفت مجھ تک پہنچیں۔اس کے بعد داروغہ ارباب نشاط جس کا نام مہدی تھا محبوب جان کو جو سرور بجانے میں شہرۂ آفاق تھی حیلے سے میرے گھر پہنچایا۔اسے ماہ رخ پری کا خطاب دیا۔ایک روز اس کے عزیزوں میں سے ایک عورت نے اپنے آپ کو میری بگھی کے آگے ڈال دیا دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ داروغہ ارباب نشاط جبری میری لڑکی کو لایا ہے میں نے پانچ صد روپیہ ماہ رخ پر تصدق کر کے اس کے حوالے کیا اور اپنی جان چھڑائی۔

مجھ کو جلسہ ترتیب دینے اور گانے والیوں کے جمع کرنے کا بہت خیال تھا۔ اس سبب سے سازندے اور علم موسیقی کے کاملوں کی تلاش بہت تھی۔ ہر شخص سے یہی فرمائشیں تھیں کہ اس قسم کی عورتیں تلاش کرو۔اب جو آدمی اس قسم کی عورت پیش کرتا وہ لفظ ''معروضہ'' عرض کرتا یعنی فلاں معروضہ حاضر ہے۔

اس کے بعد منا جان کے عشق میں گرفتار ہوا نجم النساء بیگم اسے گھیر کر لائی اور اس کے عشق سے شاد کام ہوا اور اسے امتیاز پری کا خطاب دیا ایک دن وہ اپنے گھر گئی اور واپس نہ آئی میں نے محمد علی خان خواجہ سرا بھیجا وہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

گھسیٹ کر لایا اور میں نے اس کے منہ پر تھوک دیا۔

ایک دفعہ اکبرالدولہ کے وسیلہ سے چنی نامی ایک طوائف مجرا کے لیے حاضر ہوئی میں اس پر عاشق ہو گیا۔ اسے دلربا پری کا خطاب دیا۔

میں نے اپنی پریوں کے لیے رنگ برنگے لباس تیار کرائے۔ کئی لاکھ روپیہ سالانہ ان اشغال وافعال میں صرف ہوتا تھا۔ ایک روز ایک کبیہ عورت جس کا نام گنّا تھا اور وہ شوہر دارتھی مجھ پر عاشق ہو گئی۔ میں نے مجتہد العصر والزمان سے اس کی طلاق کا فتویٰ لے کر گھر میں داخل کر لیا اور سرفراز پری کا خطاب دیا۔

اسی زمانے میں امن وامان کی معرفت عجوبہ طوائف کی گیارہ سالہ خوبصورت لڑکی کو سردار پری کا خطاب دے کر پریوں میں شامل کیا۔

ایک روز ان تمام پریوں کو عمدہ عمدہ لباس اور مرصع زیورات سے آراستہ کر کے پرتکلف فینسوں اور نفیس نفیس پالکیوں میں سوار کر کے درگاہ زیارت حضرت عباس رضی اللہ عنہ میں بھیجا۔ درگاہ کے تمام متولی حیران ہو کر دیکھنے لگے۔ حیدر حسین خان سے نظارہ بازی کے سلسلہ میں جھگڑا بھی ہو گیا۔

اسی عرصہ میں نواب نشاط محل سے مرزا سپہر قدر اور سلیمان محل کے بطن سے سپہر آرا کبرائے بیگم نواب خاص محل کی بطن سے مرزا بیدار بخت فرخندہ خانم کے بطن سے شمس آراء بیگم پیدا ہوئے۔

اسی عرصہ میں اچھے صاحب بیّا والی طوائف کو دیکھ کر فریفتہ ہوا اور اپنے گھر میں داخل کیا۔ معشوق پری کو محل بنایا اس سے فریدوں قدر بہادر پیدا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوا۔ ''کوئی کہاں تک لکھتا جائے①''

اسی عرصہ میں تیس عورتوں کی ایک فوج بنائی۔ یہ اس لیے کیا کہ مردوں کی فوج کے لیے تنخواہ بہم نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس فوج کے سردار محمد شریف، علی کو خان بہادر کے خطاب سے سرفراز کیا گیا''۔

اس تماش بینی کے باوجود شیعیت سے کس قدر انس تھا یہ بھی پڑھ لیجیے:

''چونکہ مجھ سے غلام رضا وغیرہ امّن کے عزیز واقارب سے روز بروز اختلاط وارتباط بڑھتا جاتا تھا اور یہ سب سنت جماعت تھے اور قطب الدین خان میرے استاد بھی سنی المذہب تھے، مجھ کو رات دن یہی تشویش وفکر رہتی تھی کسی طرح یہ لوگ میرے مذہب میں آجائیں۔ جب اس امر میں ان لوگوں کا عندیہ لیتا تھا تو انہیں ناراض پاتا تھا۔ آخر ایک روز برسات کی فصل میں مَیں نے نہایت دلجوئی اور منت وساجت اور طمع دے کر ان لوگوں کو تبدیلیٔ مذہب کے لیے پھر فرمایا۔ چونکہ اس کارِ خیر کا انجام میرے ہاتھوں ہونا تھا۔ سب نے منظور کیا میں نے اسی وقت سوار کروا کر سب کو سلطان العلماء مولوی سید محمد مجتہد وقت کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور وہاں یہ سب بہ صدقِ دل مذہب امامیہ سے سرفراز ہوئے۔

انہی دنوں میں مہک پری کے بطن سے مرزا برجیس قدر پیدا ہوا۔ اس زمانے میں گانے والیوں کا مجمع، پریوں کا ہجوم، میرے عشق کا ولولہ اور زمانہ شباب اس درجہ پر تھا کہ دن کا رات اور رات کا دن ہوتا معلوم نہ ہوتا تھا۔ میں ہمیشہ شاہد عشرت سے ہم آغوش رہتا تھا۔

---

①للمولف.

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اسی زمانہ میں پریوں کو رہس دھاری کی تعلیم دی۔ رہس دھاری ایک ناچ کا سامان ہے ہندوؤں کے مذہب میں اس کی پرستش کی جاتی ہے۔ اس میں کنہیا اور اس کے معشوقوں کی شبیہ بناتے ہیں۔ سلطان پری کو رادھا بنایا۔ ماہِ رخ کو کنہیا بنایا اور کئی لاکھ روپے سے لوازمات فراہم کیے، یاسمین پری، عزت پری، دلرباء پری، حور پری وغیرہ کو کنہیا کے دوسرے معشوق کی صورت بنیں جنہیں سنسکرت میں لوانیس کہا جاتا ہے۔ ان کا ناچ مثل سنگیت پچھی اور برم کے ہے جو نام تالیوں کے ہیں اس ناچ میں صرف کنہیا اور رادھا کے مباحثے کی کیفیت ہوتی ہے اس کے پریوں کا مینا بازار لگوانا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سابقین کا پابند

بادشاہوں نے رسم قدیم کے مطابق اپنے نظر کردوں کو ہر فن کی تعلیم دلوائی اور اسے درجہ کمال تک پہنچانے میں بہت کوشش کی ہے من جملہ ان کے محمد شاہ بادشاہ دہلی، ابراہیم بادشاہ، سلطان بیجاپور وغیرہ شاہانِ سلف (یہ دونوں شیعہ تھے سنیوں کو اللہ تعالیٰ نے ان بے حیائیوں سے بچائے رکھا①)

اکثر جمیل وشکیل عورتوں کو علم موسیقی کی تعلیم دلوا کر گائن کے لقب سے ملقب کیا۔ مابدولت نے بھی سابقین کا پابند ہو کئی ماہ تمثال کو گانے کی تعلیم دلوائی اور ایک دن اس کا مظاہرہ کرایا اس میں سلطان پری نے ایسے کمال کا اظہار کیا کہ غش کی نوبت پہنچی۔

رمضان میں:

ایک سحری کھا کر سویا کہ محمد معتمد علی خان خواجہ سرا نے بیدار کیا۔ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ

> ''ایک حور تمثال حضور کے عشق میں مبتلا ہو کر خدمت میں پہنچی ہے۔ میں اٹھا تو وہ میرے گلے سے چمٹ گئی۔ رخصت کے وقت اس سے پوچھا کہ پھر ملنے کا کیا طریقہ ہوگا۔ کہنے لگی کہ ماتم کے دن ختم ہونے کے بعد خود کو تم تک پہنچاؤں گی''۔

بے وفائی:

ولی عہد کے زمانے میں ہی پریوں کی بے وفائی ظاہر ہو چکی تھی سب کو روپے کا

---

① للمولف.

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

لالچ دے کر پردے میں بٹھانے کی کوشش کی لیکن اکثر بھاگ گئیں۔

خفقان:

اس عرصے میں دل کو خفقان ہو گیا۔ رفع خفقان کے لیے از سر نو گانے بجانے کے لیے چند عورتیں نوکر رکھیں۔

سرب گریبان:

نواب سکندر محل نے ایک روز کہا:

''سب حسرتیں پوری ہو گئیں صرف آپ سے نکاح کی خواہش باقی ہے''

(اتنا عرصہ بلا نکاح جھک ہی مارتے رہے①)

میں نے کہا تمام لوگ ہنسیں گے کہ یہ بھی نصیر الدین حیدر کی طرح دیوانہ ہو گیا ہے۔

سنگ تفرقہ:

تنگ آ کر ایک روز سب محلوں اور پریوں کو کہا کہ

''جو جہاں جانا چاہتی ہے چلی جائے۔ میرا خیال تھا کہ قیصر بیگم مجھ پر مرتی ہے۔ مگر باقی کے ساتھ وہ بھی چلی گئی۔ ہجڑے سے اب کیا غرض''②

رَبَّنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّار:

اسی زمانہ میں قیصر بیگم کی عنایت سے نار فارسی (آتشک) کے عارضے میں مبتلا ہوا۔ مرض بڑھتا گیا زخم آگ کی طرح جلتے تھے۔ طرہ یہ کہ محبوب گلرخوں کا رنج میرے دل سے نہ جاتا تھا۔ ایک روز نواب مغل صاحبہ نے اپنا ہاتھ مجھے لگایا اور بعد میں بیسن مل کر دھویا۔ دل میں سخت ٹھیس لگی رات بھر زخموں کی تکلیف سے جاگا کرتا تھا۔ کئی بار

① للمولف. ② حوالہ مذکورہ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسہل حب السلاطین کھائی کئی مرتبہ فصد کرائی۔ آخر بہ ہزار مصیبت ۱۲۶۵ھ میں چند زخم خشک ہوئے۔

سید الشہدا کے چہلم کے بعد ہرڑ کھائی اس سے خفقان پیدا ہو گیا۔ گریبان چاک کر ڈالا۔ کپڑے پھاڑ ڈالے، دوسرے روز غش آ گیا۔ اس روز سے آج تک دنبل نکل رہے ہیں (وہی خاندانی مرض۔ للمولف) اسی جھگڑے میں گرفتار ہوں۔ اگر کس وقت ہوش آ جاتا تو شعر و شاعری کا شغل شروع ہو جاتا۔ پھر غفلت ہو جاتی ہے اور تمام اعضاء معہ منہ آنکھیں بید کی مانند لرزتے ہیں۔①

---

①ملخص از خودنوشت واجد علی شاہ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

برصغیر میں شیعیت کی مختلف شکلیں

یہ بات تو مسلمہ ہے کہ اہل سنت میں فرقہ بندی کی ابتداء ڈیڑھ صدی ہجری سے بہت بعد شروع ہوئی۔ گویا ڈیڑھ سو سال تک تمام اہل سنت و جماعت کا مسلک وہی تھا جو آج جماعت اہلحدیث کا مسلک ہے۔ مگر شیعیت کی ابتداء سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شروع ہو چکی تھی۔ برصغیر کے جنوبی حصوں یعنی سیلون اور ملیبار میں مسلمان تاجر خلیفہ اوّل کے زمانے میں پہنچ چکے تھے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں مکران فتح ہوا۔ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں عبیداللہ بن نبہان اور بدمل نے سندھ کا کچھ حصہ فتح کیا۔ ۷۱۲ھ میں محمد بن قاسم نے ملتان تک کا علاقہ فتح کیا اس تمام دور میں جتنے مسلمان سندھ میں آئے تمام اہلحدیث تھے اس کے بعد ۹۹۷ھ سے ۱۰۳۰ھ تک محمود غزنوی نے برصغیر پر ۱۷ حملے کیے محمود غزنوی شروع میں حنفی تھا مگر ابورغال کی وجہ سے بعد میں شافعی ہو گیا تھا۔

اس کے بعد ۱۱۷۵ سے ۱۲۰۶ تک شہاب الدین محمد غوری نے ہندوستان پر گیارہ بار حملہ کیا۔ ۱۲۰۶ میں قطب الدین کو دہلی کی گورنری ملی۔ قطب الدین قاضی القضاۃ امام فخر الدین کوفی کا (جو امام ابوحنیفہ کی اولاد سے تھے) پروردہ تھا اس وجہ سے وہ حنفی تھا اور اس نے حنفیت کی ترویج و اشاعت شروع کی۔

محمود غزنوی کا پہلا حملہ ملتان پر ہوا اور اس نے حاکم ملتان ابوالفتح کو شکست دے کر ملتان پر قبضہ کیا۔ گویا محمود کا پہلا حملہ باطنیوں یا قرامطی شیعوں پر ہوا۔ تمام تاریخیں گواہ ہیں کہ محمود نے ابوالفتح پر اس لیے حملہ کیا تھا کہ اس نے یہاں کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے ساتھ وہی سلوک کیا تھا جو مصر کے فاطمیین نے اہل سنت کے ساتھ، حسن بن صباح نے تمام عالم اسلام کے ساتھ یا بعد میں اودھ کے حکمرانوں نے اہل سنت کے ساتھ روا رکھا۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۱ھ سے بہت پہلے شیعوں کے یہ فرقے برصغیر میں پہنچ کر اپنے قدم مضبوط کر چکے تھے۔ اس کے بعد دمیک ضلع جہلم کے مقام پر شہاب الدین محمد غوری بھی باطنیوں کے ہاتھ سے شہید ہوا۔ سلطان رضیہ کے زمانے میں ہزارہا باطنیوں نے اکٹھے ہو کر عین نماز جمعہ میں مشغولِ ہزار ہا، اہل سنت کو تلوار کی دھار پر رکھ لیا۔ مگر چند سر برآوردہ امراء نے پہنچ کر حالات کو سنبھال لیا اور ان کا خاتمہ کیا۔①

تصریحات بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ محمود غزنوی سے بہت پہلے شیعہ لوگ برصغیر میں پہنچ چکے تھے اور ملتان میں انہوں نے اپنی سلطنت بھی بنا لی تھی اوسان کی تمام کوششیں برصغیر سے اہل سنت و جماعت کو ختم کرنے کی تھیں۔ مگر جب ملتان میں محمود غزنوی نے انہیں ختم کیا۔ دہلی میں سلطان رضیہ کے زمانے میں ان کی طاقت پارہ پارہ کر دی گئی۔

اس کے بعد خلجیوں، تغلقوں، سیدوں اور لودھیوں کے زمانہ میں یہ لوگ شمالی ہندوستان سے دکن کی طرف چلے گئے اور چند شیعہ سلطنتوں کی بنیاد رکھنے پر قادر ہو گئے اورنگ زیب کے زمانہ میں ان کی حکومتیں تباہ ہوئیں تو انہوں نے اپنے پرانے انداز سے کام لینا شروع کیا۔

اسماعیلی تو ۷۹۹ھ سے پہلے ملتان میں خود مختار سلطنت قائم کر چکے تھے۔ شیعوں کے دو فرقوں نے پٹھانوں کے دور میں دکن میں آزاد سلطنتیں قائم کر لیں اور اورنگ

---

① تاریخ مبارک شاہی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زیب نے ان شیعوں کی سلطنتوں کا خاتمہ کیا تو انہوں نے پرانے انداز یعنی خفیہ قتل وغارت، دھوکے، فریب اندرونی ریشہ دوانیوں، دجل وتلبیس، خودساختہ تصوف وفقر مکاریوں اور حیلوں سے کام لینا شروع کیا۔ ہر دور میں ان لوگوں کی تکنیک اتنی گہری، ان کی سیاست اتنی پیچیدہ ان کا تبلیغی انداز اتنا تلبیسانہ رہا کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد ان کے پنجہ تلبیس میں گرفتار ہو کر جان، مال، عزت، ابرو، دولت، حشمت اور وقار سے محروم ہو گئے اور شیعیت کی بھول بھلیوں میں سر پٹکتے مر گئے مگر پیچھے مڑ کر نہ دیکھ سکے اورنگ زیب کے بھائی۔ اس کا بیٹا بہادر شاہ، حسین علی اور عبداللہ اور سرمد کی قسم کے لوگ سلطنت مغلیہ کے زوال کے دور میں یعنی ۱۷۰۷ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک مختلف شکلوں میں نمودار ہوتے رہے۔

انیسویں صدی یعنی مغلیہ سلطنت کے زوال کے دور میں شیعہ پوری مہارت اور کوشش سے اسلام کو نیست ونابود کرنے پر تلے رہے اور موحد بنگال کے آخری کونوں سے لے کر شمال مغربی سرحد کی آخری سنگلاخ چٹانوں تک اس انارکی اور طوائف الملوکی کے درمیان ملک اور قوم کی ڈگمگاتی ناؤ کو سنبھالا دیئے رکھا۔ میں بڑے وثوق اور یقین سے کہتا ہوں کہ اگر اس وقت جماعت موحدین عملاً میدانِ جہاد میں نہ کودتی تو آج شاید اس برصغیر کی حالت ہسپانیہ کی طرح ہوتی۔

سلطنت میسور شیعوں کی غداریوں سے تباہ ہوئی۔ بنگال میں شیعوں کی غداریوں نے انگریزوں کے لیے راستہ ہموار کیا دہلی میں صرف ایک سال ۱۷۱۹ء میں شیعوں نے تین بادشاہوں کو یکے بعد دیگرے تخت سے اتارا پھر مرہٹوں کو چڑھا لائے اور ابراہیم گارڈی ان کے توپخانے کے انچارج کی حیثیت سے ان کے ساتھ تھا۔

اور آخر میں سعادت خان بحیثیت نواب وزیر اودھ کا حکمران بن گیا۔ شیعوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی سلطنت تو بن گئی مگر وہ گروہ جو تقیہ کی آڑ میں تصوف، پیری، فقیری، ولائت کے لباس میں تمام برصغیر میں پھیلا ہوا تھا اس نے تخریب کی ایک نئی طرح ڈالی۔حسن نظامی دہلوی کی قسم کے بیسیوں پیر نسلی عصبیت کے کابوس میں گرفتار ہو کر ان شیعہ داعیوں کی سرپرستی کو اپنی ذات کے لیے فخر سمجھتے تھے۔

چنانچہ فاطمی دعوت اسلام اسی ذہنیت کی منہ بولتی تصویر ہے جس میں خواجہ صاحب نے نہایت فخر سے ایسے ایسے بے دین، لامذہب اور مجہول الاحوال فرقوں کو شیعہ داعیوں کی تبلیغ اسلام کا شاہکار قرار دیا ہے۔جن کے واقعات پڑھنے سے ہی ایک صحیح العقیدہ مسلمان کی روح تڑپ اٹھتی ہے اور وہ بے قرار ہو کر پکار اٹھتا ہے کہ الٰہ العالمین کیا محمد ﷺ کا دین یہی تھا مگر خواجہ صاحب کو باصرار اس پر فخر ہے۔

مجھے اپنی فقیرانہ سیاحت کے دوران اس قسم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں افراد سے واسطہ پڑا جو نہ ہندو نظر آتے تھے نہ مسلمان مگر وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے نظر آئے ان میں سے بعض کی مذہبی رسمیں پارسیوں، حسینیوں، مسلمانوں، ہندوؤں اور بدھوں کے عقائد کا ملغوبہ نظر آئیں۔ میں ایک ''ہر رنگ'' فقیر اور سادھو کے لباس میں جہاں بھی کسی ایسے گدی نشین عالم، فقیر کے متعلق سن کر اس کے پاس پہنچا عجیب رنگ دیکھا، عجیب ڈھنگ دیکھا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے عربی، فارسی، اردو، ہندی اور انگریزی میں ضرورت کے مطابق کام چلا سکتا تھا اس لیے جس مجلس میں بھی پہنچتا اپنا مقام بنا لیتا مگر اس وقت ذہن میں اس بات کا تصور تک نہ تھا کہ کسی وقت مجھے ان معجون مرکب فرقوں کے متعلق کچھ لکھنا پڑے گا۔ مجھے آج اس کمی یا غلطی کا بھرپور احساس ہے مگر اب اس کا ذکر ''نکل گیا ہے۔سانپ اب لکیر پیٹا کرتا'' کے مصداق محض تضیع اوقات ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہر حال ذرہ بھر ہچکچاہٹ نہیں کہ امت مرحومہ کی تخریب کے لیے جن جن ہتھیاروں سے کام لیا گیا ہے۔ ان سے پردہ اٹھا رہا ہوں۔ شاید ایک قاری کہے کہ ان لوگوں نے آخر دین کو کیا نقصان پہنچایا میں کہتا ہوں شرک و بدعت کے یہ دنگل اسی بے دینی کے جنگل کے برگ وبار ہیں اور جن لوگوں نے جس غرض کے لیے اس بے دینی کی طرح ڈالی تھی وہ اپنے مطلب میں کامیاب ہو گئے ایک پکا اور سچا مسلمان پوری ملت ہے۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ پوری ڈیڑھ صدی تک چند موحدین نے پورے برصغیر میں انگریزوں کو حواس باختہ کیے رکھا سکھوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ مسلمانوں کے ایک کثیر گروہ نے دامے، درمے، سخنے، قلمے انگریزوں کی مدد کی۔ موحد مجاہدین کے خلاف فتوؤں کے انبار جمع کر دیئے مگر یہ لوگ اپنے مسلک، اپنے ارادے، اپنے نظریے اور اپنے پروگرام سے ذرہ بھر نہ ہٹے، اور اگر بجائے ان مٹھی بھر موحد کے پورے برصغیر میں ایک چوتھائی ہی اس کردار کے حامل مسلمان ہوتے تو اول تو انگریز یہاں حکومت ہی حاصل نہ کر سکتے اور اگر بفرض محال وہ حکومت حاصل کر بھی لیتے تو چند سالوں میں انہیں یہاں سے بھاگنا پڑتا۔

فلسفہ تاریخ کی روشنی میں بنظر عمیق اس بات کا جائزہ لیجیے تو صاف نظر آئے گا کہ شیعوں نے اس رہبانیت اور شرک و بدعات کے ذریعہ اماس ملت میں پنجے گاڑ دیئے ان کی پرتعیش اور فقیری میں نوابانہ ٹھاٹھ سے مرعوب ہو کر اور ان کی تبلیغی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر سنیوں کا ایک پورا گروہ اسی رنگ میں رنگا گیا۔ شیعہ داعی جو مکھی مار مارتے ادھر آ ماس ملت میں اپنے پنجے گاڑتے رہے اور ادھر ادیانِ باطلہ کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے رام کرشن، وشنو شوجی برہما کی تعریفوں کے راگ الاپتے رہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندوؤں کے درشن شاستر نے شودروں کو سطح ارمتی کے ایک پلید، حقیر اور ناپاک کیڑے کے مقام پر پہنچا دیا تھا۔ ان نیچی ذات کے لوگوں کو شیعہ داعیوں کی اس دعوت میں ابھر کر انسانیت کے مقام پر کھڑا ہونے کا موقع ملتا نظر آیا مگر درپردہ شیعہ خود فاطمی اور غیر فاطمی کی عصبیت کو بھری طرح ابھارتے رہے۔ شیعہ کے لیے ہندی اچھوت ان کی پناہ گاہ ثابت ہوئے وہ ان لوگوں کو شیعہ داعیوں کے اس دجل وفریب میں مکتی اور شانتی کے اسباب نظر آئے۔

نتیجتاً چند ایسے فرقے ظہور پذیر ہوئے جو یوں تو دیگر مذاہب کے لیے بے ضرر ہی تھے مگر جاہل اور کمزور عقیدہ مسلمانوں کے لیے مشرک گر ثابت ہوئے۔ میں یہ سب کچھ اپنے تجربات کی بنا پر بیان کر رہا ہوں۔

میں نے چند مقامات پر اب بھی دیکھا کہ جاہل اور ان پڑھ مسلمان ایک مسلمان عالم کی نسبت ان مشرک گروں کو ترجیح دے کر ان سے اپنی حاجات طلب کرتے ہیں۔ ان سے مشورے لیتے ہیں ان کی عبادت گاہوں میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ ان کے آستانوں پر جانور ذبح کرتے ہیں، ان کی دعاؤں پر بھروسہ کرتے ہیں اور انہیں اپنا حاجت روا سمجھتے ہیں اور جب کسی کو اس کی غلطی سے آگاہ کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے الٹے سیدھے جوابوں سے اچھے بھلے امام بھی خاموش ہو کر رہ جاتے ہیں۔①

---

① مسٹر الطاف حسن قریشی نے مولانا ظفر احمد انصاری سے انٹرویو لیتے وقت ان کی زبان سے سنا کہ ''ترکی انجمن اتحاد وترقی یہودیوں کی انجمن تھی اور مصر کے جمالی انقلاب یا جمالی ذہن کے پیچھے بھی یہودیت کام کر رہی ہے، یا روس میں کمیونزم کا سیلاب یہودیوں کا لایا ہوا تھا تو قریشی صاحب بھی یہ سن کر ایک بار چکرا گئے تھے جس طرح اس وقت تمام دنیا کی سیاست یہودیت کے محور پر گھومتی رہی ہے اسی طرح یہودیت کے اس اولین پودے نے جو کچھ عالم اسلام میں کیا آپ کے لیے ضرور اچنبھے کا موجب ہوگا''۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس قسم کے لوگوں میں سرفہرست گرونانک ہے جس کی رہبانیہ مگر نیم مسلم، نیم ہندوانہ زندگی نے اس کے گرد جم غفیر اکٹھا کر دیا۔ گرونانک کی تمام زندگی کے نشیب وفراز پورے طور پر ایک اسماعیلی داعی کے ہتھکنڈوں، عیاریوں اور دجل وتلبیس کے گرد گھومتے نظر آتے ہیں وقتی طور پر گرونانک ایک بے ضرر قسم کا فقیر تھا مگر آگے چل کر گوبند سنگھ اور بندہ بیراگی کی قسم کے لوگ اسلام کے لیے ایک تباہی ثابت ہوئے۔ دیانند سرسوتی ایک مجہول النسب ہندو تھا۔ اس نے مسئلہ توحید جس مسلمان سے سیکھا وہ یقینا شیعہ داعی تھا۔ آگے چل کر دیانند نے ہندوؤں کو اس طرح آریہ نام سے روشناس کرایا اور آریہ فرقے کی طرح ڈالی یہ کسی مجہول النسب دیانند کا کام نہیں بلکہ ایک نہایت ہی چالاک اور عیار قسم کے جہاندیدہ انسان کی صحبت کا اثر ہے۔

قارئین کے لیے یہ باتیں بالکل نئی اور حیران کن ہیں مگر میں اپنے وسیع تجربات اور معلومات کی بنا پر اپنے اندر اِن حقائق کو جھٹلانے یا انہیں نہ ماننے کے متعلق ذرہ بھر بھی لچک نہیں پاتا۔

میں نے تیس سال کا طویل زمانہ اپنی پوری طالب علمانہ کوششوں کو بروئے کار لاتے ہوئے شیعہ سنی چپقلش کے مالہ اور ماہملیہ کے سمجھنے پر صرف کیا ہے۔ بات طویل ہوتی جا رہی ہے میں یہاں صرف برصغیر میں شیعی تبلیغ کے اثرات بیان کرنا چاہتا تھا۔ نانک سے دیانند تک جتنے من چلے پیدا ہوئے ان کے علاوہ ہندومت میں جتنے مصلح یا ریفامر یا بالفاظ دیگر مجدد پیدا ہوئے بالواسطہ یا بلاواسطہ سب کے سب کا مطمع نظر صرف اسلام دشمنی تھا اور مگر حسن نظامی جیسے سید، پیر، ملنگ، صحافی، فقیر، خواجہ جیسے لوگ بھی اس پر فخر کرتے ہیں۔ آخر۔

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چند مثالیں :

ا۔ضلع ایٹہ کے قصبہ مارہرہ میں مولانا نوروا جس مہاراج ایک بزرگ تھے۔ جوقادری کہلاتے تھے۔ ستار بجاتے تھے مثنوی مولوی رومی، دیوان حافظ اور کبیر کے اشعار گاتے رہتے تھے۔ انہیں ہندو اور بعض مسلمان شوکا اوتار مانتے تھے۔ بیسویں صدی کے پہلے عشرہ میں زندہ تھے انہوں نے ہزاروں مسلمانوں کو ''قادری'' کی اصطلاح کے چکر میں مرتد کیا اور میں نے خود تقسیم ملک تک لوگوں کو اس چکر میں مبتلا پایا۔''واللہ اعلم بالصواب'' اب کیا حالت ہے۔

آغا خان محمد شاہ اپنی سیاسی، مالی اور امیرانہ زندگی کی وجہ سے تمام دنیا میں اچھی پوزیشن رکھتے تھے۔انہوں نے ہندوؤں کو ہمنوا بنانے کے لیے ایک دفعہ کہا تھا کہ

''علی .... وشنو ہیں

برہما .... حضرت محمد ﷺ ہیں

مہیش .... حضرت آدم علیہ السلام ہیں

شکستی .... حضرت حوا ہیں

اور اس کلجگ کا اتھر وید قرآن ہے اور جگت گرو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں ابتدائے افرینش سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نور اولا د در اولاد منتقل ہوتے ہوتے آغا خان میں حلول کر گیا ہے اور اس طرح تا قیامت ہوتا رہے گا۔

جب علی رضی اللہ عنہ کا نور وشنو بن کر جلوہ افروز ہوا تب حضرت محمد ﷺ کا نور برہما بن کر نمودار ہوا۔

جب علی رضی اللہ عنہ کا نور رام بن کر نمودار ہوا تب حضرت محمد ﷺ کا نور رودر بیاس بن کر ظاہر ہوا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب امام سام تھے تب پیغمبر نوح علیہ السلام تھے۔

جب امام ہارون تھے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام تھے۔

جب امام خزیما اور سمعون تھے تو پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام تھے۔

اسی طرح علی رضی اللہ عنہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ رہ کر بشری خیالات کی اصلاح کرتے۔

جب امام علی رضی اللہ عنہ ہوئے تو پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مصطفیٰ ہوئے۔

امام شاہی پنتھ:

آج کل پاکستان میں بھی کہیں کہیں امام شاہی فقیر ملتے ہیں اور جاہل مقلد اِن کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ اپنے نومولود ان کی گود میں ڈالتے ہیں۔ انہیں واصل بحق فقیر سمجھتے ہیں مگر انہیں معلوم نہیں کہ یہ لوگ پیر نور دین نورست گروہی کے مرید ہیں۔ نوردین نزاری داعی تھے بعد میں نزاریوں سے الگ ہو گئے اور اپنا سلسلہ چلایا۔ تمام ہندوانہ مشرکانہ اعمال ان میں ہیں۔

سنسکرت میں آدمی بمعنی معبود یا رب آتا ہے۔ شیعہ داعیوں نے اس لفظ کا حلیہ بگاڑ کر اس طرح لکھ کر علی (علی) بنالیا اور کہا کہ کوفی رسم الخط میں علی اس طرح لکھا جاتا ہے جس طرح علی ہے۔ پھر اسے (قرآن) سے ثابت کیا۔

آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ یہ لوگ کس قدر دور کی کوڑیاں لاتے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ مولوی رومی نے مثنوی وشنو کے نام سے شروع کی ہے وشنو سے بشنو بنا دیا اور علی رضی اللہ عنہ وشنو ہیں دیکھیے۔

''بشنو از نے چوں حکایت میکند'' کا کس طرح حلیہ بگاڑا گیا ہے۔ امام شاہیوں کا مرکز احمد آباد کے قریب پیرانہ ہے ان کی مذہبی کتاب ست دینی ہے ان کا موجودہ پیر کاکا کے نام سے مشہور ہے ان کے دو فرقے ہیں گپتی جب پر گھٹی بن جاتا ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو اسے مومن کہتے ہیں۔

امام شاہ کا زمانہ ۸۵۶ھ سے ۸۹۸ھ تک ہے پیرانہ ضلع احمد آباد میں ان کا مزار ہے۔

ان کی ایک شاخ ''نوساری'' ہے۔نوساری ست گورونور حسینی قمرالدین کے مرید ہیں اور دوسرے امام شاد کے۔

نانک پنتھ،معراج پنتھ،اورلبیر پنتھ وغیرہ اسی پنتھ سے نکلتے ہیں۔

پیر مشائخ کے پیروکار:

پیر مشائخ ۱۰۶۰ھ میں جنترال علاقہ گجرات میں پیدا ہوئے۔ہندو کافی تعداد میں ان کے مرید تھے۔ پیر مشائخ نزاری اسماعیلیوں کے داعی تھے۔ پیر مشائخ کی تصنیفات میں سے ان کے مریدوں کے پاس مندرجہ ذیل کتابیں ملتی ہیں۔ حلیہ مبارک،نورنامہ،ایمان مفصل دو حصے،جنگ نامہ دو حصے،طریقتی،غزوات سے متعلق ایک کتاب،خلفائے راشدین،معراج نامہ،کتاب المنجرات،وفات نامہ غالی،حنفیوں کے نورنامے،معراج نامے،وفات نامے انہی کتابوں کے چربے ہیں۔

پیر مشائخ یا ان کے پیرو مذہبی تعصب میں اس قدر غالی نہیں تھے جس قدر دوسرے شیعہ۔

سُورت میں:

سورت میں سنگ خارا کا ایک مندر ہے اس کا مہنت رنگی لال ایک ہندو تھا۔ ان کے مندر میں قلزم سروپ نامی کتاب کی پوجا ہوتی ہے یہ لوگ پرنامی کہلاتے ہیں۔ شروع میں تقیہ کی آڑ میں شیعہ داعی تھے اور ان کی اولاد آج پرنامی کے نام سے مشہور ہے۔ ان کی تعداد بھی لاکھوں کے قریب ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ کرشن مہاراج اور محمد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ﷺ ایک ہی ہیں پہلے کرشن کے روپ میں جلوہ گر ہوئے اب محمد ﷺ کے روپ میں عرب میں نمودار ہوئے۔ دسویں صدی میں امرکوٹ کے مقام پر دیوچند نامی کسی منچلے نے ایک دھرم کا اعلان کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی منجھا ہوا اسماعیلی یا امامیہ داعی تھا۔ اس شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور قلزم سروپ الہامی کتاب کے طور پر پیش کی۔

اس مذہب کا پیروکار چھترسال نامی ایک راجہ مذہب کے بارہ میں اورنگ زیب سے لڑا تھا۔ اس کا مقبرہ مہوبا میں ہے قلزم سروپ میں ۱۸۷۵ء شعر بیان کیے جاتے ہیں ان میں اکثر عربی کے الفاظ ہیں جام نگر میں ہر سال ان لوگوں کا میلہ ہوتا ہے ان کے نام آج تک ہندوانہ ہیں۔ سکھ لال دھنی داس وغیرہ قسم کے ناموں کے لوگ گدی نشین چلے آرہے ہیں مگر ان لوگوں کا ہندوؤں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ یہ خود ہندو کہلاتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

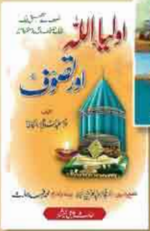

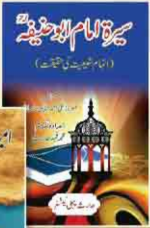

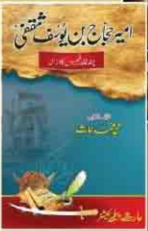

حارث پبلی کیشنز

Email: haris.publications@gmail.com